بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَأَنَّ اللهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا

معیت باری تعالیٰ

علماءِ اہل السنت والجماعت کی نظر میں

تعبیر "اللہ ہر جگہ ہے" کا علمی و تحقیقی جائزہ

مع تائیداتِ اکابر دیوبند

تالیف

مولانا بلال درویش حفظہ اللہ

تقدیم

مفتی سید گوہر علی شاہ حفظہ اللہ

تائیدات

1۔ حضرت مولانا مفتی محمد سفیان قاسمی حفظہ اللہ (دیوبند)

2۔ حضرت مولانا شاہ عالم گورکھپوری حفظہ اللہ (دیوبند)

3۔ حضرت مولانا مفتی رضا الحق حفظہ اللہ (ساؤتھ افریقہ)

4۔ حضرت مولانا عبدالقدوس ترمذی حفظہ اللہ

5۔ حضرت مولانا حذیفہ غلام محمد وستانوی حفظہ اللہ

6۔ حضرت مولانا شیخ رحیم اللہ حقانیؒ

7۔ حضرت مولانا مفتی امداد اللہ انور حفظہ اللہ

8۔ حضرت مولانا رسال محمد حفظہ اللہ

ناشر

دار ابن مسعود مردان

فہرست مضامین

تعارفِ کتاب

اس کتاب میں:

- باب اوّل میں مسئلۂ معیت کا تعارف، آیاتِ معیت، اقسام معیت، اور مختلف مکاتب فکر کا عقیدہ ونظریہ بیان کیا گیا ہے۔
- بابِ دوم میں جمہور اہل سنت کے موقف (معیت علمیہ پر) اجماع کے 40 حوالہ جات دئے گئے ہیں۔
- باب سوم میں موقف اہلِ سنت پر پہلی صدی سے لیکر پندرہویں صدی تک سو(100)شہادتیں پیش کی گئی ہیں۔
- باب چہارم میں اکابرین دیوبند کی معیت علمیہ پر سو شہادتیں پیش کی گئی ہیں۔
- باب پنجم میں اس تعبیر کہ "اللہ ہر جگہ ہے باعتبار ذات کے" پر نصوص قرآنیہ اور احادیث مبارکہ اور علمائے اہل سنت کے اقوال سے مدلل رد کیا گیا ہے۔
- باب ششم میں معیت ذاتی کے قائلین کے استدلالات کے مدلل جوابات دئے گئے ہیں۔
- باب ہفتم میں مسئلۂ معیت پر ایک مناظرہ اور اس پر تبصرہ پیش کیا گیا ہے۔
- باب ہشتم میں صفات متشابہات میں اسلاف کے احتیاط کے چند نمونے اور "استوی بذاته" پر مدلل رد اور "أين الله" سے سوال کا جواب۔
- خاتمہ کتاب: میں نتائج بحث اور خلاصہ کتاب پیش کیا گیا ہے۔

اظہارِ تشکر

اس کتاب کی تصنیف میں توفیق الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت پر جتنا بھی شکر ادا کر لوں، اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات و انعامات کا حق ادا نہیں ہو گا، مگر مقام عبدیت کے لائق شکر و انکساری کا نذرانہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرنے کا پابند ہوں، فللّٰہ الحمد أوّلًا وّ آخرًا، اس کے بعد اپنے والدین اور اہل خانہ کا شکر گذار ہوں جن کی دعاؤں کے طفیل یہ کتاب پایۂ تکمیل تک پہنچی۔

مندرجہ ذیل حضرات کا خصوصی طور پر مشکور ہوں۔

☆مولانا انور تاج صاحب

☆جناب مولانا انیس عمر فاروق صاحب

☆مولانا عبد العظیم العمری صاحب

☆جناب مولانا عمر فاروق حقانی

☆جناب مولانا وقاص سحر صاحب

☆جناب مولانا عارف معمور صاحب

☆جناب مولانا سعد صاحب

☆جناب محترم علی طحاوی

☆اور ہر دلعزیز شخصیت یعقوب خان عزیزی صاحب

آخر میں تمام دوستوں اور احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اوّل سے آخر تک اس کاوش کی تکمیل میں کسی طرح بھی مدد کی۔ فجزاهم الله أحسن الجزاء.

مولانا بلال درویش صاحب

تقریظ

DARUL - ULOOM WAQF DEOBAND -247554 (U.P.) INDIA

التاریخ ________ الرقم ________

تأثرات

معیت ذات حق جل مجدہ ایک نہایت ہی دقیق، پیچیدہ اور بلیغ موضوع ہے، عقل انسانی کی بساط پر اس موضوع کی ایسی تحلیل و تشریح جو اس کے ہمہ صفت اوصاف اور جزئیات و کیفیات کا مکمل احاطہ کر سکے وادیٔ علم کے پُر خطر سفر کے مترادف ہے کیونکہ اس میں جابجا افراط و تفریط کے ایسے دشوار گزار مقامات خطر سے گذر ہوتا ہے کہ اگر وحی الٰہی کی دستگیری اور عطائے حق جل مجدہ کی شامل حال خصوصی رہنمائی اور توجہات میں گہرائی اور بلاغت ذہنی سے فکری صلاحیتیں معمور نہ ہوں تو بسا اوقات ایمان وعقیدہ کو بھی خطرہ لاحق ہوسکتا۔ تفصیلات سے قطع نظر تاریخ کے مختلف ادوار میں باطل فرقوں کے نمود و وجود کی اساسی اسباب و توجیہات میں وحی الٰہی سے اعراض وتجاوز کرتے ہوئے محض عقلیات کے زیر اثر حل مسائل کی کارفرما مساعی میں یہ اصل تکوینی حقیقت اپنی حقیقی حیثیت سے الگ ثانوی درجے میں نظر آتی ہے کہ انسانی ذہن اور اس کے عقل و شعور کی انتہائی حد پرواز محسوسات کی حدود سے ماوراء نہیں ہے، چنانچہ فضائے بسیط میں پھیلا ہوا مادہ اور نیلگوں فضاء اس کے انتہائی فکر کی جولان گاہ ہے، لہذا وحی ربانی کے نشان زدہ راہنما خطوط کو صرف نظر کرکے مجرد عقل یا علم معقولات کی اساس پر ذات حق جل مجدہ کی ذات وصفات اور صدور کیفیات کو اپنی مادی حقیقت پر منطبق کرتے ہوئے کسی قسم کی تحلیل و تشریح فلسفیانہ دقیقہ رسی تو ہو سکتی ہے لیکن حقیقت اصلیہ کے رموز ہائے سربستہ تک رسائی کی راہ کو ہموار نہیں کر سکتی ہے، یا تو عبد و معبود کی صفات و کیفیات اور اس کے ظہور وصدور میں تطبیق کے مرحلے میں کما حقہ خالق کی تنزیہہ و تقدیس کے مرتبۂ کمال کے بیان میں خطا کا سزاوار ہوگا یا صفات و کیفیات کے صدور کو اپنے حادث وجود پر قیاس کرکے حق تعالیٰ کے مرتبۂ تفوق کے منبع اصل میں تقلیل وتفریط کا مرتکب ہوگا، کیونکہ خدائی کیفیات کا ظہور انسان سے ایک ہی وقت میں انتہائی متصل بھی ہے اور ماورائے شعور و فہم آخری درجے میں منفصل ہونے کے بعد بھی عیاذًا باللہ اجتماع نقیضین لازم نہیں آتا ہے، یہی وہ معنوی کیفیت ہے جس کو مسئلۂ معیت کے ذیل میں قرآن کریم نے جابجا ''ان اللہ معنا'' ''انی معکم'' ''اقرب الیہ من حبل الورید'' کے مختلف پیرائے میں بیان کیا ہے۔

محترم جناب مولانا بلال درویش صاحب کی زیر نظر تالیف ''معیت باری تعالیٰ علماء اہل السنت والجماعت کی نظر میں'' کا باعتبار عناوین مکمل اور باعتبار متن مختلف عبارات کا بالاستیعاب جستہ جستہ مطالعہ کیا، موصوف کی اس علمی مساعی میں صحیح الفکر حوالہ جات کی روشنی میں دقیق و عمیق موضوع متعلقہ کے حوالے سے تعمق مطالعہ کے زیر اثر مطلوب متوازن فکر کے نقوش و خطوط کے واضح ثبوت موصوف کی بے حد عرق ریز محنت پر دلالت کرتے ہیں۔ بارگاہ رب ذوالکرم میں دعاء گو ہوں حق تعالیٰ مؤلف محترم کی اس لائق قدر محنت کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے زیر نظر تالیف کو علمی دوائر و اجتماعیات میں قبولیت کے ساتھ نافعیت کا وسیلہ بنائیں، آمین یارب العالمین۔

[دستخط]

محمد سفیان قاسمی

مہتمم دار العلوم وقف دیوبند

مورخہ: ۹ رمحرم الحرام ۱۴۴۴ھ مطابق: ۸ راگست ۲۰۲۲ء

Office: +91-1336-222752, Mobile: +91-9927515725, E-mail: rector@dud.edu.in / info@dud.edu.in
website : www.dud.edu.in

تقریظ

Reg. No. 11/2018

مرکز التراث الاسلامی دیوبند

Markaz Al-Turath Al-Islami Deoband

Mohalla Khanqah, Deoband Distt. Saharanpur (U.P.) India

Mob.: 9457219272, 7895859167 Email ID: mtideoband@yahoo.com

تاریخ............... حوالہ...................

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم. أما بعد!

بتوفیق اللہ تعالیٰ، اکابر علمائے دیوبند کا مسلک عقائد و اعمال کے باب میں ہمیشہ ہی قرآن وسنت کی تعلیمات وہدایات کے مطابق مبنی بر اعتدال اور ہر طرح سے افراط و تفریط سے پاک رہا ہے۔ اور بفضل اللہ آج بھی ان کے پیروکاروں میں خواہ وہ کسی بھی درسگاہ کے فیض یافتہ ہوں اور دنیا کے کسی بھی گوشے میں آباد ہوں یہی خوبی پائی جاتی ہے کہ مسلک اعتدال کو اپنا معمو بہا بناتے ہیں۔ فالحمد للہ علی حسن توفیقه و احسانه۔

راقم سطور کو چونکہ ہندستان کے طول وعرض میں فرقہائے باطلہ کی جانب سے پیش آنے والے حالات کے سبب گاہے بگاہے اس طرح کے مسائل اعتقادیہ سے دل بہلانا پڑتا ہے۔ اس لیے بندہ کے تجربے میں یہ بات آئی کہ اس طرح کے موضوعات پر ابھی بہت کچھ کام کرنے کی ضرورت ہے۔ بالخصوص عقیدہ وعلم کلام میں اپنے اکابر رحمہم اللہ کے علمی وفکری ورثہ کو جدید اسلوب وزبان میں پیش کر دیا جائے تو یہ ایک عظیم کارنامہ ہوگا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان کے فاضل گرامی قدر استاذ جناب مولانا رضوان عزیز صاحب مدظلہ کے توسط سے اس پر کچھ تحریر کرنے کی غرض سے جب زیر نظر کتاب ''معیت باری تعالیٰ'' کا مسودہ موصول ہوا تو اپنی مصروفیات کے باعث صحیح بات یہ ہے کہ لکھنا تو دور اس کو پڑھنے کی پوزیشن میں بھی بندہ نہیں تھا، بالخصوص مسائل اعتقادیہ میں تو بلا مطالعہ بلکہ بنظر غائر مطالعہ کے بغیر تائید وتوثیق لکھنا بندہ گناہ عظیم سمجھتا ہے، اسی لئے معذرت بھی کرلی تھی لیکن بتوفیق باری تعالیٰ، جب اس مسودے کو دیکھنا شروع کیا تو پڑھتا ہی چلا گیا اور سیر حاصل مطالعہ کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ اللہ نے اپنے جس بندے کو اس پر قلم اٹھانے کی توفیق دی ہے بلاشبہ وہ موفق بالخیر ہے اور اس نے واقعی موضوع کا حق ادا کیا ہے۔ اگر مختصر لفظوں میں جناب مولانا بلال درویش صاحب مدظلہ کی اس تحقیق وتالیف پر تبصرہ کیا جائے تو بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ موصوف نے بتائید ایزدی، علمائے اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک کی معقول و درست ترجمانی کی ہے اور علمائے دیوبند کی جانب سے فرض کفایہ ادا کر دیا ہے۔ فجزاهم الله خیرا عن سائر المسلمین۔

راقم سطور نے دوران مطالعہ یہ دیکھا کہ پوری کتاب میں جہاں اپنی بات آئی ہے وہاں زور استدلال تو مولانا موصوف کا قابل داد ہے ہی؛ کام کی بات یہ ہے کہ مولانا بلال صاحب نے باطل فرقوں کی تردید کے باب میں بھی

اپنے متین لب ولہجہ اور سنجیدگی کو باقی رکھا ہے۔ یہ خوبی ماہر اساتذہ کی زیرنگرانی کام کیے بغیر نہیں آتی ہے۔''معیت باری تعالیٰ'' جیسے خالص علمی، اعتقادی اور کلامی مسئلے پر اس کے ترکیبی اجزا کو سمجھنے، ان کو جمع کرنے اور پھر درست نتائج تک پہنچنے میں بلاشبہ انھوں نے بڑی عرق ریزی کا ثبوت دیا ہے۔ بندہ اپنی کوتاہ دامنی کے اعتراف کے ساتھ عرض کرتا ہے کہ اس قدر درست تفصیل کے ساتھ اس موضوع پر اپنے تمام اجزاء کو لیے ہوئے آج تک کوئی کتاب بندے کے نظر سے نہیں گذری ہے۔

دعا ہے کہ باری تعالیٰ اسے قبولیت سے نوازے، اور اس کا نفع عام وتام فرمائے۔ اور جن اکابر واحباب نے اس کلامی مسئلے کی نکھار میں اپنی علمی کاوشیں پیش کی ہیں ان کی مساعی جمیلہ کو بھی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین بحرمة النبی الكريم صلى الله عليه و سلم .و على آله وأصحابه أجمعين الى يوم الدين .

شاہ عالم گورکھپوری

استاذ ونائب ناظم کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند

وسرپرست مرکز التراث الاسلامی دیوبند

۱۸ شعبان ۱۴۴۲ھ ۳۱ مارچ ۲۰۲۱ء

تقریظ

محقق العصر مولف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب حفظہ اللہ
(مفتی اعظم افریقہ)

اللہ تعالیٰ کی معیت اپنے بندوں کے ساتھ قرآن حکیم اور احادیث سے ثابت شدہ حقیقت ہے۔ جمہور علماء اس معیت کو معیت علمی، معیت قدرت وارادہ یا معیت نصرت پر محمول کرتے ہیں۔ زیر نظر کتاب میں اس کو بہت سارے حوالوں سے ثابت کیا گیا ہے۔ لیکن بعض اہل حق صوفیاء نے اس کو معیت ذاتی بلاکیف فرمایا ہے۔ جن اہل حق صوفیاء نے اس معیت کو معیت ذاتی بلاکیف فرمایا ہے وہ اکثر برصغیر کے صوفیاء ہیں۔ کیونکہ دمشق کے معاصر ایک محقق عالم نے جس کے اردن اور دمشق میں ہزاروں مریدین ہیں ایک کتاب لکھی ہے اس کا نام ہی انہوں نے "اللہ معنا بعلمہ لابذاتہ" رکھا ہے اس عالم کا نام شیخ عبد الھادی الخرسہ ہے۔

اس کتاب کے مندرجات سے پتہ چلتا ہے کہ برصغیر سے باہر کے صوفیاء معیت علمیہ کو مانتے ہیں وہ معیت ذاتی کے قائل نہیں۔ بہرحال بندہ عاجز کے خیال میں اس مسئلہ کو نزاعات اور جھگڑوں کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیے، اور اہل سنت والجماعت کے نوجوان علماء کو امت مرحومہ کے حال پر رحم کرنا چاہیے اور فروعی اختلافات کو حدود کے اندر رکھنا چاہیے اللہ تعالیٰ اس کتاب ک وقبول و مقبول اور رفع نزاع کا ذریعہ اور وسیلہ بنادیں اس پر ہماری کتاب العصیدۃ السماویہ شرح العقیدۃ الطحاویہ میں بھی مختصر بحث موجود ہے

فقط واللہ تعالیٰ اعلم
رضاء الحق عفی اللہ
شاہ منصور فی مضافات صوابی
5 شوال 1442ھ

تقریظ

فقیہ العصر استاد العلماء فخر الاماثل نمونہ اسلاف سیدی علامہ مفتی عبد القدوس ترمذی مدظلہم العالی جانشین فقیہ النفس مفتی اعظم پاکستان منظور اکابر دیوبند حضرت العلامہ مفتی عبد الشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وكفى والصلوة وسلام على عباده الذين اصطفى وعلى آله الأصفياء وأصحابه الأتقياء ، أما بعد !

احقر نے کتاب "اللہ تعالیٰ موجود بلامکان ہے" دیکھنے کا شرف حاصل کیا، اس میں اہل سنت والجماعت کے اس عقیدہ کہ "اللہ سبحانہ وتعالیٰ موجود بلامکان ہے، زمان ومکان کے اتصاف سے پاک ہے اور وہ باعتبار علم وقدرت کے ہر جگہ موجود ہے" کی صحیح ترجمانی کی گئی ہے، اور جمہور اہل سنت والجماعت کے اس عقیدہ کو دلائل صحیحہ سے ثابت کیا گیا ہے۔ قرآن کریم کی آیت مبارکہ ﴿وهو معكم أين ما كنتم﴾ [الحديد: 4] اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿ولا أدنى من ذلك ولا أكثر إلا هو معهم﴾ [المجادلة: 7] میں معیت سے مراد ذاتی معیت نہیں ہے، بلکہ باعتبار علم احاطہ مراد ہے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے ﴿وأن الله قد أحاط بكل شئ علما﴾ [الطلاق : 12] اس میں احاطہ باعتبار علم کی تصریح ہے۔

وهو مسلك جمهور أهل السنة والجماعة وهذا هو الحق والوسط ، والحق أحق أن يتبع ولله المؤفق والمعين ، ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم.

فاضل مؤلف سلمہ نے اِحقاق حق یعنی مسلکِ حق کے اثبات اور اس کی حقانیت کو دلائلِ صحیحہ وبراہینِ قاطعہ کے ذریعہ ثابت کرنے کے ساتھ ابطالِ باطل کے نظریات کا ذکر کرکے ان کی نہایت مدلل انداز اور بہترین اسلوب میں تردید بھی کی ہے، اس طرح اِحقاق حق اور ابطالِ باطل کا فریضہ انہوں نے بحسن وخوبی سر انجام دیا ہے۔

فلله الحمد وله الشكر ، وبنعمته تتم الصالحات.

اہل سنت والجماعت متکلّمین کے دونوں گروہ اشاعرہ اور ماتریدیہ یقیناً اہل حق ہیں، ان میں سے جن کے مسلک کو بھی لے لیا جائے صحیح ہے، ان دونوں میں سے کسی کے مسلک کو بھی گمراہی، ضلالت، بدعت یا

غلط نہیں کہا جاسکتا۔ البتہ اہل سنت جمہور متکلّمین کے خلاف فرق ضالہ مبتدعہ نے جو عقیدہ اور مسلک اپنایا اور اختراع کیا ہے وہ سراسر باطل اور غلط محض ہے۔

كما لا يخفى على أهل العلم والفضل.

اہل سنت والجماعت حضرات علماء دیوبند بھی چونکہ عقائد میں علماء متکلّمین اشاعرہ اور ماتریدیہ کے پیروکار اور متبع ہیں، اس لیے عزیز مؤلف سلمہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عبارات اور تصریحات سے بھی مسلک حق کی خوب وضاحت کی ہے، اور علماء دیوبند خصوصًا حضرت اقدس شیخ المشایخ اشرف العلماء حضرت حکیم الامت مجدد ملت محی السنۃ مولانا شاہ اشرف علی تھانوی قدس اللہ تعالیٰ سرہ کی عبارات کو نقل کرکے کتاب کو مزید شاندار اور جاندار بنایا گیا ہے، کتاب اہل علم کے لیے ایک عظیم تحفہ ہے، اُمید ہے کہ وہ ضرور اس کی قدر کریں گے۔

ع؛ إنما يعرف ذا الفضل من الناس ذوُوه.

اللہ تعالیٰ مؤلف سلمہ کی اس سعی و کاوش کو قبول فرماویں اور انہیں جزائے خیر عطا فرمائیں، اور جس مقصد کے لیے یہ کتاب لکھی گئی ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اس مقصد کو پورا فرمائیں۔

آمين وما ذلك على الله بعزيز ، وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد وعلى آله وصحبه أجمعين

فقط الداعي والمستدعي

أحقر عبدالقدوس ترمذي غفرله

(مدیر ورئیس) دارالافتاء جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

8 شوال المکرم 1441ھ

31/ مئی 2020

تقریظ

بسمہ تعالیٰ
Reg. No. B-139, Dhule
Web : www.jamiyaakkalkuwa.com
E-mail : jamiaakkalkuwa6@gmailcom
Jamia Islamia Ishaatul Uloom
Phone : 91-2567 - 252256, Fax. 252306
الجامعة الاسلامية اشاعة العلوم
Akkalkuwa - 425415, Dist. Nandurbar (M.S.) India
الواقعة اکل کوا، بمدیریة نندوربار، بولایة مهاراشتر، بالهند

عقیدہ اہل سنت والجماعت کے کتب خانہ میں ایک گراں قدر کتاب کا اضافہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم جس دور سے گزر رہے ہیں یہ فتنوں کا ہولناک دور ہے قدم قدم پر ہر روز فتنے جنم لیتے ہیں کہیں فتنوں کو مشتعل کرنے والا ہمارا دشمن ہوتا ہے تو کہیں اپنوں ہی میں ناقص العلم افراد اور جماعتیں ہوتی ہے جو ہر باب میں افراط و تفریط کا شکار ہو کر اعتدال اور وسطیت سے کے دامن سے ہاتھ جھٹک دیتے ہیں اس دور میں سب سے مشکل کام عقیدہ اور فکر میں اھل سنت والجماعت کے صحیح مسلک پر جم جانا ہے۔

انسان کی آزمائش ہی یہ ہے کہ وہ ضلالت و گمراہی سے اپنے آپ کو بچ بچا کر کیسے نکالنے میں کامیاب ہو جاتا ہے ہندی میں ضرب المثل مشہور نظر ہٹی دور گھٹنا گھٹی یعنی کتاب و سنت اور سلف صالحین کے منہج مسلک اور عقیدہ سے ذرا بھی آپ کی نظر ہٹی آپ کسی نہ کسی گمراہی میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

زیر نظر کتاب اھل سنت کے کتب خانہ میں گراں قدر اضافہ ہے جس میں معیت باری تعالی کے اعتقادی مسئلہ پر محقق و مدلل گفتگو اور بحث ہے جو صدیق مکرم مولانا بلال درویش صاحب کی محنت کا ثمرہ ہے بندہ اپنی علمی کم مائگی کے اقرار کے ساتھ مسلسل معذرت کرتا رہا مگر مولانا کے اصرار نے دو لفظ لکھنے پر مجبور کیا لکھنے سے پہلے پڑھنا ضروری تھا تو بندہ نے معتد بہ مقدار کو پڑھ اور اپنے موضوع پر اسے بہت عمدہ پایا۔

اللہ ہمارے ساتھ اور عرش پر کیسے ہے ؟ کا جواب اہل سنت اشاعرہ و ماتریدیہ کے یہاں اللہ موجود بلا مکان ہیں اللہ کے متعلق کیفیت کا سوال نہیں کیا جاسکتا وہ ہر جگہ پر علم کے اعتبار سے ہے اور عرش پر کما یلیق بشانہ ہے وہ مکان اور احتیاج مکان سے مستغنی اور بے نیاز ہے ابتدائی دور میں فرقہ جہمیہ اللہ کے عرش پر اور ہر جگہ ذاتی وجود کے قائل ہے جو کتاب و سنت اور سلف صالحین کے عقیدہ کے خلاف ہے عصر حاضر میں نام نہاد سلفی یعنی غیر مقلدین اس میں کلی مشکک کا شکار ہے ایک جانب شد و مد کے ساتھ جہمیہ کی تردید کرتے ہیں ساتھ متقدمین اہل سنت والجماعت جو صفات الٰہی کے باب میں تفویض مع التنزیہ کے قائل ہیں اور متاخرین جو تاؤیل کے قائل ہیں دونوں کی بھی زور و شور سے تردید کرتے ہیں اور پھر خود پھنس جاتے ہیں کبھی تجسیم کی سی بات کرتے ہیں تو کبھی تاؤیل کی سی مگر اہل سنت کی طرح کوئی واضح اور صاف ستھرا موقف نہیں رکھتے موصوف نے دونوں کی جم کر دلائل کے ساتھ اچھی خبر لی ہے علم الفرق اور علم العقیدہ پڑھنے پڑھانے والوں اور اس سے دلچسپی رکھنے والوں کو ضرور بالضرور اس کتاب کا ایک بار تو مطالعہ کرنا ہی چاہیے ان شاءاللہ مسئلہ بالکل روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا۔

اللہ موصوف کی خدمت کو شرف قبولیت سے نوازے اور نفع بخش بنائے اور موصوف کو اور صاحب افادات متکلم اسلام مولانا سجاد حجابی صاحب دامت برکاتہم کو اجر عظیم سے نوازے اور اس طرح کے علمی کاموں کو ان کے لیے ذخیرہ آخرت و سامان نجات بنائے اللہ ہم سب سے راضی ہو جائے۔ آمین یارب العالمین

حذیفہ غلام محمد وستانوی

استاذ حدیث و ناظم جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا
ضلع نندر بار مہاراشٹر انڈیا

تقریظ

مناظر اسلام جامع المعقول والمنقول شیخ التفسیر والحدیث
حضرت مولانا شیخ رحیم اللہ حقانی دامت برکاتہم
استاد الحدیث جامعہ زبیریہ دیر کالونی پشاور

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبي بعده **أما بعد** :

احقر نے مولانا محمد بلال درویش صاحب کی کتاب مسئلہ معیت باری تعالیٰ کے موضوع پر دیکھنے کا شرف حاصل کیا زیر نظر مسئلہ (یعنی مسئلہ معیت) میں اہل سنت والجماعت متکلّمین کا مسلک یہ ہے کہ اللہ موجود بلا مکان ہے اور آیات معیت میں معیت سے مراد معیت علمی ہے۔ فاضل محترم نے اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کی صحیح ترجمانی کی ہے، اللہ جل شانہ موصوف کو اجر عظیم عطاء فرمائے۔

رحیم اللہ الحقانی[1]

[1] حضرت شیخ صاحب قریب ہی میں انتہائی بے دردی سے شہید کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ حضرت شیخ صاحب کو بلند درجات نصیب فرمائے۔ درویش۔

تقریظ

مولانا مفتی امداد اللہ انور صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده ونصلي علي رسوله الكريم أما بعد!

عزیز القدر جناب حضرت مولانا بلال درویش صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ برادر عزیز جناب حضرت مولانا سجاد الحجابی دامت برکاتہم العالیہ کے تلمیذ خاص ہیں، اور اپنے استاذ کی طرح باکمال ہیں، ان کی کتاب مسئلہ معیت پر دیکھنے سے میری حیرت کی انتہاء نا رہی، کہ کس پایہ سے اس مسئلہ کو دلائل باہری کا انبار لگا کر مبرہن کردیا ہے، مسئلہ کے کسی پہلو کو تشنہ نہی چھوڑا، اکابر علماء دیوبند، اکابر ماتریدیہ، ائمہ احناف، ائمہ شوافع، ائمہ مالکیہ، ائمہ حنابلہ، مفسرین، محدثین، متکلّمین کے حوالہ جات سے اپنے مسئلہ حقہ کو مضبوط طریقہ سے ثابت کرکے قریب وبعید اور موجودہ زمانہ کے منکرین حق سلفی لامذھبین، عثیمینین اور تیمیوں کا ناطقہ بند کردیا ہے۔ وماذا بعد الحق إلّا الضلال!

راقم الحروف کا بھی مکہ مکرمہ میں عثیمین کے شاگردوں سے کامیاب مباحثہ ہوچکا ہے، جس میں ان کو میدان سے بھاگتے ہی بنی، بہرحال یہ کتاب اہل سنت والجماعت احناف کیلئے سبب بصیرت تو ہے ہی، اگر منکرین بھی اس کو بنظر انصاف دیکھیں گے، تو ان کو حق بات کے قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہے گا۔

یہ مسئلہ نہایت اہمیت کا حامل ہے، اور بعض حضرات قدیم سے اس میں اختلاف کرتے چلے آرہے ہیں، اور ان کا یہ اختلاف مسئلہ کے حق پہلو کو اجاگر کرنے کا بہترین سبب بنا ہے، اور علماء حق کا فرض اور طریقہ رہا ہے، کہ وہ ہر فتنے کا ہمیشہ سے تعاقب کرتے آئے ہیں، اور مسلمانوں کے عقائد کی حفاظت کرتے رہے ہیں۔

حضرت مولانا بلال درویش صاحب بھی اس سلسلہ میں شامل ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت حقہ کو اپنی بارگاہ ایزدی میں قبوول و منظور فرمائیں، اور اس کتاب کو باعث ہدایت بنائیں فقط۔

امداد اللہ انور

خادم القرآن والحدیث

دار المعارف ملتان

8-01-2022

تقریظ

مناظر اسلام اہل سنت والجماعت حضرت مولانا رسال محمد صاحب

الحمد لله على ما عرفنا من توحيده، و صلوته و سلامه على سيدنا محمد خير عبيده، و بعد:

بطور تمہید عرض ہے کہ دین اسلام کو اللہ تعالیٰ نے "دین وسط" قرار دیا ہے، دین اسلام میانہ روی اور اعتدال کا حامل مذہب ہے، اسلام میں اعتقادی، فکری، نظریاتی و دیگر تمام شعبہ ہائے حیات میں افراط و تفریط کی گنجائش نہیں ہے۔ اسلام گمراہی کے دونوں سرے غلو و تقصیر سے محفوظ ہے، لیکن یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ تفریط و تقصیر کے مقابلے میں افراط و غلو زیادہ خطرناک ہے، کیونکہ تقصیر کی صورت میں عموماً غلطی کا احساس ہوتا ہے جب کہ غلو میں مبتلا شخص اپنے کو برحق سمجھتا ہے، بزعم خود اپنی دینداری میں مست و مگن ہوتا ہے جب کہ در حقیقت راہِ حق اور صراط مستقیم سے وہ دور جا چکا ہوتا ہے، روش اعتدال پر قائم رہنا آسان کام نہیں بلکہ ایک بڑا چیلنج اور امتحان ہے، اعتدال پر چلنے والا انسان چکی کے دو کھردرے پاٹوں کے درمیان پستا رہتا ہے، اس سے نہ پہلا گروہ خوش ہوتا ہے اور نہ دوسرا۔

اہل اسلام میں سے اللہ رب العزت نے اہل سنت والجماعت کو اعتدال پر قائم رکھ کر تمام شعبہ ہائے زندگی میں افراط و تفریط سے محفوظ فرمایا ہے اہل سنت والجماعت کی جامعیت، اعتدال اور افراط و تفریط سے پاک، دین کی صحیح تعبیر پوری امانت و دیانت کے ساتھ ہمارے اکابر علماء دیوبند کی تحریرات و تشریحات میں موجود ہے۔ فکری و نظریاتی اعتدال قائم رکھنے، دامن کو افراط و تفریط سے بچانے کے لیے اکابر دیوبند کی تحقیقات پر اعتماد کرنا ہی واحد راستہ ہے۔

آمدم بر سر مطلب: کچھ عرصہ سے ایک مسئلہ "معیت و قرب باری تعالیٰ" اہل علم کے مابین زیر بحث چلا آرہا ہے، یہ مسئلہ خالص علمی نوعیت کا تو تھا، لیکن علم کلام سے خاصی مناسبت کی وجہ سے اس کی پوری تنقیح کے لیے علم کلام سے واقفیت ضروری تھی، تاکہ اس مسئلے کے ہر پہلو سے بحث ہو جائے، اللہ جزاء خیر دے برادر محترم مولانا بلال درویش صاحب مدظلہ کو جنہوں نے اس مسئلے کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے انتہائی سنجیدگی و متانت سے علمی و تحقیقی انداز میں اس موضوع پر سیر حاصل گفتگو کر کے ایک طرف جہمیہ حلولیہ کا تعاقب کیا تو دوسری طرف فرق مراتب کا لحاظ کرتے ہوئے اہل سنت کے تینوں مسالک کی کما حقہ وضاحت کی۔

فرق مراتب سے اہل سنت کے تینوں مسالک اپنی جگہ برحق ہیں، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے "تفویض" سلف کا مسلک قرار دیا ہے" (الکشف عن مهمات التصوف، ص۳۱۱)، اور "معیت ذاتی بلاکیف" اور "معیت علمی" کو بھی برحق تسلیم کیا ہے (بوادر النوادر ش ۵۰، ۵۱) اسی طرح شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی متکلّمین کا مذہب "معیت علمی" اور صوفیاء کا "معیت ذاتی بلاکیف" نہایت بسط سے بیان فرمایا ہے۔ (اخبار الاخیار ۱۸۵)

بہرحال تفویض، معیت ذاتی بلاکیف، معیت علمی، سب اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے، اگر فرق ہے تو یہ کہ "معیت علمی" جمہور اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے جس پر مؤلف نے تقریبا (۴۰) اجماع کے حوالہ جات بھی پیش کیے ہیں، اور "معیت ذاتی بلاکیف" بعض اہل حق صوفیا کا مسلک ہے۔ اب اگر کوئی "معیت ذاتی بلا کیف" کو جمہور کا مذہب باور کراتا ہے اور یا کوئی "معیت ذاتی بلاکیف" کا سرے سے انکار کرتا ہے تو یہ اس مسئلہ میں افراط وتفریط کے مترادف ہوگا، البتہ خواص اور اہل علم حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس جملے کو قطعا نظر انداز نہ کریں:

"ومن لم يقدر على اعتقادها بلا كيفيته، فالأسلم له أن يقول بالمعية الوصفية فقط" (بوادر النوادر)

میں اُمید کرتا ہوں کہ برادر محترم مولانا بلال درویش صاحب کے رسالہ کا بنیادی مقصد بھی افراط وتفریط سے پاک اہل سنت کے مسلک اعتدال کی وضاحت ہوگی، اللہ رب العزت مؤلف کی یہ کاوش اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں۔ آمین

بندہ نہ تو تقریظ لکھنے کے قابل ہے، اور نہ اس کی صلاحیت ہے۔ بار بار پہلوتہی کے باوجود برادر محترم مولانا بلال درویش صاحب کی جانب سے کچھ لکھنے کا اصرار رہا، مجبورا یہ چند سطور لکھی ہیں، اللہ رب العزت کوتاہی کو معاف فرمائیں۔

اللهم أرنا الحق حقًا وارزقنا اتّباعه وأرنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه

أمين بجاه النبي الكريم.

رسال محمد

خادم مدرسہ حدیقۃ العلوم باجا، صوابی

تقدیم

محدث العصر زبدۃ المحدثین مؤرخ اسلام
حضرت مولانا مفتی سید گوہر علی شاہ دامت برکاتہم
خلیفہ مجاز مفتی اعظم پاکستان امام الاولیاء حضرت مولانا مفتی فرید حقانی رحمۃ اللہ علیہ

الحمد لله الذي لا ينقضي عجبُ العُقلاءِ منْ بَديعِ صَنْعِها، الحكيم في عطائه ومنعه ، والصلاة والسلام على سيدنا محمد الذي غُرس في القلوب حبه ،فأنظروا إلى ثمره إذا أثمر وينعه، وبعد :

بندہ فقیر عرض کرتا ہے کہ اپنی علمی سیاسی وسماجی اور علاقائی مصروفیات سے جان چھڑانا آج کل بہت مشکل ہے، مگر مولانا بلال درویش صاحب کی استدعاء پر کچھ کہنے کی جسارت کرتا ہوں۔

پہلی بات یہ ہے کہ ہم علمائے دیوبند عقائد کے باب میں بقول حکیم اسلام قاری طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ اشعریت پسند ماتریدی ہیں۔[1]

لہذا علم العقائد یا علم الکلام میں جو فرق ضالہ اشاعرہ اور ماتریہ کے مخالف ہے، یہی فرقے علمائے دیوبند کے مخالف بھی ہیں، کیونکہ علمائے دیوبند کوئی نیا فرقہ نہیں۔

دوسری بات یہ ہے، علم العقائد میں ایک اہم بحث اللہ تعالیٰ کی اسماء وصفات کا بھی ہیں۔ بحث اسماء و صفات کے بہت سے مصطلحات ہیں۔ اور اس مصطلحات سے واقفیت علم عقائد سے دلچسپی رکھنے والے طالب العلم کے لیے ضروری ہے۔ لیکن ہم وقت کی تنگی کے پیش نظر صرف دو اصطلاحات کی نشاندہی کرتے ہیں۔

پہلی اصطلاح اسماء وصفات، یعنی اسماء وصفات کسے کہتے ہیں اور ان کے درمیان فرق ہے یا نہیں؟

اسماء وصفات میں فروق

1) اسم وہ ہے جو یا تو فقط اللہ کی ذات پر دلالت کرے جیسے لفظ اللہ یا لفظ خدا فارسی میں، اور یا باعتبار صفت اللہ کی ذات پر دلالت کرے جیسے رحمن، رحیم وغیرہ۔ اور صفت وہ ہے جو ایسے معنی پر

---

[1] علمائے دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج ص594 مجموعہ رسائل ج 3

دلالت کرے جو اللہ کی ذات کے ساتھ قائم ہو۔

2) اسماء سے صفات یعنی افعال مشتق ہوسکتے ہیں۔ جیسے رحیم سے رحم، کریم سے کرم مگر صفات سے اسماء مشتق نہیں ہوسکتے جیسے صفت استواء سے مستوی یا ضحک سے ضاحک وغیرہ۔

3) اسم کے ساتھ تعبُّد درست ہے جیسے عبد الرحمن، عبد الجبار وغیرہ اور صفت کے ساتھ درست نہیں۔ لہذا اس طرح نہیں کہا جاسکتا کہ عبد الرحم، عبد الرحمۃ وغیرہ۔

4) اسم کے ساتھ سوال کرنا درست ہے جیسے یا کریم، یا رحیم وغیرہ اور صفت کے ساتھ درست نہیں جیسے یا رحم وغیرہ۔

5) "اسم" لغت میں علَم ہوتا ہے اور صفت مصدر ہوتا ہے جیسے عزیز علَم ہے اور عزت مصدر ہے، پھر صفات کی بہت سی اقسام مختلف اعتبارات سے علمائے متکلّمین نے بیان کی ہیں۔ ان میں سے ایک تقسیم ذاتی اور فعلی کی بھی ہے۔

صفات ذاتی اور فعلی کی وضاحت

صفات ذاتی وہ صفات خداوندی ہیں جو ذات باری تعالیٰ سے تعلق رکھتی ہوں جیسے صفت علم، قدرت اور حیات وغیرہ۔

صفاتِ فعلی وہ صفاتِ الٰہیہ ہے جو کہ افعال سے یعنی کرنے نہ کرنے سے متعلق ہوں جیسے نزول، رضاء اور غضب وغیرہ۔

صفاتِ ذاتیہ اور فعلیہ میں فرق

1) صفاتِ ذاتیہ کی ضد کے ساتھ اللہ سبحانہ موصوف نہیں ہوسکتا۔ جیسے علم وقدرت اللہ تعالیٰ علم وقدرت کے ساتھ موصوف ہوسکتے ہیں اور اس کی ضد جہل اور عجز کے ساتھ موصوف نہیں ہوسکتے۔ بخلاف صفات فعلیہ کے کہ ان کی ضد کے ساتھ بھی اللہ سبحانہ موصوف ہوسکتا ہے مگر ان کا تعلق غیر کے ساتھ ہو، جیسے مارنا اور جلانا، عزت دینا اور ذلت دینا۔

2) صفات ذاتیہ کے عدم سے اللہ کی ذات میں نقصان لازم آئے گا، بخلاف صفات فعلیہ کے کہ اس کے عدم سے نقصان نہیں ہوگا۔

صفات ثبوتی اور سلبی

پھر ایک اور اعتبار سے صفات کی دو قسمیں ہے، صفات ثبوتی اور سلبی صفات ثبوتیہ وہ صفات ہیں جو اللہ سبحانہ نے اپنے لیے یا اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کے لیے ثابت کی ہوں۔

صفات سلبیہ وہ صفات ہیں جس کو اللہ سبحانہ نے اپنے سے نفی کیا ہو یا رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے نفی کیا ہو۔

صفات ثبوتیہ میں سے ایک صفت اللہ کی صفت قرب و معیت بھی ہے۔ صفت قرب و معیت کا ذکر تقریبا سولہ آیات کریمہ اور متعدّد احادیث میں وارد ہے۔ اب اللہ کی مخلوق سے معیت کس اعتبار سے ہے، اس باب میں اہل حق کے تین مسلک بندہ کو کتابوں سے ظاہر ہوئے ہیں۔

صفت معیت میں تین مسالک

پہلا مسلک تفویض کا ہے کہ معیت اللہ کی مخلوق سے حق ہے مگر بے کیف ہے اور اس کی حقیقت اللہ کو ہی معلوم ہے۔ دوسرا مسلک اہلِ سنت والجماعت کا ہے کہ معیت سے مراد معیت بالعلم والقدرۃ ہے اس پر اجماع بھی ہے اور تقریبا کتابوں سے بندہ نے 27/اجماعات اور فاضل مؤلف نے 35/اجماعات نقل کی ہے۔

تیسرا مسلک بعض اہل حق صوفیائے کرام کا ہیں کہ معیت باری تعالیٰ مخلوق سے بالذات ہے

میرے علم کے مطابق یہ مسلک صوفیائے کرام کا ذوق ہے عقیدہ نہیں اور بقول حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ یہ ایک کشفی خطاء ہے جو حضرات صوفیائے کرام سے صادر ہوئی ہے۔

اکابر علمائے کرام کی کتب میں بعض قسم کی عبارات تو وہ ہیں جس میں معیت بالعلم کا ذکر ہے، جس سے صاف طور پر ظاہری معنی یعنی معیت ذاتی مراد نہ ہونے پر ردّ ہے۔ اس قسم کی عبارات تو بہت ہیں، بندہ نے تقریبا 450/کتب سے اس قسم کے حوالاجات جمع کئے ہیں۔

دوسری قسم کی عبارات ایسی بھی ہیں جس میں اللہ کی معیت کو علمی کہا گیا ہے اور ساتھ ساتھ معیت ذاتی پر ردّ بھی ہے اس قسم کی تقریبا 60/سے زیادہ عبارات بندہ نے جمع کی ہیں۔

امام بدرالدین محمود بن احمد حنفی عینی (م 855ھ) معیت ذاتی پر ردّ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

قوله:أنا مع عبدي هذه المعية معية الرحمة، وأما في قوله: وهو معكم أينما كنتم فهي معية العلم. وحاصل الكلام أنا مع عبدي زمان ذكره لي بالحفظ

والكلاءة لا على أنه معه بذاته.[1]

اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں معیت ذاتی پر صریح رد کیا ہے۔تیسری قسم کی عبارات کتب میں ایسی ملتی ہے جن میں معیت ذاتی کا ذکر ہے۔ اس قسم کی عبارات بعض صوفیائے کرام کی ہیں، بلکہ میرے علم کے مطابق صرف ہندی صوفیائے کرام کی ہے اور صوفیائے کرام کے علاوہ متکلّمین میں سے کسی ایک نے بھی معیت ذاتی کا قول نہیں کیا۔

علمائے دیوبند کا مسلک

علمائے دیوبند کا مسلک ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ وہ عقائد میں اشعریت پسند ماتریدی ہیں ۔ اور مذکورہ تفصیل علمائے دیوبند کی کتابوں میں بھی ہے ۔ علمائے دیوبند کی کتابوں میں معیت علمی پر میں نے تقریبا 20/کتابوں سے حوالاجات نقل کئے ہیں، اگر ہر ایک کتاب کے تمام حوالاجات جمع کئے جائیں تو بہت طوالت ہوجائے۔علمائے دیوبند کی کتب میں صراحت کے ساتھ معیت ذاتی پر ردّ موجود ہے ۔

پس خلاصہ یہ ہے کہ معیت علمی ایک اجماعی مؤقف ہے اور علمائے دیوبند کی اکثریت بھی اس قول کے موافق ہے ۔ اور معیت ذاتی بھی بعض اہل حق صوفیائے کرام کا مسلک ہے جو ایک ذوقی اور کشفی ہے۔ ہم اس کی تضلیل نہیں کرتے، کیونکہ یہ اہلِ حق صوفیائے کرام کا مسلک ہے، البتہ ہم اس کی درست توجیہ کرتے ہیں ۔

آخر میں ایک گذارش کرتا ہوں کہ بعض نادان غیر مقلدین علمائے دیوبند کی طرف جہمیت کی نسبت کرتے ہیں، حالانکہ علمائے دیوبند میں کسی نے بھی اللہ کے لیے مکان ثابت نہیں کیا۔اگر علمائے دیوبند نے صوفیائے کرام کے اس قول کی توجیہ کی ہے تو یہ اس وجہ سے کہ صوفیائے کرام بھی اہل حق ہیں، لہذا ہم ان کی طرف تضلیل کی نسبت نہیں کرتے ۔ البتہ ہم اس قول یعنی معیت ذاتی کو حضرت مجدد کے بقول خطائے کشفی کہہ سکتے ہیں ۔اور یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم جہمیت کے قول کو اختیار کریں، حالانکہ ہمارے علمائے کرام نے تو جہمیہ کی تردید کی ہے، ایک مقام پر امام ابو شکور سالمی کہتے ہیں:

نقول بأن الله تعالىٰ لو كان في كل مكان يؤدي إلى أن يكون في أفواه الدواب والكلاب و أفراج النساء والإماء وهذا كفر قبيح.[2]

---

[1] عمدة القاري،شرح صحيح البخاري ج25 ص181 ط دار إحياء التراث العربي – بيروت

[2] تمهيد للسالمي ص109 دار الكتب پشاور

ہم کہتے ہیں کہ اللہ کا وجود اگر ہر مکان میں ثابت ہوجائے تو یہ اس کی طرف مفضی ہوجائے گا کہ پھر اللہ تعالیٰ حیوانات اور کتوں کے منہ اور عورتوں اور لونڈیوں کے فروج میں بھی موجود ہو اور یہ بدترین کفر ہے۔

ایک نکتہ یہ بھی ذکر کرتا چلوں کہ حضرت مجدد نے لکھا ہے کہ اعتقادات اور فقہ کے باب میں ہم متکلّمین اور فقہائے کرام کی تعبیرات سے اتفاق کرتے ہیں، صوفیائے کرام کی تعبیرات کو ہم اعتقادات میں نہیں لیتے۔ اسی طرح یہ کہنا کہ علمائے دیوبند معیت ذاتی کے قائلین ہیں اور معیت علمی کے منکر ہیں۔ یہ بات بالکل غلط ہے، ہم اس بات سے بالکل اتفاق نہیں کرسکتے، بلکہ علمائے دیوبند کا صحیح مسلک وہ ہے جو ہم نے اُوپر لکھا ہے۔

زیرِ نظر کتاب جو مولانا بلال درویش صاحب نے لکھی ہے، یہ علمائے دیوبند کے مسلک کی درست ترجمانی ہے، اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور مزید کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس کتاب کے لکھنے سے پہلے بندہ نے اس موضوع پر کافی مواد جمع کیا تھا اور ایک تالیف کا ارادہ تھا مگر جب یہ کتاب دیکھی تو اپنے حوالاجات بھی فاضل مؤلف کو دے دیئے اور ہماری دِلی تمنا پوری ہوگئی۔ کیونکہ ہمارا مقصد صرف جمہور علمائے کرام بالخصوص جمہور علمائے دیوبند کے مسلک کی وضاحت تھی، کسی کی تردید مقصود نہیں تھی۔ اُمید ہے کہ فاضل مؤلف کی بھی یہی تمنا رہی ہوگی جو الحمدللہ کافی حد تک پوری ہوگئی ہے، اللہ اس کاوش کو قبولیت سے نوازیں۔ آمین

بندہ گوہر علی شاہ

پیشِ لفظ

نحمدك يا من لا شريك لك، ولا مثيل لك و لا شبيه لك، تعاليت وتنزهت عن صفات الحوادث، لا شيء قبلك ولا معك، أنت الأول بلا بداية، والآخر بلا نهاية، لا يُشبِهك شيءٌ من خلقك ، سبحانك أن يكون لك مكان أو زمان، حمدَ عبدٍ مُقِرٍّ لك بالوحدانية، مُنَزِّهٍ لك عن الحدود، والغايات ﴿ليس كمثله شيءٌ وهو السميع البصير﴾وأصلي وأسلم على خير خلق الله وأعلمهم به سيدنا محمد أفضل صلاة، كلما ذكره الذاكرون، وغفل عن ذكره الغافلون، وعلى آله الطيبين الطاهرين، وأزواجه أمهات المؤمنين، وأصحابهم أجمعين، و من تبعهم بإحسان إلي يوم الدين. وبعد:

انسان کے ضعف،کم علمی،اور جہالت کا حال یہ ہے،کہ اپنے قریب تر نفس و روح اور اپنے ارد گرد ماحول میں ہزاروں چیزوں کی حقیقت اور ماہیت سے بے خبر اور جاہل ہے۔جب اپنی روح اور نظر آنے والی بے شمار مخلوقات کی حقیقت جاننے سے عاجز ہے، تو اس ذات حق کی کنہ اور حقیقت سے کیسے واقف ہو سکتا ہے جو اوّل وآخر بھی ہے،ظاہر و باطن بھی، تصور سے دور بھی اور شہ رگ سے قریب بھی۔ليس كمثله شيء وهو السميع البصير. اس لیے علماء سلف صالحین نے ذات اور صفات کی آیات میں حقیقت اور کنہ کی فلسفیانہ کھوج میں پڑنے سے منع فرمایاہے۔حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «تَفَكَّرُوا فِي خَلْقِ الله، وَلَا تَفَكَّرُوا فِي الله فَتهْلِكُوا» [1]

اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں غور وفکر کرو، خود ذاتِ حق میں غوروفکر نہ کرو،ورنہ (گمراہ ہوکر) ہلاک ہو جاؤگے۔

---

[1] كتاب العظمة لأبي الشيخ الإصفهاني ج1ص 214

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

العجز عن درك الإدراك إدراك.[1]

والبحث عن سرّ ذات الله إشراك.[2]

ادراک کے پالینے سے عاجز ہونا بھی ایک قسم کا ادراک ہے۔اور ذات خداوندی کے سِر کی تلاش وجستجو میں مستغرق رہنا شرک ہے۔

بعض عارفین فرماتے ہیں:

سبحان من رضي في معرفته بالعجز عن معرفته.[3]

پاک ہے وہ ذات جو اپنی معرفت کے بارے میں معرفت سے عاجزی پر ہی راضی ہوجاتی ہے۔

بس ذات حق کی پہچان یہ ہے، کہ جو آپ کے تصور میں آئے، اللہ سبحانہ کی ذات اس تصور کے خلاف ہوگی۔

كل ما صوّره الأوهام والأفكار فالله سبحانه بخلافه.[4]

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
بس جان گیا میں تیری پہچان یہی ہے

لیکن اس کے ساتھ ساتھ مومن کے لیے اللہ کی ذات وصفات پر ایمان رکھنا بھی ضروری ہے۔ارشاد خداوندی ہے:

﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا الله وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ﴾[محمد:19]

آیت کریمہ کی ابتداء میں علی سبیل الایقاظ اعْلَمْ کا صیغہ ذکر کیا گیا ہے اور اس کے بعد دو انتہائی اہم حکم

---

[1] فيض القدير شرح الجامع الصغير لعلامة محمد عبد الرؤوف المناوي، دار الكتب العلمية، بيروت ج6 ص235.

[2] التفسير المظري ج1 ص28.

[3] شرح السيوطي لسنن النسائي، ج1 ص103، مكتب المطلبوعات الإسلامية حلب.

[4] قول علي الروذباري في رسالة القشيريةص69 ، ط :شركة القدس مصر.

ذکر کئے گئے ہیں، پہلا حکم ہی معرفت توحید کا ہے، ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾[الذریات:56]

اور نہیں پیدا کیا ہم نے جن وانس کو مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔

اور ظاہر ہے کہ عبادت اور بندگی تو تب کی جاتی ہے جب بندے کو اپنی اور اپنے آقا کی پہچان ہو جائے تو گویا معرفت کے لیے عبادت مستلزم ہے، اس لیے ان کو پیدا کیا کہ وہ مجھے پہچانیں۔

حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت ضروری ہے، اس کے بغیر آدمی مؤمن نہیں ہوسکتا۔ مگر دوسری طرف کمزور مخلوق کی طاقت ہی نہیں کہ خالق لم یزل کی ذات وصفات سے صحیح طور پر واقف ہوسکیں۔ اسی لئے سلف صالحین نے مسئلہ کی نزاکت اور باریکی کے پیش نظر اس بارے میں زیادہ گہرائی میں جانے اور بحث وتمحیص سے منع فرمایا ہے۔ البتہ ائمہ اہل السنت والجماعت (جو کہ اُمت مسلمہ کے لیے اطبائے روحانی کی حیثیت رکھتے ہیں) نے اُمت مسلمہ کو کج روی اور ضلالت سے بچانے کے لیے اس میں بقدر ضرورت کلام کیا ہے اور اس پر ان کی نصوص شاہد ہیں۔ پس ائمہ اہل السنت والجماعت نے نصوص صفات متشابہات میں جو کلام بوجہ ضرورت کیا ہے، راہ حق کے ایک طالب العلم کے لئے اس کلام سے من وعن اتفاق رکھنے میں خیر وعافیت ہے۔ لیکن افسوس اُمت مسلمہ میں تجسیم کی جو بلاء یہود سے سرایت کرکے آئی، اس کے نتیجے میں بعض جاہلوں نے یہ عقیدہ اختیار کیا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے عرش پر قائم ہیں۔ (العیاذ باللہ) ان لوگوں کے مقابلے میں بعض لوگوں نے یہ عقیدہ اختیار کیا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے ہر جگہ موجود ہیں۔ (العیاذ باللہ) اور ایک خالص علمی اور کلامی بحث کو عوام کے سامنے لایا گیا جو کہ فتنے کا سبب بن رہا تھا۔ اس لیے بندہ نے ایک طالب العلم ہونے کے ناطے اپنے اسلاف، مفسرین، اور محدثین، محققین علماء، اہل سنت والجماعت اشاعرہ اور ماتریدیہ کے اقوال نفیسہ کو جمع کرکے مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ راہ حق تلاش کرنے والوں کے لیے یہ چند سطور ان شاءاللہ مینارہ نور ثابت ہوں گی۔

واللہ الموفق وھو المستعان

کیفیت تصنیف

کتاب کو سہولت کی خاطر درج ذیل آٹھ ابواب اور خاتمہ میں تقسیم کیا گیا ہے۔

باب اوّل

اس میں چار مطالب ہیں:

1) مطلب اوّل: میں مسئلہ معیت کا تعارف ہو گا۔

2) مطلب دوم: آیات معیت۔

3) مطلب سوم: اقسام معیت۔

4) مطلب چہارم: مسئلہ معیت میں مختلف مکاتب فکر کا عقیدہ و نظریہ۔

باب دوم

اس باب میں معیت علمیہ کے متعلق اجماع پر دلالت کرنے والی نصوص ذکر کی گئی ہیں۔

باب سوم

اس میں دو مطلب ہیں:

1) مطلب اوّل میں معیت سے معیت علمی مراد ہونے پر مفسرین، محدثین اور متکلّمین کے اقوال اسلام کی چودہ سو سال تاریخی ترتیب کے مطابق نقل کیے گئے ہیں۔

2) مطلب دوم میں معیت کے معنی میں تفویض کے اقوال کا ذکر کیا گیا ہے۔

باب چہارم

اس باب میں دو مطلب ہیں۔

1) مطلب اوّل: اس میں معیت علمی پر اکابرین دیوبند کے اقوال ذکر کیے گئے ہیں۔

2) مطلب دوم: میں ان حضرات کے معیت کے معنی میں تفویض کے اقوال ذکر کیے گئے ہیں۔

باب پنجم

اس باب میں خاص طور پر اس تعبیر (کہ اللہ ذات کے اعتبار سے ہر جگہ موجود ہے) پر مدلل ردّ کیا گیا ہے اور قائلین معیت ذاتی کے استدلات کے جوابات دیے گئے ہیں۔

باب ششم

یہ باب تین مطلبوں پر مشتمل ہے۔

1) مطلب اوّل: اس میں قرآن کے ظاہر سے استدلالات کے جوابات دیے گئے ہیں۔

2) مطلب دوم: اس میں احادیث کے ظاہر سے استدلالات کے جوابات دیے گئے ہیں۔

3) مطلب سوم: اس میں معیت ذاتی پر بعض علمائے کرام کی طرف منسوب اقوال کا جائزہ لیا گیا ہے۔

باب ہفتم

اس باب میں مسئلہ معیت ذاتی اور علمی پر ایک مناظرہ ذکر کیا گیا ہے اور اس پر تبصرہ کیا گیا ہے۔

باب ہشتم

اس باب میں تین مطلب ہیں۔

1) مطلب اوّل: اس میں صفات متشابہات کے متعلق اسلاف کی احتیاط پر مبنی چند اقوال بیان کیے گئے ہیں۔

2) مطلب دوم: اس میں استوی علی العرش کے متعلق مسلک غیر مقلدین یعنی استوی بذاته کا ابطلان کیا گیا ہے۔

3) مطلب سوم میں ''أين الله'' سے سوال کا صحیح جواب دیا گیا ہے۔

خاتمہ کتاب

اس میں اکابرین دیوبند کے تطبیقی اقوال اور نتیجہ بحث بیان کیا گیا ہے۔اس تحریر کا بنیادی مقصد صرف اور صرف اہل سنت والجماعت اشاعرہ وماتریدیہ کے صحیح موقف کی وضاحت کرنا ہے۔تاکہ اہل حق اپنے موقف پر بصیرت کے ساتھ قائم رہیں اور اہل سنت کے مسلک کو اختیار کرتے ہوئے تشبیہ اور تجسیم سے محفوظ ہوجائیں۔بندے کو اپنی کم علمی کے بارے میں کوئی غلط فہمی نہیں ہے۔لہذا کتاب میں جو بھی غلطی ہو وہ اسی کے ذمہ ڈالی جائے اور اگر مطلع کر دیا جائے تو اللہ تعالیٰ آپ کو اجر دیں گے۔اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے اور اسے دنیا وآخرت میں ذریعہ نجات بنائے۔آمین ثم آمین

بلال درویش

ہفتہ، محرم الحرام 1440ھ بمطابق 21 ستمبر 2018

باب اوّل

اس باب میں چار مطالب ہیں۔

- مطلب اوّل: مسئلہ معیت کا تعارف۔
- مطلب دوم: آیات معیت۔
- مطلب سوم: اقسام معیت پر تفصیلی بحث۔
- مطلب چہارم: مسئلہ معیت میں مختلف مکاتب فکر کا عقیدہ و نظریہ۔

مسئلہ معیت کا تعارف

قرآن کریم میں متعدّد آیات کریمہ میں قرب باری تعالیٰ کا ذکر موجود ہے جیسے:

﴿وهو معكم أينما كنتم﴾

اور وہ آپ کے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو۔

نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ونحن أقرب إليه من حبل الوريد﴾

ہم اس (انسان) کے قریب ہیں شہ رگ سے زیادہ۔

اس قرب اور معیت سے مراد کیا ہے ؟آیا اللہ تعالیٰ باعتبار ذات کے ہر کسی کے قریب ہے ؟یا باعتبار علم وقدرت کے ؟اس مسئلہ کو مسئلہ معیت باری تعالیٰ کہتے ہیں۔

مطلب دوم: آیات معیت

قرآن کریم کی متعدّد آیات کریمہ میں لفظ مع کا ذکر ہے ان کو آیات معیت سے تعبیر کیا جاتا ہے، جیسے:

قال الله جل ثناؤه لموسى: ﴿إِنَّنِي مَعَكُمَا﴾ [طه: 46]وقال: ﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لا تَحْزَنْ إِنَّ الله مَعَنَا﴾[التوبة: 40]
وقال:﴿كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ الله وَالله مَعَ الصَّابِرِينَ﴾ [البقرة: 249]

وقال: ﴿فَلا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ وَأَنْتُمُ الأَعْلَوْنَ وَالله مَعَكُمْ﴾[محمد: 35]

وقال: ﴿وَلا يَسْتَخْفُونَ مِنَ الله وَهُوَ مَعَهُمْ﴾[النساء: 108]

وقال: ﴿فَلَمَّا تَرَاءَى الْجَمْعَانِ قَالَ أَصْحَابُ مُوسَى إِنَّا لَمُدْرَكُونَ، قَالَ كَلاَّ إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِين ﴾[الشعراء:61]

وقال :﴿وهو معكم أين ما كنتم﴾[الحديد: 4]

مطلب سوم: اقسام معیت

ان آیات مبارکہ کی تفسیر میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ معیت کی دو قسمیں ہیں۔(1)معیت خاصہ(2)معیت عامہ

معیت خاصہ سے مراد وہ معیت ہے جو خواص مخلوقات سے متعلق ہے، جیسے انبیاء اور اولیاء، محسنین، اور مطعین اور اس قرب سے مراد تائید اور نصرت ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی معیت جو انبیاء اور صالحین کے ساتھ ہے وہ بایں معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی مدد و نصرت فرماتے ہیں۔

اور معیت عامہ سے مراد وہ معیت ہے جو تمام مخلوق سے متعلق ہے۔ اور اس سے مراد علم وقدرت ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی معیت تمام مخلوق سے بایں معنی ہے کہ وہ تمام اللہ کے علم میں ہیں۔ اب ہم معیت خاصہ اور عامہ کو جدا جدا کرکے دونوں قسم کی آیات مبارکہ کی مختصر تفسیر وتشریح مفسرین کے اقوال کی صورت میں ذکر کریں گے۔

معیت خاصہ سے مراد تائید اور نصرت ہے، تفسیر نسفی سے چند عبارات نظر قارئین کی جاتی ہیں:

﴿قَالَ لَا تَخَافَا إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَى﴾ [طه:46] أي حافظكما وناصركما.[1]

﴿لاَ تَحْزَنْ إِنَّ الله مَعَنَا﴾[التوبة:40] بالنصرة والحفظ.[2]

﴿والله مَعَ الصابرين﴾[البقرة:249] أي بالنصر.[3]

﴿والله مَعَكُمْ﴾[محمد: 35] بالنصرة أي ناصركم.[4]

معیت عامہ سے مراد معیت علم وقدرت ہے۔ یعنی باعتبار علم وقدرت کے قریب اور ساتھ ہونا۔ جیسے: وھو معکم وغیرہ۔ پہلی قسم یعنی معیت خاصہ میں توکسی کا اختلاف نہیں بلکہ تمام اہل علم کے اتفاق سے وہاں معیت سے تائید اور نصرت ہی مراد ہے، البتہ قسم دوم کی مراد میں مختلف نظریات ہیں جو درج ذیل مطلب میں بیان کئے جائیں گے۔

---

[1]تفسير النسفي (مدارك التنزيل وحقائق التأويل)دار الكلم الطيب، بيروت.

[2]المصدر السابق،ج1ص680.

[3]المصدر السابق،ج1ص206.

[4]المصدر السابق،ج3ص330.

(1) علامہ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (م 795ھ)

امام ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

ومعيته مع أهل طاعته خاصة فهو سبحانه مع الذين اتقوا والذين هم محسنون. فالمعية العامة تقتضي التحذير من علمه وإطلاعه وقدرته وبطشه وانتقامه، والمعية الخاصة تقتضي حسن الظن بإجابته ورضاه وحفظه وصيانته.[1]

اللہ تعالیٰ کی معیت اطاعت کرنے والوں کے ساتھ خاص معیت ہے، پس وہ سبحانہ وتعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے۔ جنہوں نے تقوی اختیار کیا اوران کے ساتھ جو نیکی کرنے والے ہیں۔ پس معیت عامہ اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کے باخبر ہونے سے اور اس کی قدرت اور اس کی پکڑ اور اس کے انتقام سے ڈرنے کا تقاضا کرتی ہے، اور معیت خاصہ تقاضا کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی قبولیت کا اور اس کی رضا اور اس کی حفاظت کے اعتبار سے اچھا گمان رکھا جانے کا۔

اس عبارت سے معیت کی دونوں اقسام کی مراد بخوبی واضح ہوجاتی ہے۔

(2) مولانا نجم الغنی خانصاب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا نجم الغنی خانصاب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

اور قُرب بندے کا حق سے اور معیت اسکی جو نصوص سے ثابت ہوتی ہے مراد اس سے قرب اور معیت رتبہ، یا محبت کی حیثیت سے ہے، قرب مقصود نہیں اور یہ قرب ومعیت دو قسم کی ہے، ایک عام کہ جمیع مخلوقات سے متعلق ہے جس پر یہ قول اللہ تعالیٰ کا دلالت کرتا ہے ﴿نحن أقرب إليه من حبل الوريد﴾ یعنی ہم اس سے نزدیک ہیں شہ رگ سے زیادہ اور سورۃ حدید میں ہے ﴿هو معكم أين ما كنتم﴾ یعنی وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو۔ اور ایک خاص ہے خواص مخلوقات سے جس پر یہ قول اللہ تعالیٰ کا سورہ عنکبوت میں دلالت کرتا ہے ﴿إن الله مع

---

[1] فتح الباري لابن رجب، ج2ص334 ط: مكتبة الغرباء الأثرية – المدينة النبوية.

المحسنین﴾ یعنی بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔[1]

(3) تفسیر وسیط

صاحب تفسیر وسیط معیت خاصہ اور معیت عامہ پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں:

قوله تعالى لموسى وهارون وقد أرسلهما إلى فرعون: ﴿لَا تَخَافَا إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَى﴾، والتي يشير إليها قول النبي صلى الله عليه وسلم للصديق وهما في الغار، كما حكى الله: ﴿لَا تَحْزَنْ إِنَّ الله مَعَنَا﴾ ولا ريب أن هذه المعية الخاصة أعلى وأجل من المعية العامة التي في مثل قوله تعالى: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَالله بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾، فإنها معية العلم والرقابة والمحاسبة، وتلك معية العناية والرعاية والمحبة.[2]

اللہ تعالیٰ کا فرمان موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو ﴿لَا تَخَافَا إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَى﴾ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ﴿لَا تَحْزَنْ إِنَّ الله مَعَنَا﴾ دونوں آیتوں میں معیت خاصہ مراد ہے جو کہ اس معیت عامہ سے جو کہ اللہ تعالیٰ کے اس جیسے فرمان میں ہے ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَالله بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ سے کہیں زیادہ بلند وبرتر اور اہم ہے، پس یہ معیت علم، نگرانی اور محاسبہ کے اعتبار سے ہے اور وہ معیت خاص لحاظ، اور محبت کے اعتبار سے ہے۔

---

[1] تعليم الإيمان ص 448 مير محمد كتب خانه كراچى

[2] التفسير الوسيط للقرآن الكريم لجنة العلماء، الهيئة العامة لشئون المطابع الأميرية، ج5 ص 708

مطلب چہارم

مسئلہ معیت میں مختلف مکاتب فکر کا عقیدہ و نظریہ اور اس پر مختصر تبصرہ

اس مسئلہ میں مختلف مکاتب فکر باطل فرقوں کے لوگوں کے اقوال اور ان کی آراء مختلف ہیں۔ ہم ذیل میں چند مسالک ذکر کرکے اس پر مختصر تبصرہ بھی پیش کرینگے اور آخر میں اہل حق حضرات کا درست و صحیح مسلک بھی ذکر کریں گے۔

جہمیہ کا نظریہ

جہمیہ اور حلولیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معیت ذاتی ہے یعنی اللہ ہر جگہ اپنی تمام کیفیات کے ساتھ باعتبار ذات کے موجود ہے، یعنی ہر جگہ ذات حق نے حلول کیا ہے۔

قالت الجهمية: إن الله تعالى بكل مكان.[1]

تبصرہ بر مسلک جہمیہ

یہ عقیدہ خالص باطل عقیدہ ہے بلکہ کفریہ عقیدہ ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:

ويكفر بإثبات المكان لله تعالىٰ فلو قال از خدا ہیچ مکان خالی نیست يكفر.[2]

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے:

---

[1] بحر الكلام لأبى معين النسفي ص129 ط: دار الفتح.

[2] فتاوى عالمگيريه، مجمع العلماء، كتاب السير الباب التاسع فى أحكام المرتدين، رشيديه ج2ص259.

ولو قال :نہ مکانے از تو خالی ،نہ تو درہیچ مکانے فهذا كفر ، وينبغي أن يقول: جميع الأشياء والأمكنة معلوم لله تعالى.[1]

اسی طرح علامہ امام ابو منصور عبد القاہر بغدادی جہمیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

ما نصه وأكفره أصحابنا في جميع ضلالاته.[2]

یعنی اہل سنت والجماعت نے جہمیہ کی تمام گمراہیوں میں تکفیر کی ہے۔

بعض معتزلہ اور نجاریہ کا نظریہ

بعض معتزلہ اور نجاریہ کا نظریہ ہے کہ اللہ ہر جگہ ہے، بایں معنی کہ اللہ کا علم اور تدبیر ہر جگہ ہے۔

تبصرہ بر مسلک معتزلہ

علامہ ابو معین نسفی رحمۃ اللہ علیہ "تبصرة الأدلة" میں لکھتے ہیں:

وما يقوله المعتزلة وعامة النجارية :أنه بكل مكان بمعنى العلم والقدرة والتدبير دون الذات، فهذا منهم خلاف فى العبارة فأما في المعنى فقد ساعدونا على استحالة تمكنه في الأمكنة، ونحن ساعدناهم أنه عالم بالأمكنة كلها وكلها تدبيره غير أن لهم غنية عن إطلاق هذه العبارة الوحشية في هذا المراد ومن الذي اضطرهم إلى إطلاق هذه العبارة التي ظاهرها يوجب ما هو كفر وضلال وأي ضرورة دعتهم إلى ذلك، ولم يرد به نص لا في كتاب، ولا في الأحاديث المشهورة؟ فإذا الواجب علينا عند انعدام النص صيانة هذا المعنى عن هذا اللفظ الوحش وبالله النجاة والمعونة.[3]

---

[1] فتاوى تاتارخانيه،ماده 10507،ج1 ص288.

[2] الفرق بين الفرق لأبي منصور عبد القاهر بغدادي ص 239 مكتبه إعزازيه بشاور.

[3] تبصرة الأدلة في أصول الدين ص335 ط:المكتبة الأزهريه للتراث.

یعنی معتزلہ اور جمہور نجار یہ کا یہ کہنا کہ اللہ ہر جگہ ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کا علم ہر جگہ ہے یا اللہ کی تدبیر یا قدرت نہ یہ کہ اللہ کی ذات، تو یہ ان کا ہمارے ساتھ عبارت میں اختلاف ہے ورنہ اس معنی میں کہ اللہ مکان سے منزہ ہے معتزلہ بھی ہمارے ساتھ متفق ہیں اور ہم بھی اس معنی میں کہ اللہ تعالیٰ تمام امکنہ پر عالم ہیں اور تمام کے تمام اس کی تدبیر کے تحت ہیں ان کے ساتھ متفق ہیں لیکن ان کی (وحشی) انوکھی عبارت سے بالکل اتفاق نہیں کرتے، خاص طور پر ان کو اس طرح انوکھی اجنبی عبارت لانے اور ذکر کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی، جس کا ظاہر کفر اور گمراہی ہے اور اس کی کیا ضرورت تھا، حالانکہ یہ عبارت نہ قرآن میں ہے نہ احادیث مشہورہ میں۔ پس ہم پر لازم ہے کہ اس وحشی عبارت سے بچیں۔

غیر مقلدین کا نظریہ

دوسرا نظریہ اکثر غیر مقلدین نام نہاد سلفیوں کا ہے۔ ان لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ باعتبار ذات عرش پر مستوی ہے اور باعتبار علم ہر جگہ ہے۔

غیر مقلد عالم مولانا عطاء اللہ حنیف حیات شیخ الاسلام کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

"سلف صالح سب نصوص "استوی علی العرش" کے معانی پر متفق ہیں کہ اللہ ذاتاً عرش کے اُوپر ساری مخلوق سے الگ اور علماً سب پر محیط ہے۔"[1]

تبصرہ بر مسلکِ سلفیہ

یہ نظریہ بھی گمراہانہ ہے یعنی اگر عرش کو اللہ کے لیے مکان قرار دیا جائے تو کفر ہے، کیونکہ عرش کو مکان قرار دیئے جانے کی صورت میں اللہ عرش کا محتاج ہوگا اور خدا محتاج نہیں ہو سکتا۔ اور اگر عرش کو مکان قرار نہ دیا جائے لیکن لوازم جسم و مکان حق تعالیٰ کے لیے ثابت کیا جائے تو گمراہی ہے۔ امام ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م: 956ھ) کہتے ہیں:

ویکفر بإثبات المكان لله تعالى فإن قال الله في السماء فإن قصد به حكاية ما

---

[1] حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ ص430، بحوالہ صفات متشابہات اور سلفی عقائد، مفتی عبدالواحد صاحب۔

جاء في ظاهر الإخبار لايكفر و إن أراد به المكان كفر وإن لم تكن له نية يكفر عند أكثرهم وعليه الفتوى.[1]

یعنی اگر کسی نے اللہ کے لیے مکان ثابت کیا تو اس کی تکفیر کی جائے گی پس اگر کہا کہ اللہ آسمان میں ہے اور اس کا عقیدہ ہو کہ آسمان اللہ کا مکان ہے تو کافر قرار دیا جائے گا، اور اگر مقصد صرف ظاہر اخبار کی حکایت ہو تو تکفیر نہیں کی جائے گی، اور اگر بالکل نیت نہ ہو، نہ مکان کی نہ حکایت کی تو اکثر کے نزدیک پھر بھی تکفیر کی جائے گی اور اسی پر فتوی ہے۔

بعض غیر مقلدین کا عقیدہ

ان لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ حقیقةً وذاتاً ہر جگہ بھی ہمارے ساتھ ہے اور حقیقةً وذاتاً عرش پر بھی مستوی ہے۔

تبصرہ

غیر مقلدین اگرچہ اصل میں اس عقیدے پر زور دیتے ہیں کہ اللہ کی ذات عرش پر مستوی ہے اور باعتبار علم ہر جگہ ہے، اور آیات معیت میں تاویل کرتے ہیں چونکہ ان حضرات پر یہ اعتراض تھا کہ آپ تو تاویل کو بدعت کہتے ہو اور آیات معیت میں خود بھی تاویل کرتے ہو تو اس اعتراض سے بچنے کے لیے بعض نے یہ نظریہ اختیار کیا کہ اللہ ہمارے ساتھ بھی حقیقةً ہے اور عرش پر بھی حقیقةً ہے۔

چنانچہ علامہ عثیمین لکھتے ہیں:

هل المعية حقيقية أو هي كناية عن علم الله عز وجل وسمعه وبصره وقدرته وسلطانه وغير ذلك من معاني ربوبيته؟أكثر عبارات السلف رحمهم الله يقولون: إنها كناية عن العلم وعن السمع والبصر والقدرة وما أشبه ذلك، فيجعلون معنى قوله: وَهُوَ مَعَكُمْ أي: وهو عالم بكم سميع لأقوالكم، بصير بأعمالكم، قادر عليكم حاكم بينكم ... وهكذا فيفسرونها

[1] مجمع الأنهر، ج1 ص690، ط: دار إحياء التراث العربي.

بلازمها. واختار شيخ الإسلام رحمه الله في هذا الكتاب وغيره أنها على حقيقتها، وأن كونه معنا حق على حقيقته، لكن ليست معيته كمعية الإنسان للإنسان التي يمكن أن يكون الإنسان مع الإنسان في مكانه؛ لأن معية الله عز وجل ثابتة له وهو في علوه؛ فهو معنا وهو عال على عرشه فوق كل شيء، ولا يمكن بأي حال من الأحوال أن يكون معنا في الأمكنة التي نحن فيها، وضرب شيخ الإسلام رحمه الله لذلك مثلاً بالقمر، قال: إنه يقال: ما زلنا نسير و القمر معنا، و هو موضوع في السماء، وهو من أصغر المخلوقات، فكيف لا يكون الخالق عز وجل مع الخلق، الذي الخلق بالنسبة إليه ليسوا بشيء، وهو فوق سماواته؟!وما قاله رحمه الله فيه دفع حجة بعض أهل التعطيل حيث احتجوا على أهل السنة، فقالوا: أنتم تمنعون التأويل، وأنتم تؤولون في المعية، تقولون: المعية بمعنى العلم والسمع والبصر والقدرة والسلطان وما أشبه ذلك. فنقول: إن المعية حق على حقيقتها، لكنها ليست في المفهوم الذي فهمه الجهمية ونحوهم، بأنه مع الناس في كل مكان وتفسير بعض السلف لها بالعلم ونحوه، تفسير باللازم. [1]

کیا معیت حقیقی ہے یا وہ اللہ کی مختلف صفات مثلاً سمع، بصر، قدرت، اور غلبہ سے کنایہ ہے؟ اسلاف کی اکثر عبارتیں اس بات پر دلیل ہیں کہ وہ معیت کو علم، سمع، بصر قدرت وارادہ وغیرہ سے کنایہ مانتے ہیں اور وہ ان الفاظ قرآنی "هو معكم" کا مطلب یہ بتاتے ہیں کہ اللہ تمہیں جانتے ہیں، تمہاری باتوں کو سنتے ہیں، تمہارے اعمال کو دیکھتے ہیں، تم پر قدرت رکھتے ہیں، اور تمہارے درمیان فیصلہ کرتے ہیں.... غرض وہ ان الفاظ کی تفسیر ان کے لازم معنی سے کرتے ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اس کتاب (عقیدہ واسطیہ) اور (اپنی) دوسری کتابوں میں اس بات کو اختیار کیا ہے کہ معیت کا اپنا حقیقی معنی ہی مراد ہے کنایہ نہیں۔ اللہ کا ہمارے ساتھ ہونا حق ہے اور حقیقی معنی پر ہے لیکن اللہ کی

[1] شرح العقيدة الواسطيه للعثيمين ص220.

معیت ایسی نہیں جو انسان کو انسان سے ہوتی ہے اور جس کے لیے دونوں کا ایک جگہ میں موجود ہونا ضروری ہے، کیونکہ انسان کو اللہ کے بلند ہونے کے باوجود اللہ کی معیت حاصل ہے۔ غرض اللہ ہمارے ساتھ ہیں جب کہ وہ اپنے عرش پر ہر چیز سے بلند ہے اور یہ کسی حال میں بھی ممکن نہیں کہ اللہ ان جگہوں میں ہمارے ساتھ ہو جہاں ہم ہوں۔ شیخ الاسلام نے اس کی مثال چاند سے دی ہے ۔انہوں نے کہا کہ کہا جاتا ہے کہ ہم چلتے ہیں اور چاند ہمارے ساتھ ہوتا ہے حالانکہ وہ تو آسمان پر ہوتا ہے اور یہ اس وقت ہے جب کہ چاند ایک چھوٹی سے مخلوق ہے تو ایسی معیت خالق اور مخلوق کے درمیان کیوں نہ ہو گی، جب کہ مخلوق اس کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے اور خالق آسمانوں کے اُوپر ہے۔ یہ بات جو شیخ الاسلام نے کہی ہے، اس میں اہل تعطیل کے اس اعتراض کا جواب بھی ہے جو وہ اہل سنت یعنی سلفیوں پر کرتے ہیں کہ اور کئی جگہوں پر تم تاویل سے روکتے ہو اور معیت میں تم خود تاویل کرتے ہو اور کہتے ہو کہ معیت سے مراد علم، سمع، بصر، قدرت، غلبہ وغیرہ مراد ہے۔ لہذا (شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے اتباع میں) ہم بھی کہتے ہیں کہ معیت حق ہے اور اپنے حقیقی معنی میں ہے لیکن اس کا وہ مطلب نہیں جو جہمیہ وغیرہ بتاتے ہیں کہ اللہ (اپنی ذات سمیت) لوگوں کے ساتھ ہر جگہ پر ہوتے ہیں اور بعض سلف نے جو اس کی تفسیر علم سے کی ہے تو یہ لازم معنی کے ساتھ تفسیر ہے۔

نوٹ: علامہ عثیمین کی عبارت کا ترجمہ ہم نے مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مایہ ناز کتاب "صفات متشابہات اور سلفی عقائد" سے نقل کیا ہے۔

علامہ عثیمین کے عقیدے کا ناقدانہ جائزہ

مولانا ڈاکٹر مفتی عبدلواحد صاحب اس پر نقد کرتے ہوئے کہتے ہیں:

قرآن مجید میں ہے کہ ہم بندوں کے شہ رگ سے بھی قریب ہیں: ﴿ونحن أقرب إليه من حبل الوريد﴾ [ق:16] چاند کو ہم اپنے ساتھ کہتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ چلتا ہے، لیکن ہم اس کو اپنے قریب اور شہ رگ سے قریب نہیں کہتے۔ سلفیوں اور غیر مقلدین کے لیے تو یہ آسان ہے کہ وہ معیت ذاتی کو مان لیں کیونکہ جب سب سلفیوں کے نزدیک اللہ کے پاؤں کرسی پر ہوتے ہیں اور جب بعض سلفیوں کے نزدیک اللہ عرش پر ہونے کے باوجود آسمان دنیا پر بھی اپنی ذات کے ساتھ نزول فرما لیتے ہیں تو وہ ایک قدم اور بڑھا کر اپنی ذات کے ساتھ زمین پر بھی نزول فرما سکتے

ہیں اور جب ان بعض سلفیوں کی دیگر بعض سلفی تضلیل نہیں کرتے اور ان کو بدعتی یا گمراہ نہیں کہتے تو وہ اس بات کو بھی گمراہی نہ کہیں گے کہ اللہ اپنی ذات کے ساتھ کرسی سے اور آسمان دنیا سے مزید نزول فرما کر بندوں کو معیت ذاتی سے سرفراز فرماتے ہیں۔

علامہ عثیمین اپنی جماعت پر کیے ہوئے اعتراض کا تسلی بخش جواب نہیں دے سکے۔ اس کی وجوہ یہ ہیں:

○ علامہ عثیمین کی یہ عبارت دیکھئے:

"اسلاف کی اکثر عبارتیں اس بات پر دلیل ہیں کہ وہ معیت کو علم، سمع، بصر، قدرت وغیرہ سے کنایہ مانتے ہیں"۔

اس میں یہ الفاظ کہ "اسلاف کی اکثر عبارتیں" ظاہر ہے کہ ان کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کی تحریروں کا اکثر حصہ اس بات پر مشتمل ہے، بلکہ ان کا یہ مطلب ہے کہ اکثر اسلاف کی تحریروں میں تاویل ملتی ہے۔

○ ابن تیمیہ یہاں اکثر اسلاف کو جو کہ کل کے مرادف ہیں، ان کے قول کو بلا تکلف چھوڑ رہے ہیں حالانکہ ابن تیمیہ اسلاف کی اتباع کے دعویدار ہیں۔ غرض اکثر اسلاف نے تو تاویل کی ہے ان پر تو اعتراض ہے ہی خود ابن تیمیہ اور علامہ عثیمین پر بھی اعتراض ہے کہ انہوں نے اکثر اسلاف کی تضلیل و تفسیق کیوں نہیں کی؟ بلکہ آخر عبارت میں جا کر ان کے عمل کو نظروں میں ہلکا کرنے کے لیے اس کو یوں تعبیر کیا، وتفسير بعض السلف لها بالعلم ونحوه، تفسیر باللازم اور بعض سلف نے جو اس کی تفسیر علم سے کی ہے تو وہ لازم معنی کے ساتھ تفسیر ہے۔[1]

شیخ وہبی سلیمان غاوجی کا تبصرہ

غیر مقلدین کے اس نظریہ پر عصر حاضر کے محقق عالم شیخ وہبی سلیمان غاوجی تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أقول كيف يجوز ما قال الشيخ صالح إن الله مع خلقه حقيقة وإن كان فوقهم على عرشه حقيقة فإنه لا يقال فيمن كان مع غيره بالعلم والإحاطة والإنعام إنه معه حقيقة وقد تقدم نقل ابن كثير أن المراد معية علمه

[1] صفات متشابہات اور سلفی عقائد ص 183-ط: مجلس نشریات اسلام

تعالى(بالإجماع) لقد كان حقا على الشيخ أن يورد النصوص ويمرها كما جاءت مع التنزيه على ما هو قول السلف الصالح أو يؤولها إذا رأى حاجة إلى ذلك على ما هو قول الخلف أما هذا الذي قاله من اعتبار معية العلم معية حقيقية فشيء لم يسبق إليه بنص والله أعلم وكما قلت في التعليق على قوله عينين حقيقيتين أقول هنا لم يرد نص في القرآن الكريم ولا السنة الشريفة على هذه الكلمة حقيقة فكيف زادها والصفات لا يتجاوز فيها عن الوارد. [1]

حاصل عبارت

علامہ غاوجی شیخ صالح کے اس قول کہ اللہ عرش پر بھی حقیقۃً ہے اور ہر جگہ بھی، پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ قول کب جائز ہو سکتا ہے، حالانکہ ابن کثیر نے اس جگہ معیت علمی مراد ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ پس شیخ عثیمین کے لیے مناسب تھا کہ یا تو ان متشابہ نصوص میں بالکل قول نہ کرتے، بلکہ ظاہر جو موجب تجسیم ہے اس سے اللہ کو منزہ مان کر إمرار کرتے، (جیساکہ متقدمین کا طریقہ ہے) اور یا تاویل کرتے ضرورت کے وقت، (جیساکہ متاخرین کا طریقہ ہے) اسلاف کے اقوال کو چھوڑ کر یہ مسلک اختیار کرنا جو نہ تو نص سے ثابت ہو اور نہ معقول ہو کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

فائدہ

اس عبارت سے چند اُمور حاصل ہوئے:

1. صفات متشابہات کی نصوص میں جو صفت ذکر ہو، اس پر زیادت کرنا منع ہے حضرات اسلاف نے إمرار کما جاءت (یعنی جس طرح آیا ہے اسی طرح رکھا ہے کوئی زیادت اسلاف حضرات سے منقول نہیں۔) کیا ہے۔
2. صفات متشابہات میں دو مسلک ہیں، متقدمین کا مسلک تفویض مع التنزیہ ہے، اور متاخرین کا مسلک ضرورت کے وقت تاویل کرنے کا ہے۔

[1] مقدمه إيضاح الدليل في قطع حجج أهل التعطيل دار السلام للطباعة والنشر مصر ص 79

3. معیت میں بھی درست یہ ہے کہ یا تو تفویض کی جائے یعنی جس طرح آیا ہے (قید ذاتی یا علمی کے بغیر) اس طرح رکھا جائے، اور یا متاخرین کی طرح تاویل علم وقدرت وغیرہ سے کی جائے۔
4. اس آیت مبارکہ میں معیت علمی مراد ہونے پر اجماع ہے۔
5. معیت کے ساتھ یا اسی طرح اور صفات ید وغیرہ میں حقیقت یا بالذات کا قید کسی بھی نص میں مذکور نہیں، لہذا یہ قید لگانا درست نہیں۔
6. صفات متشابہات میں جو نص میں وارد ہو اس پر زیادت کرنا جائز نہیں۔

پس ثابت ہوا کہ معیت ذاتی ماننا اہل سنت کا عقیدہ نہیں بلکہ جہمیہ یا نام نہاد سلفیہ کا ہے، اس پر قرآن یا حدیث میں سے کوئی دلیل نہیں۔ اسی طرح ائمہ سلف و خلف میں سے کسی سے یہ تعبیر منقول نہیں کہ اللہ ذاتًا عرش پر بھی ہے اور ہر جگہ بھی، اللہ تعالیٰ ان تضادات سے منزہ اور بلند وبرتر ہے۔

ایک اہم تنبیہ

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے علامہ ابن عثیمین نے جو فہم کیا ہے، یہ حقیقت میں علامہ کو غلط فہمی ہوئی ہے، اس عبارت کا صحیح مطلب یہ نہیں ہے، بلکہ اس عبارت کا صحیح مطلب علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں یہ ہے کہ حقیقت میں تو اللہ جل شانہ کیلئے علو حسی ثابت ہے مگر ہمارے ہاں بھی ہر جگہ ہے، جیسا کہ چاند اُوپر ہے حسی طور پر اور ہم جب چلتے ہیں تو ہمارے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ حالانکہ چاند اپنے مقام پر ہوتا ہے۔

ابن تیمیہ پر ابن جہبل کا ردّ

علامہ ابن تیمیہ کا یہ نظریہ اور اس پر ردّ علامہ کے ایک معاصر عالم دین شیخ شہاب الدین احمد بن یحیی بن اسماعیل بن جہبل کی ''الکلابي'' کی عبارت میں ملاحظہ کرلیں:

علامہ ابن جہبل (م:733ھ) لکھتے ہیں:

قال (ابن تيميه) وذلك أن مع ؛ إذا أطلقت فليس ظاهرها في اللغة إلا للمقارنة المطلقة من غير وجوب مماسة ولا محاذاة عن يمين أو شمال. فإذا قيدت بمعنى من المعاني دلت على المقارنة في ذلك المعنى ، فإنه يقال ما زلنا نسير والقمر معنا والنجم معنا وإن كان فوق رأسك فإنما لله مع خلقه

حقيقة ، وهو فوق العرش حقيقة ... [1]

ابن جہبل کا رد

فنقول أولا ما معنى قولك إن مع في اللغة للمقارنة المطلقة من غير مماسة ولا محاذاة وما هي المقارنة فإن لم يفهم من المقارنة غير صفة لازمة للجسمية حصل المقصود وإن فهم غيره فليتنبه حتى تنظر هل تفهم العرب من المقارنة ذلك أو لا؟

ثم قوله فإذا قيدت بمعنى من المعانى دلت على المقارنة في ذلك المعنى: فنقول له :ومن نحاذلك في ذلك؟

قوله: إنها في هذه المواضع كلها بمعنى العلم .قلنا من أين لك هذا ؟فإن قال من جهة قوله تعالى ما يكون من نجوى ثلثة إلا هو رابعهم. آلاية دل ذلك على المعية بالعلم ، وأنه على سبيل الحقيقة فنقول له: قد كلت بالصاع الوافي فكل لنا بمثله ... وما فعلته في مع فافعله في فوق ؛ وخرج هذا كما خرجت ذلك ، وإلا اترك الجميع. [2]

حاصل عبارت

حافظ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ لفظ مع جب مطلقا بولا جاتا ہے تو اس سے مراد اس کے ظاہر سے صرف لغت میں مطلقاً مقارنت یعنی قریب ہونا ہی ہوتا ہے جس میں مماست (چھونا) اور دائیں بائیں کی طرف سے محاذات کا وجوب نہیں ہوتا ہے۔ پھر جب اس میں معانی کے لحاظ سے کسی معنی کی قید کو ذکر کیا جائے تو اس معنی کے لحاظ سے مقارنت ہوگی۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ ہم چلتے رہے جب کہ چاند بھی ہمارے ساتھ تھا اور ستارہ بھی ہمارے ساتھ تھا، اور کہا جاتا ہے یہ مال ومتاع ہمارے ساتھ ہے، حالانکہ وہ جمع ہونے میں تیرے ساتھ

---

[1] روشن حقائق (ترجمة الحقائق الجلية فى الرد على ابن تيمية فى ما أورده فى الفتوى الحموية) حصہ دوم متن کتاب ص188

[2] حوالا بالا ص191۔

ہے چاہے وہ تیرے سر کے اُوپر ہی ہو۔ لہذا یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے ساتھ حقیقی طور پر ہے اور عرش کے اوپر بھی حقیقی طور پر ہے۔[1]

علامہ ابن جہبل کا تفصیلی ردّ

علامہ لکھتے ہیں کہ ہم کہتے ہیں تیرے اس قول کا کیا معنی ہے لفظ ''مع'' لغت میں مطلق طور پر مقارنت کے لیے آتا ہے، جس میں مماست اور محاذات نہیں ہوتیں؟ اور یہ مقارنت کیا ہے؟ اگر اس مقارنت سے وہ مفہوم مراد نہیں لیا جاتا جو جسم کی لازمی صفت نہیں ہے تو اس سے ہمارا مقصود حاصل ہو گیا ہے۔ (یعنی آپ نے بھی نص کو ظاہر سے ہٹا کر تاویل کر دیا۔ جیسا کہ ہم استوی میں کرتے ہیں) اگر اس کے علاوہ کوئی اور مفہوم مراد ہے تو اس پر تنبیہ کرنا لازم ہے۔ یہاں تک کہ ہم دیکھ لیں کی اہل عرب اس مقارنت سے وہ مفہوم لیتے ہیں کہ نہیں۔ پھر اس کا یہ قول ''پھر اس کو کسی مخصوص معنی کے ساتھ مقیّد کیا جائے، جو اس معنی کے ساتھ مقارنت پر دلالت کرے'' اس کے جواب میں ہم کہیں گے: اس معنی کو اختیار کرنے میں اس نے کس راستہ کو اختیار کیا ہے؟

پھر اس مدعی کا یہ قول یعنی ''معیت یہ ان تمام مواضع میں علم کے معنی میں ہے'' ہم کہتے ہیں یہ تم نے کہاں سے اخذ کیا ہے؟ پھر اگر وہ کہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے (ما يكون من نجوى إلخ) یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہاں معیت علم کے معنی میں ہے اور یہ معنی حقیقت کے طور پر ہے۔ ہم جواب میں کہیں گے تو نے اپنے لیے تو پورا تول سے ناپا ہے تو ہمارے لیے بھی اسی ترازو سے ناپ لے۔

پھر اس کے بعد فوقیت حسی کے نفی ہونے پر بحث کی ہے اور آخر میں لکھتے ہیں:

اور جو تو نے مع کے معنی بیان کیے ہیں وہی فوق کے بھی کر لے۔ جو معانی کی تخریج وہاں کی ہے وہی یہاں بھی کر لے ورنہ سب میں تاویل کرنا چھوڑ دے۔[2]

---

[1] حوالا بالا ص 81۔

[2] حوالا بالا ص 87۔

علامہ ابن تیمیہ کے ایک اور معاصر کا ردّ

الامام الفقیہ متکلّم محدث ادیب فخرالدین ابو عبداللہ محمد بن محمد بن عثمان بن عمر ابن المعلم القرشی الشافعی (م:725ھ) حافظ ابن تیمیہ پر ردّ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ومن ذلك قوله تعالى﴿ونحن أقرب إليه من حبل الوريد﴾ ...والقرب هنا هو قرب العلم .فليت شعري أيها لمحيز ما ذا تقول ؟ أ تُراك تقول هو في جهة العلو في حالة هو أقرب إلى كل إنسان من حبل وريده ، أم يقهرك التأويل هنا فلا تقدر أن تنكر المحسوس؟ ﴿وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾[الإسراء:81]

إن قلت بهذا القرب بالذات مع قولك بالجهة لزم انفصاله عن الجهة العلوية وأنت لا تقول به ، واتصاله بالذات بالمخلوق وأنت لا تقول به ، أو بالذات في آن واحد أقرب إلى المخلوق من حبل الوريد مستو على العرش ، وفي ذلك ما لا يخفى عمن له أدنى مسكة من عقل.

ومن ذلك تأويل قوله تعالى : ﴿مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَى مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا﴾

أنتم أيها المحيزون القائلون بالجهة الحاملون لقوله تعالى : ﴿الرحمن على العرش استوى ﴾ على ظاهره أ تُراكم تقولون بالظاهر في الآيتين فيكون على العرش بالذات ومعنا بالذات في آن واحد ، أم تقولون بالتأويل في إحدى الآيتين ؟

إن قلتم بالأول فباطل من وجوه:

الأول :أنه يلزم من ذلك الانفصال عن جهة العلو ، وأنتم لا تقولون به بل تقولون :(إنه لم يزل ولا يزال ...) على ما وصفتم .

الثاني: يلزم الاتصال بالمخلوق على ما سبق في الآية قبلها .

الثالث : يلزم أن يكون مع اثنين ، مع ثلاثة ، مع خمسة ، مع أدنى من ذلك، مع أكثر بالذات في آن واحد ، ويلزم على ذلك أن يكون مع ألوف من هذه

الأعداد لا يحصيها إلا الله عزوجل ، وفي ذلك من الخبط والسفسطة ما لا مزيد عليه ، فتعين قولكم بالتأويل كما أوله علماؤكم بأن المعية بالعلم.
وإذا أولتم هذه فلم لا تؤولون قوله : ﴿الرحمن على العرش استوى ﴾ لما دل عليه الدليل ؟. [1]

حاصل عبارت

علامہ لکھتے ہیں کہ مذکورہ آیت کریمہ (ونحن أقرب الخ) میں قرب سے قرب بالعلم ہے ۔ پھر علامہ ابن تیمیہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کاش! مجھے معلوم ہوتا اے مجیز کہ آپ کیا کہتے ہو؟ آیا اللہ جہت علو میں بھی ہے اور ہر انسان کے شہ رگ سے قریب بھی ہے باعتبار ذات، اور یا تاویل آپ کو یہاں مجبور کرتی ہے، پس تم محسوس سے انکار پر قادر نہیں ہوسکتے ؟(ترجمہ آیت کریمہ من تفسیر حقانی) اور (اے رسول! ان سے) کہہ دو کہ حق (اسلام) آیا اور باطل (کفر) مٹ گیا، بے شک باطل مٹ ہی جانے والا تھا۔ پس اگر آپ یہاں قرب ذاتی کا قول کرے باوجود اس کے کہ آپ جہت علو کے بھی قائل ہوں، تو قرب ذاتی کے قول سے جہت علو سے انفصال لازم آئے گا اور آپ یہ قول نہیں کرتے ۔ اور مخلوق سے بالذات اتصال بھی لازم آئے گا اور آپ یہ قول بھی نہیں کرتے ۔ اور یا بالذات ایک ہی وقت میں مخلوق کے شہ رگ سے بھی اللہ قریب ہوگا اور عرش پر مستوی بھی ہوگا اور اس میں جو خرابیاں ہے وہ معمولی عقل رکھنے والے پر بھی مخفی نہیں ۔

اور ان تاویل کی آیاتوں میں سے مذکورہ آیت کریمہ (ما يكون الخ) بھی ہے پس اے مجیز اور جہت پر قول کرنے والے اور استوی کو ظاہر پر محمول کرنے والے، آپ کیا کہتے ہو آیا دونوں آیات کریمہ (یعنی آیت استوی اور معیت) کو ظاہر پر محمول کرتے ہو تاکہ اللہ عرش پر بھی بالذات ہو اور ہمارے ساتھ بھی بالذات ہو، ایک ہی وقت میں اور یا دونوں آیاتوں میں سے ایک میں تاویل کرتے ہو؟

پس اگر آپ دونوں کو ظاہر پر محمول کریں تو چند وجوہ سے باطل ہے:

1) یا تو انفصال جہت علو سے لازم آئے گا۔
2) یا مخلوق سے اتصال لازم آئے گا۔
3) اور یا اللہ دو کے ساتھ بھی تین کے ساتھ بھی چار کے ساتھ بھی پانچ کے ساتھ بھی اور اس سے کم

[1] نجم المتدي ورجم المعتدي ج1: ص 159 تا 161

کے ساتھ بھی اور زیادہ کے ساتھ بھی ایک ہی وقت میں بالذات ہوگا اور اس سے یہ بھی لازم ہے کہ ہزاروں اور بے شمار عدد کے ساتھ جو اللہ ہی جانتا ہے بھی بالذات ہوگا اور اس قول میں جو خبط اور سفسطہ ہے اس پر زیادتی نہیں کی جاسکتی۔ پس آپ کا قول تاویل پر متعیّن ہے جیسا کہ آپ کے عالموں نے تاویل کی ہے کہ معیت سے مراد معیت بالعلم ہے پس جب آپ نے اس آیت میں تاویل کی تو استوی کی آیت میں تاویل کیوں نہیں کرتے جب کہ اس پر دلیل قائم ہے؟

غیر مقلدین دست و گریباں

قارئین کرام آپ نے دیکھا کہ علامہ ابن تیمیہ اور ان کے ہم فکر لوگوں پر یہ قوی اعتراض ہے کہ جب آپ خود بھی تاویل کرتے ہو تو پھر تاویل بدعت کیوں ہے؟ جب آپ استوی وغیرہ آیات میں ظاہر مراد لیتے ہو تو پھر آیات معیت ونسیان وقرب وغیرہ میں ظاہر منع کیوں کرتے ہو؟ اس اعتراض کا معقول جواب علامہ ابن تیمیہ سے لیکر آج تک کوئی سلفی نہیں دے سکا۔ اس وجہ سے کافی سلفی حضرات پریشانی کی شکار ہوئے اور آپس میں بھی سر گریباں ہوگئے، چنانچہ بعض نے تو تمام آیات کریمہ میں ظاہر مراد لیا اور بعض نے انہیں پر مضبوط ردّ کیا، ذیل میں ہم چند نمونے پیش کرتے ہیں۔

عبارت نمبر 1

علامہ ابن تیمیہ کی عبارت اور اس پر تبصرہ تو آپ نے ملاحظہ کرلیا کہ علامہ نے اس اعتراض سے بچنے کے لیے ایک نیا طریقہ نکالا کہ مجاز کو حقیقت کا نام دے دیا اور معیت بالعلم کو معیت حقیقی کہا اور مع کا ایک ایسا معنی نکالا جو بقول علامہ ابن جہبل نہ عربی ہے نہ عجمی۔

عبارت نمبر 2

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

فَهُوَ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ بِذَاتِهِ وَرَحْمَتِهِ قُرْبًا لَيْسَ لَهُ نَظِيرٌ، وَهُوَ مَعَ ذَلِكَ فَوْقَ سَمَاوَاتِهِ عَلَى عَرْشِهِ، كَمَا أَنَّهُ سُبْحَانَهُ يَقْرُبُ مِنْ عِبَادِهِ فِي آخِرِ اللَّيْلِ وَهُوَ

فَوْقَ عَرْشِهِ، فَإِنَّ عُلُوَّهُ سُبْحَانَهُ عَلَى سَمَاوَاتِهِ مِنْ لَوَازِم ذَاتِهِ، [1]

اللہ اپنی ذات اور رحمت کے اعتبار سے محسنین کے قریب ہے، ایسے قرب سے جو بے نظیر ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آسمانوں کے اوپر بھی باعتبار ذات موجود ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ رات کے آخری حصہ میں اپنے بندوں کے قریب ہوتا ہے باعتبار ذات اور عرش کے اوپر بھی ہوتا باعتبار ذات، کیونکہ اللہ کا آسمانوں کے اوپر ہونا لوازم ذات میں سے ہے۔

عبارت پر مختصر تبصرہ

یہ عبارت اتنی ظاہر البطلان ہے کہ معمولی عقل رکھنے والا بھی سمجھ سکتا ہے لیکن آسان الفاظ میں ہم اس پر چند سوالات وارد کرتے ہیں:

1) قرآن کریم اور احادیث میں کہیں بھی رحمت یا کسی اور صفت کے ساتھ بذاتہ کی قید نہیں آئی ہے تو آپ نے یہ قید کہاں سے لگائی؟ حالانکہ آپ تو کہتے ہیں کو جو نصوص میں ذکر ہو ہم اس کو ثابت کریں گے، لہذا آپ نے اپنے اصول سے انحراف کیا۔

2) جب اللہ ہر جگہ بھی بالذات موجود ہے اور آسمان کے اوپر بھی تو اس سے حلول لازم آتا ہے، حالانکہ حلول کو ابن تیمیہ نے بھی کفر کہا ہے۔

3) جب اللہ ہر جگہ باعتبار ذات موجود ہے تو پھر آخر اللیل میں نزول بلا معنی رہ جاتا ہے حالانکہ آپ نزول بھی ذاتی سمجھتے ہو۔

4) جہت علو جب لوازم ذات میں سے ہے تو جہات کی تخلیق سے پہلے العیاذ باللہ اللہ کی ذات کا لازم یعنی جہت علو موجود نہ تھا اور ذات بغیر لوازم کے موجود نہیں ہو سکتی، پس آپ کے غلط نظریہ کے تحت اللہ سبحانہ وتعالیٰ بھی موجود نہ تھا اور یہ صریح کفر ہے۔

5) جہت علو لوام ذات میں سے ہے، اس پر کوئی دلیل نقلی یا عقلی پیش کر سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔

---

[1] مختصر الصواعق المرسلة على الجهمية والمعطلة 482 ط: دار الحديث القاهرة

عبارت نمبر 3

شیخ الکل فی الکل نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں:

ہر جگہ حاضر وناظر اور ہر چیز کی ہر وقت خبر رکھنا خاص ذات وحدہ لا شریک لہ باری تعالیٰ کے واسطے ہے۔[1]

عبارت نمبر 4

مفتی ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

اللہ بذات خود ہر چیز اور ہر کام پر حاضر ہے۔[2]

عبارت نمبر 5

علامہ امرتسری ایک ایک اور مقام پر کہتے ہیں:

ہمارے نزدیک راجح بات یہ ہے کہ استواء علی العرش اور اللہ کا آسمان پر ہونا اور مخلوق سے مبائن ہونا اور اس کا قرب اور معیت اور جو بھی صفاآئی ہیں، کیفیت بتانے اور علم وقدرت کے ساتھ تاویل کرنے کے بغیر ظاہر پر جاری ہیں۔ کیونکہ تاویل کرنے کی کوئی دلیل شرعی وارد نہیں ہوئی۔[3]

تصویر کا دوسرا رُخ

سلفیوں کے ایک بڑے شیخ حمود التویجری نے ایک کتاب علامہ عثیمین کے خلاف لکھی ہے الموسوم ''إثبات علو الله ومباينته لخلقه والرد على من زعم أن معية الله ذاتية'' اس کتاب پر سلفیوں کے مفتی اعظم ابن باز نے تقریظ بھی لکھی ہے، ایسی کتاب میں تویجری لکھتے ہیں:

فقد رأيت مقالاسيئا لبعض المعاصرين ، زعم في أوله أن معية الله لخلقه

---

[1] فتاوی نذیریہ ج1 ص7۔

[2] تفسیر ثنائی ج3 ص347۔

[3] کتاب الجوائز والصلات ص262 بحوالہ علمائے دیوبند پر زبیر علی زئی کے الزامات کے جوابات ص116۔

ذاتيه تليق بجلاله وعظمته وأنها لا تقتضي اختلاطا بالحق ولا حلولا في أمكانهم ...ونثبت مع ذلك علوه على خلقه واستواءه على عرشه على الوجه اللائق بجلاله .... وأقول لا يخفى على من له علم وفهم ما في كلام الكاتب من التناقض والجمع بين النقضين وموافقة من يقول من الحلولية إن الله بذاته فوق العالم ، وهو بذاته في كل مكان . [1]

حاصل عبارت

میں نے بعض معاصرین (شیخ عثیمین) کا ایک برا قول دیکھا، اس کے اوّل میں یہ قول کیا ہے کہ اللہ کی معیت مخلوق سے معیت ذاتی ہے جو اللہ کے شان کے لائق ہے اور اس سے مخلوق سے حلول اور اتصال لازم نہیں آتا۔ اور اسی کے ساتھ اللہ عرش پر بھی ہے جیسا کہ اس کے شان کے لائق ہے۔

شیخ تویجری کہتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ جس کا معمولی علم وفہم بھی ہو وہ اس کاتب کے کلام میں تناقض اور دو نقیضوں کو جمع کرنا اور حلولیہ کے قول کی موافقت پائے گا کہ جو کہتے ہیں کہ اللہ فوق العالم بھی بالذات ہے اور ہر جگہ بھی۔

بعض اہل حق صوفیہ کا نظریہ

ان حضرات کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ باعتبار ذات ہر جگہ موجود ہے اور کیفیت سے منزہ ہے، اللہ کا قرب ومعیت نہ تو مکانی ہے اور نہ صرف بالعلم والقدرۃ بلکہ اللہ باعتبار علم بھی قریب ہے اور باعتبار ذات بھی۔ تفسیر جلالین میں سورہ بقرہ آیت نمبر 186 (فإني قريب) کی تفسیر میں بعلمی قید لگائی ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے محشی لکھتے ہیں:

أشار به إلى أنه ليس المراد من هذا القرب القرب بالجهة والمكان بل المراد من القرب العلم والحفظ وعليه جمهور المفسرين وللصوفية الكرام في هذا المقام مسلك أخرغير هذا التحقيق فيقولون إن قرب الله مع عباده حق

[1] إثبات علو الله ص 151 ،152 ط:مكتبة المعارف رياض.

وليس بمكاني.[1]

اس قید سے مفسر نے اشارہ کیا کہ اس قرب سے مراد قرب جہت ومکان کے اعتبار سے نہیں، بلکہ قرب سے مراد علم اور حفاظت ہے اور یہ جمہور مفسرین کا قول ہے جبکہ صوفیائے کرام کا اس جگہ مسلک یہ ہے کہ قرب اللہ کا اپنے بندوں سے قرب حق ہے لیکن مکانی نہیں۔

تبصرہ

یہ مسلک صوفیائے کرام میں سے بعض عارفین کا مسلک ہے تمام صوفیائے کرام کا نہیں اور یہ قرب ومعیت عارفین کو محسوس بھی ہوتا ہے، حتی کہ یہاں تک کہا گیا ہے کہ وہ بندہ صوفی ہے ہی نہیں جو اپنے ساتھ اللہ کو محسوس نہ کرے۔ان حضرات نے یہ مسلک اس لیے اختیار کیا کہ تاویل مجاز ہے اور حقیقت اولیٰ واشرف ہے بنسبت مجاز لیکن محققین صوفیائے کرام جیسے امام عبدالکریم قشیریؒ، سید الطائفہ امام جنید بغدادیؒ، امام غزالیؒ وغیرہ حضرات کا یہ مسلک نہیں بلکہ وہ حضرات معیت علمیہ کے قائل ہیں۔

بعض حضرات کا متضاد نظریہ

بعض حضرات کہتے ہیں کہ اللہ موجود بلا مکان بھی ہے اور اپنی ذات کے اعتبار سے ہر پاک و ناپاک جگہوں میں بھی موجود ہے۔

ان حضرات کی غلط فہمی

یہ حضرات کہتے ہیں کہ ہم اللہ کو بلا کیف ہر جگہ مانتے ہیں لہذا بلا کیف کہنے کے بعد ہم پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔اور ظلم بالائے ظلم یہ ہے کہ اکابر دیوبند کی طرف اس نظریہ کی نسبت کی جاتی ہے۔

تبصرہ

للاسف یہ حضرات جب اس مسئلہ کی تفصیل میں جاتے ہیں تو جھمیہ سے بھی خطرناک تعبیرات میں

[1] حاشیہ جلالین: 27

پڑ جاتے ہیں ایک مشہور مناظر مجھے کہتے ہیں کہ اللہ کی ذات لیٹرین میں بھی موجود ہے مگر یہ کہنا بے ادبی ہے (العیاذ باللہ) اس مسئلہ کی پوری تفصیل ہم نے اس کتاب کے باب ششم میں ذکر کردی ہے تفصیل وہاں دیکھ لی جائے، اس مقام پر ہم ان حضرات کے سامنے چند گذارشات پیش کرتے ہیں۔

1. ہم کہتے ہیں کہ پوری اسلامی تاریخ میں کوئی ایسا عالم نہیں گذرا کہ جو معیت ذاتیہ کو اپنی حقیقی ظاہری معنی میں رب ذوالجلال کے لیے ثابت کرتا ہو اگر کوئی ہو تو بحوالہ درج کرکے شکریہ کا موقعہ عنایت فرمائیں۔

دیدہ باید۔

2. بعض اہل حق صوفیاء کرام نے اپنی ذوق کے بنا پر معیت ذاتیہ کا قول اختیار کیا تو اکابر اہل سنت نے حق کا دفاع کرتے ہوئے لکھا کہ حضرات صوفیاء کرام معیت ذاتیہ کو ظاہری معنی میں لے کر حلولیہ نہیں، بلکہ یہ صوفیاء کرام معیت ذاتیہ کو بلا کیف مراد لیتے ہیں اور حلول وتجسیم کو نفی کرتے ہیں۔ آپ حضرات (یعنی عصر حاضر کے قائلین معیت ذاتیہ) نے یہ منطق کہاں سے نکالی کہ بلا کیف کہہ کر معیت ذاتیہ ظاہریہ حلول وتجسیم کو برقرار رکھتے ہیں۔

فائدہ

حضرات صوفیائے کرام بھی معیت ذاتی کے قائل ہے اور یہ حضرات بھی معیت ذاتی کے قائل ہیں، لیکن ہم نے ان کا نظریہ جدا اس لیے ذکر کیا کہ صوفیائے کرام اس معیت ذاتی کو ایک ذوق سالک مانتے ہیں، عقیدہ قرار نہیں دیتے، اور عارفین کے ساتھ خاص کرتے ہیں غیر عارفین کے لیے یہ ذوق بطور عقیدہ ذکر نہیں کرتے، یہ حضرات معیت ذاتی کو عقیدہ عارف غیر عارف سب کے لیے واجب اور لازم سمجھتے ہیں پس فرق ثابت ہوا دونوں نظریوں میں، نیز ایک دوسرا فرق یہ ہیں کہ صوفیہ معیت ذاتی کے کیف بیان نہیں کرتے اور یہ عصر حاضر کے معیت ذاتی کے قائلین کیفیت مثالوں سے غیر شعوری انداز میں بیان کرتے ہیں اگرچہ بلا کیف کے لفظ سے اپنے دلوں کو تسکین بھی دیتے ہیں۔

ضروری تنبیہات

تنبیہ اوّل

صوفیائے کرام کا یہ مسلک حلولیہ جیسا نہیں کہ (معاذاللہ) ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ ہر جگہ حلول کیے ہوئے ہے، بلکہ یہ حضرات اللہ سبحانہ کو ہر جگہ بلا کیف اور بلا حلول مانتے ہیں، اس لیے تو یہ حضرات کہتے ہیں کہ یہ اعتقاد ذوق سے تعلق رکھتا ہے، بیان سے نہیں۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کہتے ہیں:

دو فرقے ہو گئے، فرقہ اُولیٰ جو کہتا ہے کہ خدا کو ممکنات سے ذاتاً تباین محض ہے اور اس کو مخلوقات سے صرف اپنی صفات اور افعال کے ذریعے تعلق ہے جیسے علم وارادہ، قدرت، ترزیق و تخلیق غضب۔ رحمت وغیرہ وغیرہ۔ فرقہ ثانیہ وہ جو کہتا ہے کہ خدا کو ذاتاً بھی مخلوقات سے کچھ تعلق ہے اور اس تعلق کو وہ کشفاً اور ذوقاً سمجھتے ہیں، مگر کافی الفاظ نہ ملنے کے سبب وہ اس تعلق کو دوسروں کو نہیں سمجھا سکتے۔[1]

تنبیہ دوم

عقائد کے متعلق متکلّمین اہل سنت کے اقوال راجح ہونگے، حضرات صوفیائے کرام کے نہیں، اس لیے کہ ان حضرات کے اکثر اقوال و افعال عامہ کے ذہن سے بالاتر ہیں۔ جیسا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ صوفیائے کرام کا منصب عقائد نہیں، حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ (الصّوفي لا مذهب له)، اس لیے ان حضرات کے اقوال کو متکلّمین کے مذہب کی طرف راجع کریں گے۔[2]

تنبیہ سوم

امام شاہ ولی اللہ صوفیہ و اولیاء کے احوال کی تقسیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"علمائے محققین نے کہا ہے کہ اولیاء کے احوال کی دو قسمیں ہیں، محکمات اور متشابہات جو احوال محکمات کی مانند اشتباہ سے پاک ہیں وہ قابل حجت بھی ہیں اور پیروی کے لائق بھی، جو احوال

---

[1] کلید مثنوی ج 3 ص 49.
[2] تفصیل کے لیے دیکھیے بوادر النوادر ص 618۔

متشابہات کی طرح مشتبہ المراد ہیں ان سے بچنا لازم ہے، وہ نہ قابل حجت ہیں اور نہ لائق اتباع، ان کے سبب کئی لوگ ہدایت یاب ہوجاتے ہیں اور کئی گمراہ ہوجاتے ہیں"۔[1]

سبحان اللہ بات صاف ہے کہ صوفیائے کرام کے ذوقی احوال کسی کے لیے حجت نہیں ہیں خصوصًا عقیدہ سے متعلق تو بالکل بھی حجت و دلیل نہیں بن سکتے۔

تنبیہ چہارم

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جن صوفیائے کرام سے یہ منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب و معیت ذاتی ہے، یہ ان کی درمیانی حالت ہے، جب نچلی حالت سے اُوپر جاتے ہیں تو اس درمیانی مرتبہ پر پہنچ کر جو قرب حاصل ہو اس کو فرط تقرب میں ذاتی سمجھ بیٹھتے ہیں مگر جب اس مرتبہ سے انہیں عروج وارتقاء حاصل ہوتا ہے تو اصل کا اصل ہونا سمجھ میں آتا ہے۔[2]

نیز حضرت مجدد نے ایک مقام پر معیت ذاتیہ کو خطاء کشفی کہا ہے۔[3]

اور ایک جگہ صوفیہ پر تعجب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تعجب ہے کہ صوفیہ کی ایک جماعت بعض ذاتی نسبت کو مثل احاطہ اور معیت کے ثابت کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی اس بات کے معترف ہیں کہ ذات سے تمام نسبتیں مسلوب ہیں۔[4]

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ معیت ذاتی کا قول بھی کاملین صوفیائے کرام کا نہیں بلکہ ابتدائی سالکین کا ہیں، لہذا بطور عقیدہ معیت ذاتی کا قول اہل سنت میں سے کسی کا بھی نہیں۔

تنبیہ پنجم

بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ مسلک صوفیہ کا نہیں، بلکہ جمہور کا ہے۔ ہم ان حضرات سے عاجزانہ

---

[1] العقیدۃ الحسنۃ (مترجم اردو) ملحقہ مجموعہ رسائل امام شاہ ولی اللہ: ط: شاہ ولی اللہ انسٹیٹیوٹ دہلی۔

[2] مکتوبات امام ربانی مکتوب نمبر 31 ص 79 ادرہ اسلامیات لاہور۔

[3] مکتوبات امام ربانی مکتوب نمبر 31 ص 77 ادرہ اسلامیات لاہور۔

[4] مکتوبات امام ربانی مکتوب نمبر 31 ص 233 ادرہ اسلامیات لاہور۔

درخواست کرتے ہیں کہ آپ حضرات اپنے اس نظریہ پر صرف اور صرف ایک قول اس طرح پیش کریں کہ جس میں صراحت ہو کہ جمہور اہل سنت نے معیت ذاتی کا مسلک بطور عقیدہ اختیار کیا ہو، دیدہ باید۔

آگے معیت ذاتی کے مزید اقوال آپ حضرات ملاحظہ کریں گے جن کی نسبت صوفیائے کرام کے ساتھ ہی نظر آئے گی۔

تنبیہ ششم

ان حضرات اور بعض قائلین معیت ذاتی جن کا عقیدہ ماقبل نظریہ سوم کے تحت ذکر ہوا فرق یہ ہے کہ وہ غیر مقلدین اور بعض دیگر حضرات استوی اور معیت دونوں کو معنی ظاہری میں لینے کے بعد بلا کیف کہتے ہیں۔ اور صوفیہ کے نزدیک استوی میں بھی معنی ظاہری مراد نہیں بلکہ بلا کیف تجلی مراد ہے اور معیت میں بھی معنی ظاہری مراد نہیں بلکہ معیت کو اتصال بلا کیف سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ ایک ذوقی نظریہ ہے، عارفین اس ذوق کی پہچان کر سکتے ہیں، غیر عارفین نہیں۔

تنبیہ ہفتم

حضرات صوفیائے کرام اس معیت ذاتی کو اتصال بلا کیف مانتے ہیں۔ محققین اہل سنت میں بعض ایسے حضرات بھی ہیں، جنہوں نے معیت ذاتی کا قول کیا ہے اور اتصال بھی مراد نہیں لیا، بلکہ ذاتی بایں معنی لیا ہے کہ اس میں تاویل نہیں کرتے اور اس کے معنی میں تفویض کے قائل ہیں۔ یا ذاتی بایں معنی لیا ہے کہ وجود باری تعالیٰ علت ہے وجود ممکنات کے لیے۔ یہ فرق مد نظر رکھئے ان شاءاللہ اس رسالہ میں متعدّد نصوص میں غور کرنے سے یہ بات معلوم ہو جائے گی۔

تنبیہ ہشتم

حضرات صوفیائے کرام نے جو معیت ذاتی بلا کیف کا قول کیا ہے یا تو یہ بھی تفویض ہی کی ایک تعبیر ہے، یا ممکن ہے کہ استوی میں تجلی جیسی ایک تاویل ہو۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

سوال: صوفیہ کا ان مسائل میں کیا مسلک ہے؟

جواب: چونکہ یہ مسائل صوفیہ کے فرض سے زائد ہیں، کیونکہ ان کا فرض مقصود تربیت ہے ان

اعمال واخلاق کی جن سے اہلِ فتوی نے مفصل بحث نہیں کی اور عقائد سے وہ کافی بحث کر چکے ہیں، اس لئے صوفیہ نے ان سے مقصوداً بحث نہیں کی، اگر قدر قلیل کلام اس باب میں ان سے صادر ہوا ہے تو اس کا سبب اپنے کسی مشاغل کی کیفیات وذوقیات کی تحقیق ہے جس سے اصل غرض اہلِ طریق کی تقریب إلى المقصود وتبعيد عن غير المقصود في العقائد وفي الأعمال ہے اور چونکہ ان تعلیمات کے مخاطب غالبًا تو خاص خاص افراد خلوات میں تقریر سے اور احیاناً محدود جماعت جلوات میں تحریر ہوتے ہیں، اس لئے وہ عنوانات وتعبیرات جامعہ مانعہ واضحہ غیر موہمہ کا اہتمام نہیں فرماتے، صرف اس فرد خاص یا جماعتِ خاصہ کی تفہیم کی رعایت کافی سمجھتے ہیں اور وہ چونکہ متکلّم سے خاص مناسبت رکھتے ہیں۔ نیز خاص اصطلاحات سے واقف ہوتے ہیں، ان کے لئے شیوخ کی ناتمام عبارات اور مجمل اشارات کافی ہوجاتے ہیں۔ ان وجوہ سے ان کے کلام میں ظاہراً بہت ایجاز اور تجوز اور تسامح وتوسع ہوتا ہے ان وجوہ سے ان کا مسلک اس باب میں نہ مدون اور منضبط ہے اور نہ واضح ہے اور حالات ان کے مقتضی ہیں حسن ظن کو اس لئے ان کے مجمل یا مبہم کلام کو علماء کے اقوال کی طرف راجع کرنا واجب ہے، گو اصطلاحات ان کی جدا گانہ ہیں مثلاً ایسے مواقع پر لفظ تجلی ان کے کلام میں بکثرت پایا جاتا ہے، ممکن ہے کہ وہ بھی ایک تاویل ہو اور ممکن ہے کہ حقیقت بلا کیف کی ایک تعبیر ہو خصوصًا متقدمین کے مسلک کی طرف راجع کرنا راجح ہے، کیونکہ صوفیہ کا اصل مذہب ہی اخذ بالاحوط ہے اسی لئے مشہور ہوگیا ہے الصوفي لا مذهب له ۔[1]

تنبیہ نہم

معیت ذاتیہ کا قول اکثر ہندی صوفیہ حضرات کا ہے جیسا کہ علامہ مظہری اور مہائمی وغیرہ، عرب صوفیہ حضرات میں سے اس نظریہ کے قائلین نہ ہونے کی برابر ہیں۔

جمہور اہل سنت کا نظریہ

حضرات اہل السنۃ کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ موجود بلا مکان ہے یعنی بغیر مکان کے موجود ہیں، اور وہ

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے بوادر النوادر: 61۔

سبحانہ زمان اور مکان کے اتصاف سے پاک ہے اور اللہ کی صفت علم ، وقدرت کا ادراک ہر جگہ ہے اس سے بعض حضرات نے یہ تعبیر کیا ہے کہ باعتبار علم وقدرت ہر جگہ موجود ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

اس پر بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ آپ لوگوں کا نظریہ تو یہ ہے کہ اللہ کی ذات کو اگر ہر جگہ مان لیا جائے تو یہ حلول ہے اور حلولیہ پر کفر کا فتوی ہے ، تو پھر خود صفت علم کو ہر جگہ ماننا بھی حلول ہے حالانکہ جس طرح اللہ کی ذات حلول سے پاک ہے اس طرح اللہ کی صفات بھی حلول سے پاک ہیں۔ہم جواباً کہتے ہیں کہ ہماری یہ مراد نہیں کہ صفت علم نے ہر جگہ حلول کیا ہے، بلکہ ہماری مراد یہ ہے کہ اللہ کا علم محیط ہے علم الٰہی سے کوئی چیز باہر نہیں۔

﴿لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ﴾ [سباء:3]

تائیدی عبارات

اس پر ہم بطور دلیل اہل سنت والجماعت کی چند مسلّم شخصیات کی عبارات نقل کرتے ہیں۔

علامہ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کی تائیدی عبارت

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

وإن علم الله لا يحل في مكان ، ولا ينتسب إلى جهة، كما أنه سبحانه كذلك، لكنه يعلم كل شيء في كل موضع. [1]

یعنی جس طرح ذات سبحانہ امکنہ میں حلول سے پاک ہیں اسی طرح صفات بھی حلول سے پاک ہیں، لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ہر چیز جانتا ہے جہاں بھی ہو۔

علامہ ابو معین میمون النسفي رحمۃ اللہ علیہ الماتریدی کی تائیدی عبارت

"تبصرة الأدلة" میں لکھتے ہیں:

وما يقوله المعتزلة وعامة النجارية: أنه بكل مكان بمعنى العلم والقدرة والتدبير دون الذات، فهذا منهم خلاف فى العبارة فأما في المعنى فقد ساعدونا على استحالة تمكنه في الأمكنة، ونحن ساعدناهم أنه عالم بالأمكنة كلها وكلها تدبيره غير أن لهم غنية عن إطلاق هذه العبارة الوحشية في هذا المراد ومن الذي اضطرهم إلى إطلاق هذه العبارة التي ظاهرها يوجب ما هو كفر وضلال وأي ضرورة دعتهم إلى ذلك، ولم يرد به نص لا في كتاب، ولا في الأحاديث المشهورة؟ فإذا الواجب علينا عند انعدام النص صيانة هذا المعنى عن هذا اللفظ الوحش وبالله النجاة والمعونة. [2]

---

[1] عارضةالأحوذي شرح ترمذي ج12ص184.

[2] تبصرة الأدلة في أصول الدين ص335 ط: المكتبة الأزهريه للتراث.

اس عبارت کا ترجمہ پہلے گذر چکا ہے۔

نوٹ : اس طرح عبارات علم کلام کے کتب میں بہت زیادہ ہے لیکن ابو معین نسفی جیسے جلیل القدر امام کی عبارت پر ہم نے اکتفاء کیا اگر ضرورت ہوئی توان شاء اللہ وہ بھی کہیں ذکر کریں گے ۔

اللہ کی صفات بھی مکان سے پاک ہیں

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ یہ کہنا بھی جائز نہیں کہ اللہ جل شانہ اپنی صفات کے ساتھ ہمارے درمیان میں موجود ہیں، کیونکہ صفت ذات سے جدا نہیں ہو سکتی، لہذا جو لوگ معیت علمی پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ صفت ذات سے جدا نہیں ہو سکتی تو جب اللہ ہر جگہ ہے علم کے اعتبار سے یہ مانا جائے تو ذاتا ہر جگہ ہونا خود بخود معلوم ہو جائے گا، ہم کہتے ہیں کہ یہ کہنا اللہ کا علم ہر جگہ ہے اگر اس سے حقیقی معنی مراد لیں تو اس پر بھی وہ مفاسد لازم آئیں گے جو اللہ ہر جگہ کہنے پر لازم آتے ہیں کیونکہ علم صفت ہے اور ذات وصفات میں تلازم ہے جہاں صفت وہاں ذات ۔ بلکہ یہ تعبیر مجاز ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز اللہ کے علم میں ہے جیسا کہ ہم نے ابن العربیؒ سے نقل کیا، اس لیے بعض علماء اسلام نے اپنی کتابوں میں یہ لکھا کہ اللہ کا علم ہر جگہ ہے مگر انہوں نے ساتھ ہی ہر جگہ بذاتہ ہونے کی نفی کی، لیکن اس تعبیر سے کوئی بھی ذات کا ہر جگہ ہونا مراد نہیں لیتا، کیونکہ اس کے مطابقی معنی نہیں بلکہ التزامی معنی ہیں۔ اس لیے یہ تعبیر "اللہ ہر جگہ ہے ذات کے اعتبار سے "کو مجاز کہہ کر اس تعبیر "اللہ کا علم ہر جگہ ہے" پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اس کے مطابقی معنی میں ہی ذات کا مکانی ہونا لازم آتا ہے۔

صحیح تعبیر

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے:

ولو قال علم خدا درہمہ مکان است هذا خطاء، وفي النصاب والصواب أن يقول: كل شيء معلوم لله تعالى. [1]

---

[1] فتاوی تاتارخانیہ مادہ 10509 ،20 ، 588 .

لہذا درست تعبیر یہ ہے کہ تمام اشیاء اللہ کو معلوم ہیں، یا اللہ کی صفت علم کا ادراک ہر جگہ ہے۔

تنبیہ

اسلاف متقدمین اہل سنت کا معروف مسلک صفات متشابہات میں تفویض کا ہے، لیکن حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اکثر اسلاف کا قول بھی اس آیت میں تاویل کا ہے تفویض کا نہیں، اور یہ اس لیے کہ ان اسلاف کے نزدیک ان آیت میں تاویل بالعلم کا معنی اتنا واضح تھا کہ گویا کہ یہ تاویل ہی نہیں۔ حضرت کی عبارت درج ذیل ہے:

فی الروح قال معظم السلف فی قوله عزوجل رابعهم وسادسهم أن المراد به كونه تعالىٰ كذلك بحسب العلم مع أنهم الذين لا يؤوّلون وكأنهم لم يعدوا ذلك تأويلا لغاية ظهوره واحتفافه بما يدل عليه دلالة لا خفاء فيها ويعلم من هذا أنّ ما شاع أن السلف لا يؤلون ليس علي إطلاقه.[1]

مقصد تحریر

چونکہ یہ تحریر دو باتوں کو مدنظر رکھ کر ترتیب دی گئی ہے۔

1. جمہور اہل سنت کا صحیح مسلک بیان کرنا ہے کہ جمہور معیت علمیہ کے قائل ہیں، لہذا معیت علمی کا انکار کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔
2. معیت ذاتیہ یعنی اس طرح کہنا کہ "اللہ ہر جگہ ہے ذاتا یا ذات کے اعتبار سے" جمہور متکلّمین، مفسرین محدثین کا مسلک ونظریہ وعقیدہ نہیں ہے، ہاں صرف اخص صوفیہ عارفین کا ذوقی مسلک ہے اور عوام (غیر عارفین خواہ علماء ہوں یا غیر علماء) کے اذہان اس تک نہیں پہنچ سکتے اور صوفیائے کرام کی اس طرح کی عبارات دلیل نہیں بن سکتی جیسا کہ ہم نے اُوپر امام شاہ ولی اللہؒ اور حکیم الامتؒ سے نقل کیا۔ لہذا اس پر زور دینا اور اس مسلک کو جمہور اہل سنت کا مسلک بتانا اور اس کے قائلین کے علاوہ باقی مسلمانوں کو گمراہ یا کم از کم غیر مقلدین کا کہنا یا برائے نام دیوبندی کہنا صریح ظلم

[1] بیان القرأن ج 3 ص 524.

اور زیادتی ہے۔فإلی الله المشتکیٰ.

اس لیے اگلی بحث میں ان دونوں دعوؤں پر علماء اہل سنت کی عبارات پیش کی جائیں گی جس سے روز روشن کی طرح ہمارا مدعی ثابت ہوجائے گا۔انشاءاللہ۔

باب دوم: معیت علمیہ پر اجماع کے نصوص

الباب الثاني في ذكر نصوص الإجماع على المعية العلمية
باب دوم میں معیت علمیہ پر اجماع کے نصوص ذکر کئے جائیں گے۔

اجماع سے حوالہ نمبر 1

قال الإمام ابن عبد البر رحمه الله (463ت ھ) "وأما احتجاجهم بقوله عز وجل مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلاثَةٍ الآية، فلا حجة لهم في ظاهر هذه الآية، لأن علماء الصحابة والتابعين الذين حملت عنهم التأويل في القرآن قالوا في تأويل هذه الآية: هو على العرش، وعلمه في كل مكان، وما خالفهم في ذلك أحد يحتج بقوله". [1]

حاصل عبارت

یعنی جہمیہ کا اس آیت کریمہ مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلاثَةٍ الآية، سے استدلال اس بات پر کہ اللہ ہر جگہ ہے درست نہیں، اس لیے کہ علمائے صحابہ اور تابعین جن سے قرآن کریم کی تاویل منقول ہے انہوں نے اس آیت میں یہ تاویل کی ہے کہ اللہ (کی بادشاہت وملکیت) عرش پر ہے اور اس کا علم ہر جگہ ہے، اور کسی معتمد شخصیت نے اس تاویل میں اختلاف نہیں کیا۔

لہذا اس آیت سے معیت ذاتی پر استدلال کرنا درست نہیں بلکہ یہ تو جہمیہ پر حجت ہے کہ صحابہ کرام کی تاویل کو بھی چھوڑتے ہیں، اور اجماع اُمت سے بھی نکلتے ہیں۔ یا للعجب.

اجماع سے حوالہ نمبر 2

امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی (المتوفی 505 ھ) کہتے ہیں:

---

[1] التمهيد (7/ 138-139) وزارة عموم الأوقاف والشؤون الإسلامية، المغرب.

واضطر أهل الحق إلى هذا التأويل كما اضطر أهل الباطل إلى تأويل قوله تعالى﴿وهو معكم أين ماكنتم﴾إذ حمل ذلك بالإتفاق على الإحاطة والعلم.

یعنی اہل حق (آیت استوی میں تاویل قہر وغلبہ) سے کرنے پر مجبور ہیں جس طرح اہل باطل اس آیت کریمہ ﴿وهو معكم أين ماكنتم﴾ میں تاویل پر مجبور ہیں کیونکہ یہاں اتفاقی طور پر احاطہ علمی مراد ہے۔

اجماع سے حوالہ نمبر 3

امام ابن عطیہ اندلسی (المتوفی: 542ھ) کہتے ہیں:

﴿وهو معكم أين ماكنتم﴾ [الحديد:4] قوله تعالى: وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ ماكُنْتُمْ معناه بقدرته وعلمه وإحاطته، وهذه آية أجمعت الأمة على هذا التأويل فيها، وأنها مخرجة عن معنى لفظها المعهود، ودخل في الإجماع من يقول بأن المشتبه كله ينبغي أن يمر ويؤمن به ولا يفسر فقد أجمعوا على تأويل هذه لبيان وجوب إخراجها عن ظاهرها قال سفيان الثوري معناه: علمه معكم، وتأولهم هذه حجة عليهم في غيرها.[1]

یعنی اس آیت میں معیت علمیہ پر اجماع ہے نیز اس پر بھی اجماع ہے کہ معیت ذاتیہ مراد نہیں ہے۔

اجماع سے حوالہ 4

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: 606ھ) کہتے ہیں:

﴿وهو معكم أين ما كنتم﴾ المسألة الثانية: قال المتكلمون: هذه المعية إما بالعلم وإما بالحفظ والحراسة، وعلى التقديرين فقد انعقد الإجماع على أنه سبحانه ليس معنا بالمكان والجهة والحيز، فإذن قوله: وهو معكم لا بد فيه

---

[1] المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز لابن عطية ج5 ص257 ط: دار الكتب العلمية – بيروت.

من التأويل وإذا جوزنا التأويل في موضع وجب تجويزه في سائر المواضع.[1]

متکلّمین کہتے ہیں: کہ اس معیت سے معیت علمی یا معیت قدرت مراد ہے، بہر تقدیر اس پر اجماع ہے کہ اللہ ہمارے ساتھ مکان اور جہت کے اعتبار سے نہیں پس اس قول "وهو معكم" میں تاویل واجب ہے اور جب ایک جگہ تاویل کا جواز ہے تو اس جیسی تمام نصوص میں بھی تاویل جائز ہوگی۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "اساس التقدیس" میں تاویل پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں بعض آیات ایسی ہیں کہ اس میں تاویل پر امت کا اجماع ہے، اس جیسی نو قسم کی آیات علامہ نے ذکر کی ہیں، الرابع عنوان کے تحت فرماتے ہیں:

اجماع سے حوالہ نمبر 5

﴿وهو معكم أينما كنتم﴾ وقوله تعالىٰ ﴿ونحن أقرب إليه من حبل الوريد﴾ وقوله تعالىٰ ﴿ما يكون من نجوي ثلاثة إلاوهو رابعهم﴾ وكل عاقل يعلم أن المراد منه القرب بالعلم والقدرة الإلهية.[2]

یعنی ہر عاقل جانتا ہے کہ ان آیتوں میں قرب علمی اور قدرت الٰہی مراد ہے۔

اجماع سے حوالہ نمبر 6

شیخ سیف الدین الآمدی (م: 631ھ) کہتے ہیں:

مع اتفاقهم جميعا فى المعنى أنه تعالى ليس بمتمكن في مكان ولا متحيز بجهة ، ومن اشتغل منهم بتأويل يليق بدلائل التوحيد قالوا في قوله تعالى: ﴿ما يكون من نجوى من ثلثة إلا هو رابعهم أي يعلم ذلك﴾.[3]

---

[1] مفاتيح الغيب، فخرالدين الرازی ج29 ص187.

[2] أساس التقديس ص68، ط: مكتبة الأحرار مردان.

[3] إبكار الأفكار الآمدی ص194 مخطوط بحواله الله ليس جسما ص27.

حاصل عبارت

یعنی اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ کسی مکان میں متمکّن نہیں ہے اور نہ متحیز بالجہت ہے ، اور جو اِن میں سے تاویل کرتے ہیں ایسا جو دلائل توحید کے مناسب ہو وہ کہتے ہیں اس آیت کریمہ (ما یکون إلخ) کی تاویل میں کہتے ہیں کہ اللہ اس کا علم رکھتا ہے۔

اجماع سے حوالہ نمبر 7

امام اَبوالقاسم محمد بن اَحمد ابن جزی الکلبی الغرناطی (م 741ھ) کہتے ہیں:

في تفسيره التسهيل لعلوم التنزيل: وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ ما كُنْتُمْ يعني أنه حاضر مع كل أحد بعلمه وإحاطته. وأجمع العلماء على تأويل هذه الآية بذلك. [1]

یعنی اللہ ہر کسی کے ساتھ اپنے علم اور احاطہ کے اعتبار سے حاضر ہے۔ اس آیت میں تاویل پر اجماع ہے۔

اس عبارت سے اس جملہ کا کہ "اللہ حاضر ناظر ہے" کا معنی بھی واضح ہوتا ہے کہ حاضر بعلمه وناظر ببصره۔

اجماع سے حوالہ نمبر 8

امام ابوحیان اندلسی (المتوفی 745ھ) کہتے ہیں:

﴿وهو معكم أين ماكنتم﴾ أي بالعلم والقدرة. قال الثوري: المعنى علمه معكم، وهذه آية أجمعت الأمة على هذا التأويل فيها، وأنها لا تحمل على ظاهرها من المعية بالذات، وهي حجة على من منع التأويل في غيرها مما يجرى مجراها من استحالة الحمل على ظاهرها. وقال بعض العلماء: فيمن يمتنع من تأويل ما لا يمكن حمله على ظاهره، وقد تأول هذه الآية، وتأول الحجر الأسود يمين الله في الأرض، لو اتسع عقله لتأول غير هذا مما هو في معناه. [2]

---

[1] التسهيل لعلوم التنزيل للغرناطی ج1ص169،ط: شركة دار الأرقم بن أبي الأرقم بيروت.

[2] البحر المحيط، ابو حيان الأندلسی دار الفكر – بيروت 10/ 101.

حاصل عبارت

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت میں تاویل کرتے ہیں کہ ھو معکم سے مراد یہ ہے کہ اللہ کا علم ہر جگہ تمہارے ساتھ ہے۔ اس آیت کریمہ میں اس تاویلی معنی مراد ہونے پر جو کہ معیت علمی ہے اور ظاہری معنی مراد نہ ہونے پر جو کہ معیت ذاتی ہے تمام اُمت کا اجماع ہے۔ یہ آیت ان لوگوں پر بھی حجت ہے کہ اس جگہ تو تاویل کرتے ہیں لیکن اس کے علاوہ اور نصوص متشابہات میں تاویل کے منکر ہیں حالانکہ یہ منکرین خود بھی آیت کریمہ اور حدیث میں تاویل کرتے ہیں، اگر ان منکرین تاویل میں عقل ہوتی تو تمام متشابہات میں تاویل کا انکار نہ کرتے۔

اس عبارت سے چند باتیں ثابت ہوئیں:

1) معیت علمیہ پر اجماع اُمت ثابت ہوا۔

2) اس پر بھی اجماع ثابت ہوا کہ معیت ذاتیہ جو ظاہری معنی ہے مراد نہیں ہو سکتا۔

3) یہ آیت ان ظاہر پرستوں پر حجت ہے کہ استویٰ، ید وغیرہ نصوص میں ظاہری معنی مراد لیتے ہیں اور اس جگہ تاویل کرتے ہیں۔

اجماع سے حوالہ نمبر 9

امام ابن کثیر (م:774ھ) کہتے ہیں:

﴿ما يكون من نجوى ثلاثة إلا هو رابعهم ولا خمسة إلا هو سادسهم ولا أدنى من ذلك ولا أكثر إلا هو معهم أين ما كانوا ثم ينبئهم بما عملوا يوم القيامة إن الله بكل شيء عليم﴾ ولهذا حكى غير واحد الإجماع على أن المراد بهذه الآية معية علم الله تعالى ولا شك في إرادة ذلك ولكن سمعه أيضا مع علمه محيط بهم، وبصره نافذ فيهم، فهو، سبحانه، مطلع على خلقه، لا يغيب عنه من أمورهم شيء.[1]

---

[1] تفسير القرآن العظيم لابن كثيرج 8 ص 41، ط: دار طيبة للنشر والتوزيع.

اس آیت میں معیت سے معیت علمیہ مراد ہونے پر بہت سے حضرات نے اجماع نقل کیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں مگر علم کے ساتھ اللہ کی صفت سمع بھی محیط ہے اور صفت بصر بھی اللہ کی ہر جگہ ہے پس اللہ اپنی مخلوق پر باخبر ہے مخلوق کا کوئی بھی معاملہ اللہ سے پوشیدہ نہیں۔

فائدہ: علامہ کی اس عبارت ''وحكى غير واحد'' سے معلوم ہوا کہ یہ معیت علمیہ پر اجماع کا قول بھی تواتر کو پہنچا ہوا ہے۔

اجماع سے حوالہ نمبر 10

امام ابو حفص سراج الدین عمر بن علی بن عادل حنبلی الدمشقی (م: 775ھ) کہتے ہیں:

فصل في تفسير المعية ذكر ابن الخطيب عن المتكلمين أنهم قالوا: هذه المعية إما بالعلم، وإما بالحفظ والحراسة، وعلى التقديرين فالإجماع منعقد على أنَّه سبحانه وتعالى ليس معنا بالمكانِ والحيز والجهةِ، فإذن قوله: وَهُوَ مَعَكُمْ لا بدّ فيه من التأويل، فإذا جوَّزنا التأويل في موضع وجب تأويله في سَائر المواضع. [1]

اس عبارت کا حاصل امام رازی کے حوالہ کے تحت گذر چکا ہے۔

اجماع سے حوالہ نمبر 11

امام زین الدین عبد الرحمن بن أحمد بن رجب بن الحسن، السَلامي، البغدادي، ثم الدمشقي، الحنبلي (المتوفى: 795ھ) کہتے ہیں:

وحكى ابنُ عبدِ البَرِّ وغيرُهُ إجماعَ العلماءِ من الصحابةِ والتابعينَ في تأويلِ قولِهِ: (وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ)، أنَّ المرادَ علمُهُ. [2]

---

[1] اللباب في علوم الكتاب 18: 456 دار الكتب العلمية - بيروت لبنان

[2] روائع التفسير الجامع لتفسير الإمام ابن رجب الحنبلي 1: 140 دار العاصمة- المملكة العربية السعودية

حاصل عبارت

ابن عبد البر وغیرہ علمائے کرام نے صحابہ کرام اور تابعین سے اس آیت کریمہ میں معیت علمیہ پر اجماع نقل کیا ہے۔

اجماع سے حوالہ نمبر 12-13

امام بدر الدین عینی حنفی (م:855ھ) علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قول کی تحسین کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومن جملة ما سئله عنه وهو على كرسيه يعظ الناس والمجلس غاص بأهله ،في رجل يقول :ليس إلا الله ، ويقول : الله في كل مكان هل هو كفر وإيمان ؟فأجاب على الفور : من قال إن الله بذاته في كل مكان فهو مخالف للكتاب والسنة وإجماع المسلمين ....ولقد اتفق الأئمة من الصحابة والتابعين والأئمة الأربعة وسائر أئمة الدين ، إن قوله تعالى وهو معكم أين ما كنتم والله بما تعملون بصير، ليس معنا ه أنه مختلط بالمخلوقات وحال فيها ، ولا أنه بذاته في كل مكان بل هو سبحانه وتعالى مع كل شئ بعلمه وقدرته ونحو ذلك . [1]

حاصل عبارت

اس عبارت میں صاف طور پر علامہ عینی نے علامہ ابن تیمیہ کی معیت علمیہ پر اجماع نقل کرنے کی تائید کی ہے۔

اجماع پر حوالہ نمبر 14

عبد الرحمن بن محمد بن مخلوف ثعالبی (م 875ھ) کہتے ہیں:

---

[1] الرد الوافر على من زعم بأن من سمى ابن تيمية شيخ الاسلام كافر ص 251 ط:المكتب الاسلامي بيروت.

وقوله تعالى: وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ معناه: بقدرته وعلمه وإحاطته، وهذه آية أجمعت الأُمَّةُ على هذا التأويل فيها. [1]

یعنی اللہ علم اور قدرت کے اعتبار سے تمہارے ساتھ ہے۔ اس تاویل پر اجماع ہے۔

اجماع سے حوالہ نمبر 15

امام ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن عمر السنوسی المالکی (م:895ھ) کہتے ہیں:

فإن كان لا يقبل من التأويل إلا معنى واحدا وجب أن يحمل عليه ؛ كقوله: وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ فإن المعية بالتحيز والحلول في المكان مستحيلة على المولى تبارك وتعالى ؛ لأنها من صفات الأجسام ، فتعين صرف الكلام عن ظاهره ولا يقبل هنا إلا تأويلا واحداً دلّ عليه السياق ؛ و هو المعية بالإحاطة علماً وسمعًا وبصرًا . [2]

یعنی اگر کوئی نص اس طرح ہو کہ اس میں صرف ایک تاویل ہی ہو سکتی ہو تو واجب ہے کہ اس تاویل پر یہ نص محمول کی جائے جیسے آیت کریمہ، کیونکہ معیت تحیز اور مکان میں حلول کے اعتبار سے اللہ سبحانہ کے لیے محال ہے، کیونکہ یہ تو اجسام کی صفت ہے، پس کلام کو ظاہر سے پھیرنا متعیّن ہے اور یہ ایک ہی تاویل قبول کر سکتا ہے جس پر سیاق دلالت کرتا ہے کہ یہاں معیت سے مراد معیت علم، سمع و بصر کے اعتبار سے ہے۔

اجماع سے حوالہ نمبر 16

ملا علی قاری شرح مشکوۃ میں کہتے ہیں:

وقد اتفق سائر الفرق على تأويل نحو: وهو معكم أين ما كنتم [الحديد: 4] ، ما يكون من نجوى ثلاثة إلا هو رابعهم [المجادلة: 7] و فأينما تولوا فثم وجه الله [البقرة: 115] و ونحن أقرب إليه من حبل الوريد [ق: 16]

---

[1] الجواهر الحسان في تفسير القرآن 5:378 دار إحياء التراث العربي – بيروت.

[2] شرح المقدمات ص 207 ط:دار التقوى شام.

، و قلب المؤمن بين أصبعين من أصابع الرحمن والحجر الأسود يمين الله في الأرض-[1]

حاصل عبارت

یعنی تمام فرقوں (حتی کہ مجسمہ وغیرہ کا بھی) کا اتفاق ہے کہ مذکورہ بالا نصوص میں تاویل کرنا ضروری ہے۔

اجماع سے حوالہ نمبر 17

علامہ شیخ علی بن محمد التیمی الصفاقسی (کان حیا سنة 1118 ھ) فرماتے ہیں:

وأما قوله تعالى (الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى)...فالإستواء له معنيان: أحدهما وهو القريب: الاستقرار على الشيء بالجلوس .. . والثاني :الإستيلاء بالقهر والغلبة. والآية محمولة على الثاني أعني الاستيلاء لأنه اللائق به تعالى ، ولو حمل على المكان للزم أن يكون سبحانه وتعالى في أمكنة عديدة لقوله تعالى : وهو معكم أين ماكنتم فحيث وجب التأويل في هذه الآية اتفاقا وصرفها عن ظاهرها بحمل المعية فيها على عموم العلم والسمع والبصر ، لزم التأويل في ذلك .[2]

حاصل عبارت

علامہ فرماتے ہیں کہ جو شخص لغت وبیان اور علم بلاغت کا معمولی علم بھی رکھتا ہو وہ سمجھ سکتا ہے کہ آیت استواء سے استقرار پر کوئی دلیل نہیں ، کیونکہ یہ باب توریہ میں سے ہے اور توریہ کی حقیقت یہ ہے کہ لفظ ذکر

---

[1]مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح3:924 ط:دار الفكر بيروت.

[2]مبلغ الطالب إلى معرفة المطالب باحالة الكتاب"مقالات علماء البلاد التؤنسية في تنزيه الله عن الجهة والمكان واجسمية ص56.

ہوجائے اور اس کے دو معانی ہوں، ایک قریب اور ایک بعید، سامع کے ذہن میں معنی قریب آتا ہے مگر متکلّم معنی بعید مراد لیتا ہے، پس استوا کے معنی قریب استقرار ہے کسی چیز پر جلوس ہے.... اور دوسرا معنی ہے استیلاء قہر وغلبہ سے، پس آیت کریمہ اس دوسرے معنی پر محمول ہے کیونکہ یہ اللہ کی ذات کے لائق ہے، اگر آیت کریمہ کو مکان کے معنی پر محمول کیا جائے تو اللہ سبحانہ کا متعدّد جگہوں میں ہونا لازم آئے گا اس آیت کریمہ کی وجہ سے (وھو معکم) اور وہ تمہارے ساتھ جہاں بھی تم ہو۔ پس جب اس آیت کریمہ (یعنی آیت معیت) میں تاویل اتفاقی طور پر واجب ہے کہ مراد عموم علم، سمع وبصر ہے، اسی طرح آیت استواء میں بھی تاویل واجب ہے۔

اجماع سے حوالہ نمبر 18

امام محمود آلوسی (المتوفی 1270ھ) کہتے ہیں:

﴿وهو معكم أين ما كنتم﴾. قيل: المعية مجاز مرسل عن العلم بعلاقة السببية والقرينة السباق واللحاق مع استحالة الحقيقة، وقد أول السلف هذه الآية بذلك. وقال في البحر أجمعت الأمة على هذا التأويل فيها، [1]

یعنی وھو معکم سے مراد علم ہے اور یہ مجاز مرسل ہے اس پر قرینہ آیت کا سیاق وسباق ہے کہ آیت کے اوّل وآخر میں علم کا ذکر ہے، اور دوسرا قرینہ مراد بالعلم پر یہ ہے کہ ظاہر کا مراد لینا محال ہے حضرات اسلاف نے اس آیت میں تاویل بالعلم کی ہے۔ اس کے علامہ ابو حیان کے حوالہ سے اجماع نقل کیا ہے۔

اجماع سے حوالہ 19

علامہ عبدالحی لکھنوی (المتوفی 1304ھ) کہتے ہیں:

اہل سنت کے سلف وخلف کا اجماع ہے اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کے معیت ذاتی نہ ہونے پر الخ[2]

اجماع سے حوالہ 20

علامہ خضر شنقیطی (المتوفی 1354ھ) اپنے کتاب "استحالة المعية بالذات وما يضاهيها من

---

[1] روح المعاني محمود الوسي ج26ص401، ط:موسسة الرسالة.

[2] مجموعۃ الفتاوی حصہ اوّل ص58۔

متشابه الصفات'' میں اجماع پر بہت سارے دلائل نقل کرنے کے بعد تبصرہ کرتے ہیں:

فأنت تراه صرح بأن الأمة أجمعت على تأويل هذه الأية بالعلم وأن السلف الذين لايؤولونه ويفوضون دائما أولوها بذلك وما ذلك إلا لوضوحها في هذا المعنى واستحالة المعية بالذات فيها حتىٰ صارت كأنها نص في المعنى لإماتة المعية بالذات فيها بالإستحالة على الله تعالى فصارت تأويلها بالعلم كلا تأويل فلذلك أولها السلف به ولم يؤوّلوا غيرها مما هو جار مجراها في منع الحمل علي الظاهر.[1]

اس عبارت سے پہلے علامہ نے معیت سے معیت علمی مراد ہونے پر اجماع کے بہت سے دلائل نقل کئے اور آخر میں بطور نتیجہ یہ عبارت ذکر فرمائی کہ حضرات اسلاف جو ہمیشہ صفات متشابہات میں تفویض کرتے ہیں اس آیت میں ان اسلاف حضرات نے بھی تفویض کے بجائے تاویل کی ہے اور یہ اس لیے کہ ان حضرات کے نزدیک یہ تاویل اتنی واضح ہے کہ گویا یہ تاویل ہی نہیں ،بلکہ اس کا معنی مراد ہے۔ پس اس لیے اسلاف نے اس آیت میں تاویل کی اور اس جیسی اور نصوص میں تاویل نہیں کی بلکہ تفویض المعنیٰ کیا ہے۔

فائدہ: بالکل اس جیسا قول ہم حضرت تھانوی مرحوم کا پہلے نقل کر چکے ہیں۔

علامہ نے اس کتاب میں معیت پر بہت ہی عمدہ بحث کی ہے جو دیکھنے کے قابل ہے ہم علامہ کی چند عبارات نقل کرتے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

فقد بان لك أن معية الله تعالىٰ الواردة في القرآن الكريم والأحاديث لم يذكر أحد من المسلمين فيها إلا التفويض، أو التاويل بالعلم، أو ما هو أخص منه كالنصر والحفظ، وأما المعية بالذات فلم يقل بها أحد من أهل السنة بل ولا من المشبهة المجسمة-[2]

یہ بات واضح ہے کہ جو معیت قرآن کریم اور احادیث میں وارد ہے مسلمانوں میں سے کسی نے بھی اس کی تفسیر میں تفویض یا تاویل بالعلم یا اس سے خاص معیت جو معیت نصرت ہے کے علاوہ تیسرا قول معیت ذاتی کا نہیں لیا ہے

---

[1] استحالة المعية بالذات محمد خضر شنقيطي ص 92 :ط:دار البصائر.

[2] استحالة المعية بالذات محمد خضر شنقيطي ص 92 :ط:دار البصائر.

بلکہ مجسمہ اور مشبہہ میں سے بھی کسی نے معیت ذاتی کا قول اختیار نہیں کیا ہے۔

ایک اور جگہ کہتے ہیں:

فمعلوم من السلف والخلف ما اجتمعوا على تأويل بما مر من العلم والنصر والحفظ، ولم يقل أحد منهم بحملها على ظاهرها من المعية بالذات.[1]

یعنی سلف وخلف سے یہ بات معلوم ہے کہ انہوں نے تاویل علمی پر اجماع کیا ہے، اور کسی نے بھی اس آیت معیت کو اس کے ظاہر معیت ذاتی پر محمول نہیں کیا ہے۔

اجماع سے حوالہ نمبر 21

امام جلیل شیخ محمود خطاب السبکی (م:1354ھ) لکھتے ہیں:

أنه حيث استحال على الله سبحانه وتعالى أن يكون معنا بذاته وجب تأويل المعية بالعلم والقدرة بإجماع المجسمة وغيرهم وكذلك يجب صرف الإستواء في قوله تعالى وجميع الآيات والأحاديث المتشابهة عن ظاهرها المحال وحملها على معان تليق بجلاله تعالى .[2]

حاصل عبارت

یعنی جس طرح یہ محال ہے کہ اللہ سبحانہ ہمارے ساتھ بالذات ہر جگہ ہو، پس آیت کریمہ کو ظاہر سے ہٹ کر معیت بالعلم اور قدرت پر محمول کرینگے مجسمہ اور غیر مجسمہ کے اتفاق پر تو اسی طرح آیت استواء اور تمام آیات متشابہ اور احادیث متشابہ بھی اس ظاہری معنی سے پھیرنا جو محال ہے اور اس معنی پر محمول کرنا جو اللہ کے شان کے لائق ہو واجب ہے۔

اجماع سے حوالہ نمبر 22

محمود خطاب السبکی شرح ابوداود میں لکھتے ہیں:

---

[1] نفس مصدر.

[2] إتحاف الكائنات ص186 ط: موسسة أهلية.

وقد اتفق سائر الفرق على تأويل آيات. (وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ). (مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ) الآية، (فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ الله). (وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ). وأحاديث قلب المؤمن بين أصبعين من أصابع الرحمن، والحجر الأسود يمين الله في الأرض ونحوها. [1]

حاصل عبارت ملا علی قاری کی سابق میں گذر چکی ہے۔

اجماع سے حوالہ نمبر 23

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علیؒ (المتوفی 1363ھ) لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہاں اقربیت سے اقربیت بالعلم مراد ہے الخ[2]

اجماع سے حوالہ نمبر 24

نصوص صفات بعض تو ایسے ہیں جن میں بالاجماع تاویل لازم ہے۔ جیسے:

هو معكم أينما كنتم أی بعلمه اور إن ربك لبالمرصاد وغیرہ[3]

اس عبارت میں حضرت صاف فرما رہے ہیں کہ اس نص میں بالاجماع معیت علمی مراد ہے۔

فائدہ: یہ عبارت اصل میں حضرت کے ایک مرید مولوی حبیب احمد سلمہ کی ہے جو انہوں نے بیان القرآن کے بعض مقامات پر بطور حاشیہ ایک مفصل تحریر لکھی تھی اس کو حضرت نے پسند کیا اور اپنے رسالہ "التواجه بما يتعلق بالتشابه" کا جز بنایا۔

اجماع سے حوالہ نمبر 25

علامہ عبدالعظیم الزرقانی (م:1369ھ) کہتے ہیں:

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن الإمام أبي داود ج7 ص241 ط: استقامة القاهرة.

[2] أشرف التفاسير 3:330.

[3] بوادر النوادر 759 ادارہ اسلامیات۔

ثالثة أن المتشابه إن كان له تأويل واحد يفهم منه فهما قريبا ، وجب القول به إجماعا ، وذلك كقوله سبحانه (وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ) فإن الكينونة بالذات مع الخلق مستحيلة قطعا ، وليس لها بعد ذلك إلا تأويل واحد ، وهو الكينونة معهم بالإحاطة علما وسمعا وبصرا وقدرة وإرادة .[1]

حاصل عبارت

تیسری قسم متشابہ کہ وہ ہے جس کی صرف ایک تاویل ہو جو آسانی سے فہم کی جاسکتی ہو تو اس تاویل پر اجماع سے قول کرنا واجب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں (وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ) کیونکہ ذات کے اعتبار سے ہر جگہ ہونا مخلوق سے قطعی طور پر محال ہے، اس کے بعد آیت کی صرف ایک تاویل ہے اور وہ ہے علم، سمع اور بصر و قدرت کے اعتبار سے ہونا۔

اجماع سے حوالہ 26

مولانا ادریس کاندہلوی (المتوفی 1394ھ) لکھتے ہیں:

اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر مکان میں ہے اور ہر جگہ موجود ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس قول سے حجت پکڑتے ہیں (ما يكون من نجوى ثلاثة إلا هو رابعهم)الایۃ ترجمہ: کوئی سرگوشی تین آدمیوں کی ایسی نہیں ہوئی جس میں چوتھا وہ (اللہ نہ ہو) اور حق تعالیٰ کے اس قول سے: (ونحن أقرب إليه من حبل الوريد) ترجمہ: ہم انسان کی رگ گردن سے زیادہ قریب ہیں اور (ونحن أقرب إليه منكم ولكن لا تبصرون) ترجمہ: اور ہم اس شخص کے تم سے بھی زیادہ نزدیک ہوتے ہیں لیکن تم سمجھتے نہیں۔ اور (وهو الذي في السماء إله وفي الأرض إله) ترجمہ: اور وہی ذات ہے جو آسمان میں بھی قابل عبادت ہے اور زمین میں بھی قابل عبادت ہے۔

اہل سنت کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں اس قسم کی جس قدر آیتیں وارد ہوئی ہیں ان سے حق تعالیٰ شانہ کمال علو اور رفعت شان کو اور اس کے احاطہ علم وقدرت کو بیان کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم وقدرت تمام

[1] مناهل العرفان ج2 ص205 بحواله القول التمام ص 271

کائنات کو محیط ہے جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں آیا ہے (قلب المؤمن بين إصبعين من أصابع الرحمن)مومن کا دل خدا کی دو انگلیوں کے درمیان ہے ، سو اس سے بالاجماع متعارف اور ظاہری اور حسی معنی مراد نہیں بلکہ اس قدرت علی التقلیب بیان کرنا ہے۔....اللہ تعالیٰ کا بندہ سے قرب اور بعد باعتبار مسافت کے مراد نہیں بلکہ قرب عزت وکرامت اور بُعد ذلت واہانت مراد ہے۔[1]

اجماع سے حوالہ نمبر 27

عصر حاضر کے مشہور محقق عالم دین ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ ما كُنْتُمْ، وَاللهُ بِما تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ أي والله سبحانه مع عباده بقدرته وسلطانه وعلمه، أينما كانوا في البر والبحر والجو، والله رقيب عليهم بصير بأعمالهم، لا يخفى عليه شيء منها.

قال أبو حيان: وهذه آية أجمعت الأمة على هذا التأويل فيها، وأنها لا تحمل على ظاهرها من المعية بالذات، وهي حجة على من منع التأويل في غيرها، مما يجري مجراها من استحالة الحمل على ظاهرها . [2]

اجماع سے حوالہ نمبر 28

ایک اور مقام پر کہتے ہیں:

ولهذا أجمع المفسرون على أن المراد بهذه الآية معية علمه تعالى، ولا شك في إرادة ذلك.ومع علم الله وسمعه وبصره بكل شيء، هو سبحانه وتعالى مطلع على جميع أمور خلقه، [3]

---

[1] عقائد اسلام، 318/ناشر ادراہ اسلامیات

[2]التفسير المنير في العقيدة والشريعة والمنهج ، 27:393ط: دار الفكر

[3]التفسير المنير في العقيدة والشريعة والمنهج ، 28:29 ط: دار الفكر

اجماع سے حوالہ نمبر 29

عقیدۃ السلف الصالح میں علامہ عادل عزیزہ الکیالی کہتے ہیں:

قد نقل الإجماع غير ما واحد أن جميع العلماء قالوا بأن المعية هي معية علم وإحاطةوشنعوا على من قال إنها معية ذاتية حتى كادوا أن يخرجوه من الملة.[1]

حاصل عبارت

یعنی بہت سے علمائے کرام نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ معیت سے مراد معیت علمی ہے اور جو معیت ذاتی کا قول کرتے ہیں ان پر طنزو تشنیع اس حد تک کی ہے کہ قریب تھا ان کو (یعنی معیت ذاتیہ کے قائلین کو) ملت سے خارج کرتے۔

اجماع سے حوالہ نمبر 30

ڈاکٹر مفتی عبد الواحد ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کر کے لکھتے ہیں: اور

(هو معكم الخ) ما يكون من نجوى إلخ) فأينما تولوفثم وجه الله) (نحن أقرب إليه من حبل الوريد).

مومن کا دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے، حجر اسود زمین میں اللہ کا دایاں ہاتھ ہے۔ ان نصوص کی تاویل پر سب فرقے متفق ہیں۔[2]

اجماع سے حوالہ نمبر 31

شیخ محمد علی الصابونی (معاصر) کہتے ہیں:

أجمعت الأمة على هذا التأويل فيها، وأنها لا تحمل على ظاهرها من المعية

---

[1]عقيدة السلف الصالح 247 ط:دار الفقيه للنشر والتوزيع.

[2]سلفی عقائد ص 271۔

بالذات، وهي حجة على من منع التأويل في غيرها مما يجرى مجراها من استحالة الحمل على ظاهرها. وقال بعض العلماء: فيمن يمتنع من تأويل ما لا يمكن حمله على ظاهره، وقد تأول هذه الآية، وتأول الحجر الأسود يمين الله في الأرض، لو اتسع عقله لتأول غير هذا مما هو في معناه. [1]

حاصل عبارت

اس عبارت کا حاصل پہلے گذر چکا ہے یہ مفسر ابو حیان کا قول ہے جو سورۃ حدید کی آیت میں صابونی نے نقل کی ہے۔

اجماع سے حوالہ نمبر 32

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

قال ابن كثير: وقد حكى غير واحد الإجماع على أن المراد بالمعية في هذه الآية إِلاَّ هُوَ مَعَهُمْ معية علمه تعالى، ولا شك في إِرادة ذلك، فسمعه مع علمه محيط بهم، وبصره نافذ فيهم، فهو سبحانه مطَّلع على خلقه لا يغيب عنه من أمورهم شيء. [2]

عبارت کا حاصل گذر چکا ہے۔

اجماع سے حوالہ نمبر 33

شیخ دکتور طارق محمد نجیب اللحام کہتے ہیں:

وقد اتفق سائر الفرق على تأويل آيات. (وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ). (مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ) الآية، (فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ الله).

---

[1] بحاشية صفوة التفاسير ج3 ص313.

[2] بحاشية صفوة التفاسير ج3 ص329.

(وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ). وأحاديث قلب المؤمن بين أصبعين من أصابع الرحمن، والحجر الأسود يمين الله في الأرض ونحوها. [1]

حاصل عبارت ملا علی قاری کی قول میں گذرا ہے۔

اجماع سے حوالہ نمبر 34

شیخ سیف بن علی العصری کہتے ہیں:

قوله تعالى :وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ ما كُنْتُمْ ظاهر اسم مع في الآية المعية بالذات أين ما كان الإنسان ، وهذا مما اتفق العلماء على تأويله وصرفه عن ظاهره[2]

حاصل عبارت

اس آیت کریمہ میں لفظ مع سے ظاہراً معیت ذاتیہ مفہوم ہوتا ہے اور اس آیت کریمہ میں علماء نے تاویل پر اجماع کیا ہے۔(پھر نیچے معیت علمیہ پر اجماع نقل کی ہے۔)

جمہور سے چند حوالاجات

حوالہ نمبر 35

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی (المتوفی 450ھ) کہتے ہیں:

وَالله مَعَ الصَّابِرِينَ يعني بالنصرةوالمعونة وهذا تفسير الآية عند جمهور المفسرين.

یعنی اللہ صابرین کے ساتھ ہیں نصرت اور مدد کے اعتبار سے اور یہ تفسیر جمہور مفسرین کی ہیں۔

حوالہ نمبر 36

امام قرطبی (المتوفی: 671ھ) کہتے ہیں:

---

[1]المنهل العذب المورود شرح سنن الإمام أبي داودج7ص241ط:استقامة القاهرة.

[2]القول التمام ص375.

﴿يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللهِ وَهُوَ مَعَهُمْ﴾ (النساء:108) ومعنى (وهو معهم) أي بالعلم والرؤية والسمع، هذا قول أهل السنة. وقالت الجهمية والقدرية والمعتزلة: هو بكل مكان، تمسكا بهذه الآية وما كان مثلها، قالوا: لما قال (وهو معهم) ثبت أنه بكل مكان، لأنه قد أثبت كونه معهم تعالى الله عن قولهم، فإن هذه صفة الأجسام والله تعالى متعال عن ذلك ألا ترى مناظرة بشر في قول الله عز وجل: (ما يكون من نجوى ثلاثة إلا هو رابعهم حين قال: هو بذاته في كل مكان فقال له خصمه: هو في قلنسوتك وفي حشوك وفي جوف حمارك. تعالى الله عما يقولون! حكى ذلك وكيع رضي الله عنه[1]

یعنی اہل سنت نے (وهو معهم) کا معنی کیا ہے کہ اللہ باعتبار علم اور سمع اور رؤیت کے تمہارے ساتھ ہے اور جہمیہ اور قدریہ اور معتزلہ کا قول یہ ہے، کہ اللہ ہر مکان میں ہے۔ اور اس آیت کریمہ وَهُوَ مَعَهُمْ اور اس جیسی دیگر آیات سے استدلال کرتے ہیں، کہتے ہیں وهو معهم سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ ہمارے ساتھ ہر جگہ ہے۔ حالانکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ تو ہر مکان میں ہونے سے پاک ہے کیونکہ یہ تو اجسام کا خاصہ ہے۔ کیا آپ نے اس آیت کریمہ کے متعلق بشر کا مناظرہ (ما يكون من نجوى ثلاثة إلا) إلخ نہیں دیکھا کہ جب کہا کہ اللہ باعتبار ذات ہر جگہ ہے۔ تو خصم نے کہا کہ کیا اللہ آپ کی ٹوپی میں بھی ہے اور آپ کی جرسی جیکٹ میں بھی ہے اور گدھے کے پیٹ میں بھی ہے اللہ سبحانہ ان کے اس قول (کہ اللہ ہر جگہ ہے) سے پاک ہے یہ واقعہ وکیع نے بیان کیا ہے۔

حاصل عبارت

اہل سنت کا مذہب وهو معهم میں یہ ہے، کہ معیت سے مراد معیت بالعلم والسمع والرؤية ہے اور جہمیہ کا مذہب یہ ہے کہ اللہ ہر مکان میں ہے اور ان کا مستدل یہ آیت ہے لیکن ان کا یہ مسلک باطل ہے کیونکہ یہ خاصہ ہے اجسام کا، اور اللہ سبحانہ جسم سے منزہ ہے۔

---

[1] الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ج3 ص330 ط: دار الحديث القاهرة.

حوالہ نمبر 38،37

حکیم الامت فرماتے ہیں: جمہور کا قول وہی ہے جو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

احاطہ و قرب او تعالیٰ علمی است چنانچہ مقرر اہل حق است۔ [1]

حوالہ نمبر 39

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ اپنی مشہور تفسیر معارف القرآن میں سورہ ق کی آیت نمبر 16 کی تفسیر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

﴿نحن أقرب إليه من حبل الوريد﴾ کا جمہور مفسرین نے یہی مطلب قرار دیا ہے کہ قرب سے مراد قرب علمی اور احاطہ علمی ہے، قرب مسافت مراد نہیں۔ [2]

حوالہ نمبر 40

إمام أبو الحسن علي بن أحمد بن محمد بن علي الواحدي، النيسابوري، الشافعي (المتوفى: 468هـ) کہتے ہیں :

وقوله تعالى: إِنَّ رَبِّي بِمَا تَعْمَلُونَ مُحِيطٌ أي خبير بأعمال العباد حتى يجازيهم، في قول جميع المفسرين. [3]

---

[1] امداد الفتاوی جدید ج12 ص179۔

[2] تفسیر معارف القرآن مفتی محمد عثمانی إدارة المعارف کراچی 8:140.

[3] التَّفْسِيرُ البَسِيْط 11: 538.

باب سوم

پہلی صدی

مطلب اوّل: مسئلہ معیت کے متعلق آثار مرویہ

اس باب میں معیت علمیہ پر اقوال مرویہ ذکر کئے جائیں گے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول (المتوفی 32ھ)

1. امام بیہقی کہتے ہیں:

وعن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: ما بين السماء القصوى والكرسي خمسمائة عام، وبين الكرسي والماء كذلك، والعرش فوق الماء والله فوق العرش، ولا يخفى عليه شيء من أعمالكم.[1]

آخری آسمان اور کرسی کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اور کرسی اور پانی کے درمیان بھی اتنا ہی فاصلہ ہے اور عرش پانی کے اوپر ہے اور اللہ عرش کے اوپر ہے اور آپ کا کوئی عمل اللہ سے پوشیدہ نہیں۔

استدلال

اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ فوق العرش ہے بلا کیف اور اللہ کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

صحابی ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول (المتوفی 68ھ)

2. امام سیوطیؒ کہتے ہیں:

---

[1]شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعه للالكائي ح 609، الأسماءوالصفات للبيهقي ح374 المكتبة الأ زهرية للتراث.

أخرج ابن أبي حاتم عن ابن عباس في قوله ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ قال: عالم بكم أينما كنتم.[1]

یعنی تم جہاں بھی ہو اللہ جل شانہ آپ کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ نے عالم بکم فرماکر ظاہر معیت ذاتی مراد نہیں لیا نیز (عالم) فرماکر اشارہ کیا کہ مکان میں نہ وجود ذاتی ہے نہ صفاتی بلکہ ذات وصفات دونوں حلول سے پاک ہیں۔

دوسری صدی

مقاتل بن حیان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 150ھ) کا قول

3. امام بیہقیؒ بسند روایت کرتے ہیں:

عن مقاتل بن حيان عن الضحاك في قوله عز وجل ﴿مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلاثَةٍ إِلاَّ هُوَ رَابِعُهُمْ وَلا خَمْسَةٍ إِلاَّ هُوَ سَادِسُهُمْ﴾ قال: هو الله عزوجل على العرش وعلمه معهم[2]

ضحاک بن مزاحم کہتے ہیں: یعنی اللہ عزوجل (بلاکیف) عرش پر ہے اور اس کا علم ہمارے ساتھ ہے۔

یہ عبارت بھی معیت علمیہ مراد لینے پر صریح دلالت کرتی ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول

4. امام اعظم ابو حنیفہؒ (م150ھ) کہتے ہیں:

[1] الدر المنثور للسیوطی ج6 ص171، یہ روایت اگرچہ امام سیوطی نے ابن عباس کی طرف منسوب کی ہے مگر السنة لعبد الله بن أحمد ص 306 ح 595 اس روایت کے آخر پر عبداللہ بن احمد کہتے ہیں: ثُمَّ حَدَّثَنَا بِهِ أَبُو مَعْمَرٍ مَرَّةً أُخْرَى فَرَجَعَ عَنْهُ وَقَالَ: هُوَ عَنِ الضَّحَّاكِ، یعنی یہ روایت اصلا ضحاک بن مزاحم سے مروی ہے نہ کہ حضرت ابن عباس سے۔

[2] الأسماءوالصفات للبهيقي ح 398 المكتبة الأ زهرية للتراث ، السنة لعبدالله بن أحمد ص 304 ح 592.

وليس قرب الله تعالىٰ ولابعده من طريق طول المسافة و قصرها، ولكن على معنى الكرامة ، والمطيع قريب منه تعالىٰ بلاكيف والعاصي بعيد منه بلا كيف ، والقرب والإقبال يقع على المناجي وكذلك جواره تعالىٰ في الجنة والوقوف بين يديه والرؤية في الآخرة بلاكيف. [1]

اور اللہ تعالی کا قرب اور بُعد مسافت کی درازی اور کوتاہی کے طور پر نہیں لیکن وہ بایں معنی ہے کہ اس کا قرب عزت پانے اور معزز ہونے اور اس کے بعد ذلیل اور خوار ہونے سے ہے اور مطیع اس کے قریب ہے بلا کیف اور گنہگار اس سے بعید ہے بلا کیف اور قرب و بعد اور اقبال مناجات کرنے والے کے لیے ہوتا ہے (یعنی جو بندہ اللہ کے سامنے تضرع وزاری کرتا ہے) اور ایسا ہی اس کا جوار جنت میں اور اس کے سامنے کھڑا ہونا بلا کیفیت کے حق ہے۔

استدلال

اگر چہ یہ عبارت معیت ذاتی مراد نہ ہونے پر صریح ہے لیکن بعض حضرات نے (بلا کیف) کے لفظ سے استدلال کیا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک اللہ بلا کیف ہر جگہ ہے اور استدلال اس طرح ہے کہ (بلا کیف) کی قید صفت کے ساتھ نہیں لگتی۔ لیکن یہ بات درست نہیں، کیونکہ امام صاحب کا یہ لفظ (ان لوگوں کے خلاف حجت ہے کیونکہ ان کا نظریہ یہ ہے کہ اللہ ہر جگہ ہے، ہر کسی کے قریب ہے باعتبار ذات کے اور امام صاحب فرمارہے ہیں کہ "مطیع کے قریب ہے بلا کیف اور عاصی سے بعید ہے بلا کیف" لہذا ہر جگہ باعتبار ذات ہونا امام صاحب کی ہرگز مراد نہیں۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم آگے امام بیاضی کا قول نقل کریں گے کہ امام صاحب کے نزدیک اس قرب سے قرب حقیقی مراد نہیں بلکہ قرب بمعنی کرامت عبد ہے اور بعد بمعنی اہانت عبد ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول

5. سفیان الثوری رحمۃ اللہ علیہ (م161ھ) کہتے ہیں:

عن معدان قال سألت سفيان الثوري عن قول الله عز وجل ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ

[1] الفقہ الاکبر مع ترجمہ اردو از مولانا صوفی عبد الحمید سواتی ص50 ط: ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ قال: علمه.[1]

یعنی حضرت سفیان نے معیت سے معیت علمی مراد لیا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول

6. امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (م 179ھ) کہتے ہیں:

الله عز وجل في السماء، وعلمه في كل مكان وتلا هذه الآية مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلاثَةٍ إِلاَّ هُوَ رَابِعُهُمْ وَلا خَمْسَةٍ إِلاَّ هُوَسَادِسُهُمْ-[2]

یعنی اللہ آسمانوں میں ہے اور علم اسکا ہر جگہ ہے، اور بطور استدلال یہ آیت پڑھی:

﴿ما يكون مِنْ نَجْوَى ثَلاثَةٍ إِلاَّ هُوَ رَابِعُهُمْ وَلا خَمْسَةٍ إِلاَّ هُوَسَادِسُهُمْ﴾

فائدہ

امام مالک کے اس قول کا صحیح معنی ان کے مایہ ناز شاگرد عبداللہ بن نافع نے بیان کیا ہے کہ اللہ کی ملکیت آسمانوں میں ہے، مراد یہ ہے کہ آسمان جیسی بڑی مخلوق بھی اللہ کی ملک میں ہے تو اس سے چھوٹی چھوٹی مخلوقات ضرور بالضرور اللہ کی ملکیت سے باہر نہیں ہوسکتیں۔ اس مسئلہ کی مکمل تفصیل امام ثعلبی کے حوالہ سے نیچے آرہی ہے۔

نوٹ: یہ قول سنداً کمزور ہے بتقدیر صحت مذکورہ تاویل کی ہے۔

ضحاک بن مزاحم کا قول

7. امام اللالکائی بسند مقاتل بن حیان ضحاک (المتوفی 198ھ) سے بیان کرتے ہیں:

عن مقاتل بن حيان عن الضحاك ، قال في قوله تعالى مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى

---

[1] المصدر السابق، السنة لعبدالله بن أحمد ح 597، الأسماء والصفات للبيهقي ح 908.

[2] مسائل الإمام أحمد ص263، ط: دار المعرفة، أصول اعتقاد أهل السنة ج3 ص401، الإبانة لابن بطة ص 110.

ثَلاثَةٍ إِلاَّ هُوَ رَابِعُهُمْ قال: هو على العرش ولا يخل شيء من علمه [1]

یعنی اللہ (بلا کیف) عرش پر ہے اور کوئی چیز اللہ کے علم سے باہر نہیں۔

ان دونوں عبارات سے ثابت ہوا کہ اس آیت سے جلیل القدر اسلاف نے معیت ذاتی مراد نہیں لیا ہے بلکہ معیت علمی لیا ہے۔

تعلیق علامہ کوثری

علامہ کوثری رحمۃ اللہ علیہ اس قول پر تعلیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال ابن المبارك: ارم به .وكان ابن خزيمة لا يحتج بمقاتل بن حيان . وكان يحى بن سعيد يضعف الضحاك ، ولو تابع النص لقال استوى على العرش مفوضا أو مؤولا ، ولا يقول إنه على العرش ، وبينهما فرق عظيم. وكلمة (فوق عرشه) لم ترد في سنة مشهورة-

عبداللہ بن نافع کا قول

8. شاگرد رشید امام مالک عبداللہ بن نافع (م 200ھ) کہتے ہیں:

قال مُلك الله في السماءالسابعة وعلمه في كل مكان لا يخلو منه مكان. [2]

امام مالک کہتے ہیں: اللہ کی بادشاہت ساتویں آسمان میں ہے، اور اللہ کا علم ہر جگہ ہے۔ کوئی بھی جگہ اس سے خالی نہیں۔

فائدہ

حضرت عبداللہ بن نافع کے اس قول سے معلوم ہوا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے قول "والله فوق

[1] شرح أصول اعتقاد أهل السنة للالكائى ج1 ص216 ح 673 ، الأسماء والصفات للبيهقي، ح398،المكتبة الأزهرية للتراث.

[2] شرح أصول اعتقاد أهل السنة ج1 ص 216 ح 273 ،الأسماء والصفات ح 398: ، السنة لعبد الله بن أحمدص 280.

العرش "کا بھی یہی معنی ہے کہ اللہ کی بادشاہت آسمانوں میں ہے، اس سے بھی ظاہر مراد نہیں، جیسا کہ مجسمہ کا مذہب ہے۔

تیسری صدی

امام الجرح والتعدیل علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

9. امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ (م 234 ھ) کہتے ہیں:

سئل عن قوله تعالى مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلاثَةٍ إِلاَّ هُوَ رَابِعُهُمْ فقال: اقرأ ما قبله أَلَمْ تَرَ أَنَّ الله يَعْلَمُ-[1]

یعنی یہاں معیت سے مراد معیت علمی ہے، جیسا کہ ابتداء آیت میں علم کا ذکر ہے۔

اسحاق بن راھویہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول

10. امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ (م 238 ھ) کہتے ہیں:

قال حرب بن إسماعيل: قلت لإسحاق بن راهويه في قول الله ﴿مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلاثَةٍ إِلاَّ هُوَ رَابِعُهُمْ﴾ كيف تقول فيه؟ قال: حيث ما كنت فهو أقرب إليك من حبل الوريد، وهو بائن من خلقه.[2]

یعنی سائل نے کہا کہ اس آیت کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں، تو حضرت نے کہا کہ تم جہاں بھی ہو اللہ آپ کی شہ رگ سے بھی قریب ہے اور اپنی مخلوق سے بائن بھی ہے۔

اس مختصر عبارت سے ثابت ہوا کہ اللہ کی معیت ذاتی نہیں یعنی اللہ ہر مکان میں نہیں ہے بلکہ علم وقدرت کے اعتبار سے قریب ہے۔

تنبیہ

جہمیہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ ذاتاً ہر جگہ ہے، اس عقیدہ پر ردّ کرنے کے لیے بعض اسلاف نے یہ تعبیر

---

[1] العلو للعلي الغفار ص 175، اس کی سند ضعیف ہے، لیکن تائیداً ذکر کیا گیا۔

[2] سير أعلام النبلاء لذهبى ج10 ص116 ط :مؤسسة الرسالة.

اختیار کی "وهو بائن من خلقه" ان اسلاف میں سے کسی کا یہ عقیدہ نہ تھا کہ بائن کا معنی یہ ہے کہ ذاتاً عرش پر ہے۔

بائن من خلقه کا معنی

امام بیہقی کہتے ہیں:

والقديم سبحانه عال عل العرش لا قاعد ومماس ولا مباين عن العرش يريد به مباينة الذات التي هي بمعنى الاعتزال أو التباعد لأن المماسة هي ضدها والقيام والقعود من أوصاف الأجسام والله عز وجل أحد صمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا أحد، فلا يجوز عليه ما يجوز على الأجسام تبارك وتعالى.[1]

اور اللہ سبحانہ قدیم ذات ہے وہ عرش سے بہت بلند ہے وہ عرش پر نہ بیٹھا ہے اور نہ کھڑا ہے، نہ اس کو چھو رہا ہے اور نہ اس سے جدا ہے۔ مباینت کا معنی ذات کی جدائی اور دوری ہے، وہ الگ ہونے اور دور ہونے کے معنی میں ہے۔ اس لیے کہ مماست (چھونا) اور مباینت (جدا ہونا) اضداد میں سے ہیں اسی طرح قیام اور قعود تو اجسام کی صفات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر لحاظ سے ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی ہے کہ سب اسی کے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور اس کا کوئی ہم سر نہیں۔ پس جو صفات اجسام کی ہیں اللہ تعالیٰ پر ان کا اطلاق جائز نہیں۔

یعنی اللہ سبحانہ اتصال وانفصال اور اجتماع وافتراق سے پاک ہے مختصر تعبیر یہ ہے کہ نہ ہی عالم میں داخل ہے اور نہ ہی عالم سے خارج ہے۔

امام کوثری کہتے ہیں:

"بائن من خلقه" بمعنى أنه غير ممازج للخلق لا بمعنى أنه متباعد عن الخلق بالمسافة، تعالى الله عن القرب والبعد الحسيين، والبينونة الحسيه

---

[1] الأسماء والصفات للبيهقي ح381 ط: المكتبة الأزهرية للتراث.

فليس في ذلك ما يطمع المجسمة في كلامه.[1]

(بائن من خلقه) کا معنی یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ مخلوق کے ساتھ خلط نہیں ہے، اس کا یہ معنی نہیں کہ مخلوق سے مسافت کے اعتبار سے دور اور جدا ہے، جل جلالہ بلند و برتر ہے قرب وبعد اور مباینت حسی سے۔ پس اس عبارت میں مجسمہ کے لئے (اپنے باطل نظریہ کی) طمع کرنے کی کوئی راہ نہیں۔

ان دونوں عبارات سے معلوم ہوا کہ بائن کا معنی یہ نہیں کہ اللہ مخلوق سے مسافت کے اعتبار سے مباین اور دور ہے، کیونکہ قرب وبعد حسی سے اللہ منزہ ہے بلکہ معنی یہ ہے کہ مخلوق سے مخلوط نہیں جیسا کہ جہمیہ اور حلولیہ کا مذہب ہے۔ امام کوثری نے بھی امام اہل سنت بیہقی کی تشریح پیش کی ہے، جبکہ کرامیہ سے متاثر حضرات کو گلہ رہتا ہے کہ علامہ جہمیہ کی تائید کرتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول

11. امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (م 250ھ) کہتے ہیں:

﴿وهو معكم أينما كنتم﴾ وقوله ﴿ما يكون من نجوى ثلثه إلا هو رابعهم﴾ قال علمه: عالم بالغيب والشهادة علمه محيط بالكل وربنا على العرش بلا حد ولا صفة وسع كرسيه السموات والأرض بعلمه.[2]

حاصل عبارت

یعنی ھو معکم وغیرہ آیات میں مراد معیت علمی ہے، اللہ کا علم ہر جگہ کو محیط ہے اور اللہ عرش پر بلا حد اور بلا صفت ہے۔

فائدہ

اس عبارت سے چند امور ثابت ہوئے:

[1] بهامش الأسماء والصفات ص 369 ط: المكتبة الأزهرية للتراث

[2] مسائل الإمام أحمد ص 263، ط: دار المعرفة، أصول اعتقاد أهل السنة ج3 ص 401

1) امام احمد کے نزدیک اللہ سبحانہ کے لیے حد ثابت نہیں، بلکہ منفی ہے، لہذا عصر حاضر کے سلفیوں نے جو امام احمد کی طرف حد کی نسبت کرتے ہیں، وہ یقیناً امام جلیل پر بہتان باندھتے ہیں۔

2) امام کا مذہب استوی کے متعلق یہ ہے کہ استوی ذاتی حسی مراد نہیں بلکہ استوی میں تفویض ہے جیسا کہ حنابلی محدث امام مرعی بن یوسف مقدسی حنبلی نقل کرتے ہیں:

استوى كما أخبر لا كما يخطر للبشر [1]

اللہ نے اس طرح استوی کیا ہے جس طرح خبر دی ہے، اس طرح نہیں جو انسان کے ذہن و نظر میں آئے۔

یعنی جو قرآن میں ہے صرف اس پر اکتفاء کرنا استوی کی تفسیر ہے۔ اس سے زیادہ تفسیر کرنا یا بذاتہ کی قید اپنی طرف سے لگانا اس امام جلیل کے نزدیک درست نہیں۔

3) ایک دوسرے قول میں کہتے ہیں:

نومن بها ونصدق بها ولا كيف ولا معنى ؛ ولا نرد منها شيئا، ونعلم أن ما جاء به الرسول صلى الله عليه وسلم حق إذا كانت بأسانيد صحاح، ولا نرد على رسول الله صلى الله عليه وسلم قوله، ولا يوصف الله تعالى بأكثر مما وصف به نفسه، أو وصف به رسوله، بلا حد ولا غاية، ليس كمثله شيء وهو السميع البصير. [2]

امام احمد سے احادیث صفات کے متعلق پوچھا گیا آپ نے جواب دیا کہ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں اور تصدیق کرتے ہیں اور کیف نفی کرتے ہیں اور معنی بھی (یعنی معنی ظاہری جو موہم تشبیہ ہے) اور اس سے کوئی چیز رد نہیں کرتے اور ہم جانتے ہیں کہ جو رسول اللہ ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ آیا ہے حق ہے اور اللہ کے رسول ﷺ پر ہم اس کا قول رد نہیں کرتے۔ اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جو صفات بیان کی ہیں اس پر زیادتی نہیں کرتے اور صفات حد اور بس غایہ کے بغیر ہے اللہ جیسا کوئی نہیں اور وہ ہی سمیع و بصیر ہے۔

---

[1] أقاويل الثقات ص121، البرهان المؤيد ص 24، دفع شبه من تشبه وتمرد، ص17.

[2] ذم التأويل لابن قدامة ص٢١.

تبصرہ

امام احمد کی اس عبارت میں آج کل کے نام نہاد سلفیہ کی مکمل بیخ کنی ہے بطور مثال دیکھے، سلفیہ صفات متشابہات کی کیفیت مانتے ہیں، اگر چہ پھر مجہول کہتے ہیں لیکن امام احمد بالکل جمہور کی طرح نفی کرتے ہیں۔ سلفیہ صفات متشابہات کے معانی ظاہری لیتے ہیں اور امام احمد اس کی نفی کرتے ہیں۔

4) سلفیہ حد مانتے ہیں اور امام احمد واضح بلا حد کی تصریح کرتے ہیں، سلفیہ احتیاط کئے بغیر ہر قسم کی ضعیف اور کمزور روایات سے اللہ کی طرف صفات منسوب کرتے ہیں اور امام احمد نے احتیاط کرتے ہوئے صحیح سند کی قید لگائی ہے۔
5) سلفیہ صفات متشابہات پر زیادتی اپنی طرف سے کرتے ہیں مثلا استوی کے ساتھ بذاتہ کی قید لگاتے ہیں اور امام احمد فرماتے ہیں کہ ہم اپنی طرف سے زیادتی نہیں کرتے۔

نعیم بن حماد الخزاعی کا قول

12. نعیم بن حماد الخزاعی (م288ھ) کہتے ہیں:

قال أحمد بن منصور الرمادي سمعت نعيم بن حماد الخزاعي في قوله وَهُوَ مَعَكُمْ:أنه لا يخفى عليه خافية بعلمه، ألا ترى قوله مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلاثَةٍ إِلاَّ هُوَ رَابِعُهُمْ الآية، أراد أنه لا يخفى عليه خافية. [1]

یعنی اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی چیز اسکے علم سے باہر نہیں۔

جنید بغدادی کا قول

13. إمام الطائفة الصوفية العارف بالله جنید بغدادی (م 297ھ) کہتے ہیں:

وسئل ابن شاهين (رحمه الله) الجنيد(رحمه الله)عن معنى مع فقال مع على معنيين مع الأنبياء بالنصرة والكلاءة، قال الله تعالى إنني معكما أسمع

---

[1] العلو للعلي الغفار ص126، سير أعلام النبلاء ج10 ص611.

وأرىٰ، ومع العامة بالعلم والإحاطة فقال تعالىٰ ما يكون من نجوى ثلثة إلا هو رابعهم، فقال ابن شاهين مثلك يصلح أن يكون دالا للأمة على الله.[1]

ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ نے مع کے معنی کے متعلق جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ اس کا کیا معنی ہے تو آپ نے کہا کہ معیت کی دو قسمیں ہیں، ایک معیت خاصہ جو انبیاء کے ساتھ ہے جیسے کہ اس آیت "بے شک میں تم دونوں کے ساتھ ہوں سنتا ہوں دیکھتا ہوں" تو یہاں معیت سے مراد نصرت وتائید ہے اور دوسری معیت عامہ ہے جس سے مراد معیت بالعلم اور احاطہ ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے "نہیں کرتے سرگوشی تین لوگ مگر ان کے ساتھ وہ چوتھا ہوتا ہے۔ ابن شاہین نے کہا کہ: آپ جیسے لوگ اس کے قابل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اُمت کی رہنمائی کرنے والے بنیں۔

اس عبارت سے ہمارا مدعا معلوم ہوا کہ محققین (کامل) صوفیائے کرام کا عقیدہ بھی جمہور امت کی طرح معیت علمیہ کا ہے۔

چوتھی صدی

14. امام حسین بن منصور الحلّاج (م309ھ) کہتے ہیں:

عن حسين بن منصور الحلاج أقواله ومن نصه: وقربه كرامته، وبعده إهانته، علوه من غير توقل، ومجيئه من غير تنقّل.[2]

اس کا قرب یہ ہے کہ مکرم بنادے اور بعد یہ ہے کہ ذلیل کردے۔ اس کی بلندی چڑھائی کے ساتھ نہیں، اس کا آنا بدون انتقال کے ہے۔

نوٹ: یہ ترجمہ ہم نے حضرت مولانا مفتی ظفر احمد عثمانی کی مشہور کتاب "القول المنصور في ابن المنصور المعروف به سیرت منصور حلاج" سے نقل کیا ہے۔ اور یہ کتاب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر نگرانی مرتب کی گئی ہے۔ لہذا ان دونوں حضرات نے بھی اس کا اقرار کیا ہے کہ قرب سے مراد قرب کرامت ہے۔

---

[1] الرسالة القشيرية، ط شركة القدس ص71.

[2] الرسالة القشيرية، ط: شركة القدس ص 64.

مفسر ابن جریر طبری کے اقوال

15. مفسر ابن جریر (المتوفی 310ھ) کہتے ہیں:

إن الله مع الصابرين، فإن تأويله: فإن الله ناصره وظهيره وراض بفعله، كقول القائل: افعل يا فلان كذا وأنا معك، يعني: إني ناصرك على فعلك ذلك ومعينك عليه.[1]

16. وأما قوله: والله مع الصابرين فإنه يعني: والله معين الصابرين على الجهاد في سبيله وغير ذلك من طاعته، وظهورهم ونصرهم على أعدائه الصادين عن سبيله، المخالفين منهاج دينه. وكذلك يقال لكل معين رجلا على غيره: هو معه ، بمعنى هو معه بالعون له والنصرة. [2]

حاصل عبارت

مذکورہ عبارات میں مفسر طبری نے معیت سے مراد معیت نصرت وتائید لیا ہے۔

17. وقد اختلف أهل العربية في معنى قوله (ونحن أقرب إليه من حبل الوريد) فقال بعضهم: معناه: نحن أملك به، وأقرب إليه في المقدرة عليه. وقال آخرون: بل معنى ذلك (ونحن أقرب إليه من حبل الوريد) بالعلم بما توسوس به نفسه.

18. يقول (ونحن أقرب إليه منكم) يقول: ورسلنا الذين يقبضون روحه أقرب إليه منكم، (ولكن لا تبصرون) . [3]

حاصل عبارت مذکورہ عبارات میں قرب سے مراد مفسر طبری نے قرب علمی لیا ہے۔

19. (وهو معكم أينما كنتم) يقول: وهو شاهد لكم أيها الناس أينما كنتم

---

[1]جامع البيان في تأويل القرآن،3:214 مؤسسة الرسالة.

[2]جامع البيان في تأويل القرآن،23:157مؤسسة الرسالة.

[3]جامع البيان في تأويل القرآن،5،353 مؤسسة الرسالة.

يعلمكم، ويعلم أعمالكم، ومتقلبكم ومثواكم، وهو على عرشه فوق سمواته السبع.[1]

20. وعنى بقوله: ﴿هو رابعهم﴾، بمعنى: أنه مشاهدهم بعلمه، وهو على عرشه. كما حدثني عبدالله ابن أبي زياد، قال: ثني نصر بن ميمون المضروب، قال: ثنا بكير بن معروف، عن مقاتل بن حيان، عن الضحاك، في قوله: ﴿ما يكون من نجوى ثلاثة﴾ ...إلى قوله: ﴿هو معهم﴾ قال: هو فوق العرش وعلمه معهم [2]

حاصل عبارت

مذکورہ آیات کریمہ میں مفسر طبری نے معیت سے مراد معیت علمی لیا ہے۔

ابن جریر کے قول سے مجسمہ کے غلط استدلال کا جواب

مجسمہ نے مفسر طبری رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے کہ وهو على عرشه فوق سمٰواته السبع، سے اپنے باطل نظریہ پر استدلال کیا ہے کہ مفسر طبری کا عقیدہ بھی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے عرش پر ہیں۔ لیکن مفسر طبری پر غلط الزام لگایا گیا ہے، مفسر طبری کا عقیدہ اہل سنت والجماعت کے عین موافق تھا کہ اللہ سبحانہ موجود بلا مکان ہیں، اللہ تعالیٰ علو حسی سے منزہ اور پاک ہیں۔ ذیل میں ہم مفسر کی چند عبارات ذکر کرتے ہیں، اور آخر میں نتیجہ نکالتے ہیں۔

مفسر ابن جریر سورۃ بقرہ آیت نمبر 255 آیت الکرسی کے تحت لکھتے ہیں:

وأما تأويل قوله: وهو العلي فإنه يعني: والله العلي والعلي: الفعيل من قولك: علا يعلو علوا، إذا ارتفع، فهو عال وعلي، والعلي ذو العلو والارتفاع على خلقه بقدرته.[3]

---

[1] جامع البيان في تأويل القرآن، 23:169 مؤسسة الرسالة

[2] جامع البيان في تأويل القرآن، 23:273 مؤسسة الرسالة.

[3] جامع البيان في تأويل القرآن، 5:405 مؤسسة الرسالة.

سورۃ الحج آیت نمبر 62 کے تحت لکھتے ہیں:

(وأن الله هو العلي الكبير) يعني بقوله: (العلي) ذو العلو على كل شيء، هو فوق كل شيء وكل شيء دونه. (الكبير) يعني العظيم، الذي كل شيء دونه ولا شيء أعظم منه.[1]

سورۃ لقمان آیت 30 کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(وأن الله هو العلي الكبير) يقول تعالى ذكره: وبأن الله هو العلي، يقول: ذو العلو على كل شيء، وكل ما دونه فله متذلل منقاد- [2]

سورۃ شوریٰ آیت 51 کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وقوله: (إنه علي حكيم) يقول تعالى ذكره إنه يعني نفسه جل ثناؤه: ذو علو على كل شيء وارتفاع عليه، واقتدار. حكيم: يقول: ذو حكمة في تدبيره خلقه. [3]

نتیجہ عبارات

ان تمام عبارات سے باسانی ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ مفسر طبری نے علو وارتفاع سے علو حسی مراد نہیں لیا، بلکہ مفسر نے علو معنوی مراد لیا ہے، اور وہ علو قدرت وعظمت وجبروت ہیں، جو کہ تمام اہل السنت والجماعت کے اتفاقی معنی ہیں۔ لہٰذا مفسر طبری کی طرف علو حسی کی نسبت کرنا ظلم ہے اور تأويل القول بما لا يرضى به قائله کی قبیل سے ہے۔

ایک اہم تنبیہ

تفسیر طبری میں بعض عبارات ایسی ضرور درج ہیں، جو بظاہر تجسیم کی طرف مفضی ہیں، اور مفسر نے بلا

[1]جامع البيان في تأويل القرآن، 18:676 مؤسسة الرسالة.

[2]جامع البيان في تأويل القرآن، 20:155 مؤسسة الرسالة.

[3]جامع البيان في تأويل القرآن، 21:559 مؤسسة الرسالة.

تنقید و تعلیق نقل کی ہیں، جس پر بعد کے مفسرین نے تنقید بھی کی ہے، لیکن ہمارے علم کے مطابق تفسیر ابن جریر طبری میں مجسمہ نے اپنے غلط نظریات کی تائید کے لیے جگہ جگہ اپنی عبارات درج کی ہیں، تفصیل کے لیے دیکھئے:

آيات الصفات ومنهج ابن جرير الطبري في تفسير معانيها للشيخ المحقق حسام بن حسن صرصور.

ابو منصور ماتریدی کا قول

21. إمام الهدى ابو منصور ماتریدی (م:333ھ) کہتے ہیں:

﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ هذا الحرف يخرج على وجهين: أحدهما: (وَهُوَ مَعَكُمْ): أي: عالم بكم وبأفعالكم، ومحيط بكم، وحافظ عليكم، والثاني: (وَهُوَ مَعَكُمْ) يتوجه المعنى فيه لاختلاف الأحوال يقول: إن كنتم محبين له، خاضعين مطيعين، فهو معكم بالنصر لكم والمعونة على أعدائكم، وإن كنتم معرضين عنه معاندين فهو معكم بالمعونة عليكم، والانتقام منكم، والله أعلم، وقال أهل التأويل: أي علمه وسلطانه وقدرته معكم أينما كنتم.[1]

اس آیت کی دو توجیہات ہیں، اوّل یہ ہے کہ معیت سے مراد معیت علم وقدرت وحفاظت ہے۔ اور دوسری توجیہ یہ ہے کہ معنی احوال کے اعتبار سے تبدیل ہوتا ہے پس اگر آپ اللہ تعالیٰ شانہ سے محبت کرنے والے اور عاجزی کرنے والے تابعدار ہوں گے تو اللہ کی مدد آپ کے دشمن کے خلاف آپ کے ساتھ ہے، اور اگر آپ اعراض کرنے والے اور نافرمان ہوں تو اللہ آپ کے خلاف آپ کے دشمن کی مدد کرے گا اور آپ سے انتقام لے گا، اہل تاویل کہتے ہیں کہ مراد معیت علمی اور معیت قدرت ہے۔

22. ایک اور جگہ کہتے ہیں:

(فَإِنِّي قَرِيبٌ). قرب العلم والإجابة، لا قرب المكان والذات كقرب

---

[1] تأويلات أهل السنة لأبى منصور الماتريدي ج9ص519

بعضهم من بعض في المكان؛ لأنه كان ولا مكان، ويكون على ما كان، وكذلك قوله: (مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَى مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّ اللهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ)، وكقوله: (وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ)، (وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ) كل ذلك يرجع إلى قرب العلم والإحاطة وارتفاع الجهات، لا قرب الذات على ما ذكرنا. [1]

یعنی اس آیت میں قرب سے مراد قرب علمی ہے قرب مکانی مراد نہیں کیونکہ اللہ تعالی تو پہلے بھی موجود تھا جبکہ مکان نہیں تھا، اور اب بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا اس تمام آیات (مَا يَكُونُ مِنْ) الخ میں قرب علمی مراد ہے ذاتی نہیں۔

23. ایک جگہ اپنی مایہ ناز کتاب "کتاب التوحید" میں لکھتے ہیں:

وليس في الإضافة إليه أنه على العرش استوى تثبيت مكان ، كما لم يكن في قوله : ونحن أقرب إليه من حبل الوريد وقوله: ما يكون من نجوى من ثلثة إلا هو رابعهم وقوله: ونحن أقرب إليه من حبل الوريد [2]...وعلى ذلك يفسد قول منيصفه بكل مكان ؛ إذ لا فرق بين مكان واحد مخصوص يضاف إليه وبين الجملة . ..ويوصف بالقرب من طريق العون والنصر، ومن جهة التشريف والتخصيص ، ومن جهة الرحمة والإحسان ، ومن جهة التوفيق والإرشاد ....لا أنه بذاته يوصف بها . [3]

حاصلِ عبارت

یعنی مذکورہ چاروں آیات کریمہ میں نسبت مکان اللہ کے لیے نہیں ہے۔ پھر آگے فرماتے ہیں:

---

[1] تأويلات أهل السنة لأبو منصور الماتريدي ج 2ص48.

[2] كتاب التوحيد 173،172 ط:د الصادر.

[3] كتاب التوحيد 174 ط:د الصادر.

لہذا ان حضرات کا قول باطل ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ ہر مکان میں ہے، کیونکہ ایک مکان مخصوص اللہ کی طرف منسوب ہو یا زیادہ امکنہ اس میں کوئی فرق نہیں۔

پھر آگے فرماتے ہیں:

اور اللہ کو قرب سے موصوف کیا جائے گا باعتبار نصرت وتشریف اور رحمت واحسان کے قرب ذاتی سے موصوف نہیں کیا جائے گا۔

ابو الحسن اشعری کا قول

24. امام ابو الحسن اشعری (م 324 ھ) کہتے ہیں:

وأنه يعلم السر وأخفى من السر، ولا يغيب عنه شيء في السموات والأرض حتى كأنه حاضر مع كل شيء، وقد دل الله عز وجل على ذلك في قوله وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ وفسَّر ذلك أهل العلم بالتأويل أن علمه محيط بهم حيث كانوا.[1]

یعنی اللہ ہر پوشیدہ سے پوشیدہ چیز پر خبر دار ہے، زمین وآسمان میں کوئی بھی چیز اللہ سے غائب نہیں ہو سکتی، گویا کہ اللہ سبحانہ ہر چیز کے ساتھ حاضر ہے اور اس پر یہ آیت دلیل ہے۔ اس آیت کی اہل علم نے یہ تفسیر کی ہے کہ اللہ کے علم نے ہر جگہ ان کا احاطہ کیا ہوا ہے جہاں بھی وہ ہوں۔

اس عبارت (حتى كأنه حاضر مع كل شيء) سے معلوم ہوا کہ اللہ ہر جگہ حاضر ہے، اس کا مطلب بھی یہ ہے کہ اللہ حاضر ہے باعتبار علم نہ کہ باعتبار ذات کے۔

علامہ ابو اللیث سمرقندی کا قول

25. امام فقیہ ابو اللیث سمرقندی (م373ھ) کہتے ہیں:

هُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ ما كُنْتُمْ يعني: عالم بكم، وبأعمالكم، أينما كنتم في الأرض.[2]

---

[1] رسالة إلى أهل الثغر ص 234.

[2] بحر العلوم، أبو الليث نصر بن محمد بن أحمد بن إبراهيم السمرقندي 3:401.

اللہ آپ اور آپ کے اعمال پر عالم ہیں تم جہاں بھی ہو۔

پانچویں صدی

متکلم مفسر محدث ابن فورک کا قول

26. متکلّم مفسر محدث ابن فورک (م406ھ) کہتے ہیں:

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ والثاني: بمعنى الصحبة في المعية، والثالث: بمعنى النصرة، والله تعالى مع الجميع بالعلم، لأنه العالم بالجميع، وهو مع المؤمنين خصوصاً بالنصرة. [1]

لفظ مع کے تین معانی ہیں، پہلا یہ کہ مع کا معنی علم بھی ہے جیسا کہ اس آیت وَهُوَ مَعَكُمْ میں مع کا معنی علم ہے۔ دوسرا معنی مع کا صحبت یعنی کسی چیز کے ساتھ ملنا، تیسرا معنی نصرت و مدد، اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے ساتھ علم کے اعتبار سے ہے اور مومنین کے ساتھ نصرت کے اعتبار سے ہے۔

فائدہ: اس عبارت سے معیت کی دو قسمیں معلوم ہوئیں، معیت عامہ اور معیت خاصہ، جو ہم نے باب اوّل میں تفصیل سے بیان کی ہیں۔

امام راغب کا قول

27. امام المفسر الحسن بن محمد الاِصفہانی (م 425ھ) کہتے ہیں:

وقرب الله تعالىٰ من العبد هو بالإفضال عليه والفيض لا بالمكان - [2]

حاصل عبارت

اور اللہ کا قرب بندے سے اس پر فضل کرنے اور فیض رحمت کے اعتبار سے ہے مکان کے اعتبار سے نہیں۔

---

[1] تفسير ابن فورك ج1 ص412، ط: جامعة أم القرى – المملكة العربية السعودية.

[2] مفردات للراغب الأصفهاني ص416 ط: دار نشر اللغة العربية كراتشي باكستان.

امام ثعلبی کا قول

28. امام ثعلبی (م427ھ) کہتے ہیں:

وَهُوَ مَعَكُمْ بالعلم والقدرة أَيْنَ ما كُنْتُمْ.[1]

یعنی معیت علم وقدرت کے اعتبار سے ہے۔

علامہ ابن بطال کا قول

29. امام ابن بطال شارح بخاری (م:449ھ) کہتے ہیں:

وأما قوله: (أنا مع عبدى ما ذكرنى وتحركت بى شفتاه) فمعناه: أنا مع عبدى زمان لى أى: أنا معه بالحفظ والكلاءة،لا على أنه حيث حلَّ العبد وتقلب[2]

امام ابن عبد البر کا قول

30. امام ابن عبد البر (م463ھ) کہتے ہیں:

وأما احتجاجهم بقوله عز وجل مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلاثَةٍ الآية، فلا حجة لهم في ظاهر هذه الآية، لأن علماء الصحابة والتابعين الذين حملت عنهم التأويل في القرآن قالوا في تأويل هذه الآية: هو على العرش، وعلمه في كل مكان، وما خالفهم في ذلك أحد يحتج بقوله.[3]

حاصل عبارت

یعنی ان (جہمیہ) کا اس آیت کریمہ مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلاثَةٍ الآية، سے استدلال اس بات پر کہ

[1] الكشف والبيان عن تفسير القرآن ج9ص231، ط:دار إحياء التراث العربي، بيروت – لبنان

[2] شرح صحيح البخارى لابن بطال، 10،527 دار النشر: مكتبة الرشد – السعودية، الرياض

[3] التمهيدج7ص138–139 ط وزارة عموم الأوقاف والشؤون الإسلامية –المغرب.

اللہ ہر جگہ ہے درست نہیں ؛اس لیے کہ علمائے صحابہ اور تابعین جن سے قرآن کریم کی تاویل منقول ہے، انہوں نے اس آیت میں یہ تاویل کی ہے کہ اللہ (کی بادشاہت وملکیت) عرش پر ہے اور اس کا علم ہر جگہ ہے ،اور کسی معتمد شخصیت نے اس تاویل میں اختلاف نہیں کیا۔

لہذا اس آیت سے معیت ذاتی پر استدلال کرنا درست نہیں، بلکہ یہ تو جہمیہ پر حجت ہے کہ صحابہ کرام کی تاویل بھی چھوڑتے ہیں، اور اجماع اُمت سے بھی نکلتے ہیں۔یا للعجب .

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ معیت علمی پر اجماع ہے اور ان جیسی آیات سے معیت ذاتی پر استدلال کرنا جہمیہ کا خاصہ ہے، اہل سنت والجماعت میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے

امام قشیری کا قول

31. امام قشیری کہتے ہیں:

وإذا سألك عبادي عني فإني قريب أجيب دعوة الداع إذا دعان فليستجيبوا لي وليؤمنوا بي لعلهم يرشدون (186) ثم بين أن تلك القربة ما هى: حيث تقدس الحق سبحانه عن كل اقتراب بجهة أو ابتعاد بجهة أو اختصاص ببقعة فقال: أجيب دعوة الداع وإن الحق سبحانه قريب من الجملة والكافة بالعلم والقدرة والسماع والرؤية، وهو قريب من المؤمنين على وجه التبرية والنصرة وإجابة الدعوة، وجل وتقدس عن أن يكون قريبا من أحد بالذات والبقعة فإنه أَحَدِيٌّ لا يتجه فى الأقطار، وعزيز لا يتصف بالكنه والمقدار. [1]

اللہ قریب ہے لیکن جب اللہ سبحانہ جہت ومسافت اور کسی مکان میں متمکّن ہونے سے پاک ہے تو اس قرب سے مراد کیا ہے تو اللہ سبحانہ نے أجيب دعوة الداع سے قرب کا مطلب بیان کیا کہ حق سبحانہ تعالیٰ تمام مخلوق سے علم وقدرت، سمع، بصر کے اعتبار سے قریب ہے اور مومنین کے ساتھ نصرت وحفاظت اور دعاء قبول کرنے کے اعتبار سے قریب ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کسی مکان یا شخص کے ساتھ ذات کے اعتبار سے

---

[1] لطائف الإشارات ج1 ص155، ط: الهيئة المصرية العامة للكتاب مصر.

قریب ہونے سے پاک ہے، کیونکہ وہ احدی ذات ہے، اطراف میں نہیں ہوسکتا، اور عزیز ذات ہے کنہ اور مقدار سے متّصف نہیں ہوسکتا۔

حاصل عبارت

اس عبارت سے چند امور معلوم ہوئے:

- کہ قرب سے مراد قرب علمی یا اجابتی ہے اور اس کی دلیل أجیب دعوة الداع ہے۔
- قرب ذاتی مراد نہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرب ذاتی سے منزہ ہے۔
- قرب دو قسم کا ہے، عام مخلوق کے ساتھ علم وقدرت کے اعتبار سے اور مومنین کے ساتھ رحمت ونصرت کے اعتبار سے۔
- امام قشیری جیسے صوفی کا مسلک بھی قرب ذاتی کا نہیں، عبارت مذکورہ ہمارے اس دعوی پر دلیل ہے کہ معیت وقرب میں ذاتی کا مسلک بعض صوفیہ کا ہے سب کا نہیں۔

32. ایک آیت کے تحت لکھتے ہیں:

﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ ما كُنْتُمْ وَاللهُ بِما تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ وَهُوَ مَعَكُمْ بالعلم والقدرة. [1]

یعنی معیت باعتبار علم وقدرت کے ہے۔

33. ایک جگہ تفسیر فرماتے ہیں:

يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ ما لا يَرْضى مِنَ الْقَوْلِ وَكانَ اللهُ بِما يَعْمَلُونَ مُحِيطاً (108)

قوله: يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ الغالب على قلوبهم رؤية الخلق ولا يشعرون أنّ الحق مطّلع على قلوبهم أولئك الذين وسم الله قلوبهم بوسم الفرقة.

یعنی ان کے دلوں پر مخلوق کی رؤیت غالب ہے اور اس بات پر شعور نہیں رکھتے کہ حق تعالیٰ ان کے دلوں سے باخبر ہے، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے فرقت کا نشان لگایا ہے۔

---

[1] لطائف الإشارات، الإمام عبد الكريم القشيري، الهيئة المصرية العامة للكتاب مصر 3:534.

34. ایک اور جگہ کہتے ہیں:

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (ق:16) فحبل الوريد أقرب أجزاء نفسه إلى نفسه، والمراد من ذلك العلم والقدرة، وأنه يسمع قولهم، ولا يشكل عليه شيء من أمرهم.

یعنی شہ رگ نفس کے اجزاء میں سب سے قریب تر جز ہے اور مراد اس سے (اس آیت میں) علم وقدرت ہے اور بے شک اللہ ان کے اقوال کو سنتا ہے اور ان کے اُمور میں سے کوئی امر اللہ پر مشکل نہیں۔

35. ایک آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں:

﴿فنحن أقرب إليه منكم﴾(واقعة:84)أي بالعلم والرؤية والقدرة.

36. ﴿ أَلَمْ تَرَ أَنَّ الله يَعْلَمُ ما فِي السَّماواتِ وَما فِي الْأَرْضِ ما يَكُونُ مِنْ نَجْوى ثَلاثَةٍ إِلاَّ هُوَ رابِعُهُمْ وَلا خَمْسَةٍ إِلاَّ هُوَ سادِسُهُمْ وَلا أَدْنى مِنْ ذلِكَ وَلا أَكْثَرَ إِلاَّ هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ ما كانُوا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِما عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيامَةِ إِنَّ الله بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾(المجادلة-7) معيّة الحقّ- سبحانه- وإن كانت على العموم بالعلم والرؤية، وعلى الخصوص بالفضل والنصرة- فلهذا الخطاب في قلوب أهل المعرفة أثر عظيم.

یعنی حق تعالیٰ کی معیت عامہ سے اگرچہ معیت علم ورؤیت کے اعتبار سے ہے اور خاص معیت فضل ورحمت کے اعتبار سے ہے، پس خطاب کا اہل معرفت کے دلوں میں بہت بڑا اثر ہے۔

مفسر نیسابوری کا قول

37. مفسر نیسابوری کہتے ہیں:

فإني قريب قال عطاء، عن ابن عباس: قريب من أوليائي وأهل طاعتي، وقال أهل المعاني: يريد: قربة بالعلم، كما قال: ﴿مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلاثَةٍ إِلا هُوَ رَابِعُهُمْ﴾ [المجادلة:7] وقال: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ [الحديد:4] يريد:

بالعلم.[1]

فإني قريب کا معنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قرب خاص سے کیا ہے کہ اللہ اپنے اولیا اور اہل طاعت کے قریب ہے، اور اہل معانی کہتے ہیں کہ مراد قرب سے قرب علمی ہے، جیسا کہ وھو معکم وغیرہ آیات میں مراد ہے۔

قاضی ابو ولید قرطبی کا قول

38. امام قاضی ابو ولید سلیمان بن خلف القرطبی الباجی (المتوفی 474ھ) کہتے ہیں:

في شرح الحديث (ما روي عنه - صلى الله عليه وسلم - أنه قال يقول الله تعالى إذا تقرب إلي عبدي شبرا تقربت إليه ذراعا وإذا تقرب إلي ذراعا تقربت إليه باعا وإذا أتاني يمشي أتيت إليه هرولة ولم يرد به التقرب في المسافة فإن ذلك غير ممكن ولا موجود وإنما أراد التقرب بالعمل من العبد والقرب منه تعالى بالإجابة والقبول.[2]

حاصل عبارت

یعنی اس حدیث میں قرب سے مراد قرب مسافت نہیں، کیونکہ یہ اللہ کے حق میں محال ہے، بلکہ اس قرب سے مراد یہ ہے کہ بندہ عمل سے قریب ہوتا ہے اور اللہ سبحانہ اپنے فضل سے عمل کو قبول کرتا ہے۔

مفسر سمعانی کا قول

39. مفسر ابو المظفر منصور بن محمد سمعانی تمیمی (المتوفی 489ھ) کہتے ہیں:

وَقَوله: وَهُوَ مَعكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُم أَي: بِعِلْمِهِ وَقدرته، ذكره ابْن عَبَّاس وَغَيره.

---

[1] الوسيط في تفسير القرآن المجيد ج4ص254،ط: دار الكتب العلمية، بيروت –لبنان.

[2]المنتقى شرح موطأ الإمام مالك :1:357باحالة المحقق عبد العزيز عبدا لجبار الحاضري من كتابه النافع تنزيه الحق المعبود عن الحيز وا لحدود الصفحة 151.

وَقَالَ الْحسن: هُوَ مَعكُمْ بِلَا كَيفَ. [1]

یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک معکم سے معیت علم اور باعتبار قدرت ہے اور حسن کے نزدیک معیت بلاکیف مراد ہے۔

چھٹی صدی

امام غزالی کا قول

40. امام محمد بن محمد غزالی (م: 505ھ) کہتے ہیں:

وهو معكم أينما كنتم فإنه يخيل عند الجاهل اجتماعاً مناقضاً لكونه على العرش، وعند العالم يفهم أنه مع الكل بالإحاطة والعلم. [2]

یعنی جاہل آدمی جب اس آیت کریمہ ﴿ وهو معكم أينما كنتم ﴾ کو دیکھتا ہے تو اس وہم میں پڑ جاتا ہے کہ یہ آیت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے عرش پر ہونے کے متضاد ہے اور عالم یہ سمجھتا ہے کہ اس میں تضاد نہیں بلکہ اللہ کا احاطہ اور علم کے اعتبار سے ہر جگہ ہونا مراد ہے۔

امام غزالی نے اس جگہ صفات متشابہات کے متعلق بہت عمدہ بحث ذکر کی ہے، وہ دیکھنے کے قابل ہے، اہل علم اگر رجوع فرمالیں تو بہت سے اشکالات دور ہوسکتے ہیں، بہرحال اس جگہ حضرت نے معیت علمیہ مراد لی ہے۔

فائدہ

امام غزالی کے قول کا حاصل یہ ہے کہ جو عرش کو مکان قرار دیتا ہے وہ جاہل ہے، اس جاہل کو قرآن کریم متعارض نظر آئے گا، حالانکہ نہ عرش مکان ہے اللہ کے لیے اور نہ اللہ ہر جگہ ہے، لہذا یہ جہل مبنی ہے اس غلط عقیدے پر کہ اللہ کے لیے عرش مکان مان لیا جائے جیسا کہ سلفیہ کہتے ہیں۔

---

[1] تفسير القرآن،للسمعانى 5:365 دار الوطن، الرياض – السعودية.

[2] الاقتصاد في الاعتقاد ص123 ط :مكتبة الأحرار مردان.

امام ابوبکر طرطوشی کا قول

41. امام طرطوشی مالکی (م 520 ھ) کہتے ہیں:

فأما قرب الحق من العبد بالذات تعالیٰ الملك الحقّ عنه فإنه متقدّس عن الحدود والأقطار والنهاية والمقدار ، ما اتصل به مخلوق ولا انفصل عنه حادث مسبوق ، جلت الصمدية عن قبول الفصل والوصل فقربه كرامته وبعده إهانته. [1]

یعنی قرب ذاتی سے اللہ سبحانہ منزہ ہیں، کیونکہ اللہ حدود اور اطراف، اتصال اور انفصال وغیرہ سے پاک ہے، بلکہ قرب سے مراد اکرام واعزاز ہے اور بعد سے مراد ذلت ورسوائی ہے۔

ابو معین النسفی کا قول

42. امام ابو معین میمون بن محمد النسفی (م:508ھ) کہتے ہیں:

وقوله تعالى (ما يكون من نجوى ثلثة إلا هو رابعهم)يعني علمه وقوله تعالى : وهو معكم أين ما كنتم)أي بالعلم . [2]

43. ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

وقوله تعالى (ما يكون من نجوى ثلثة إلا هو رابعهم) أي يعلم ذلك ولا يخفى عليه- [3]

ابو قاسم اصبہانی کا قول

44. امام ابو قاسم اصبہانی (م:535 ھ) کہتے ہیں:

---

[1] الدعاء الماثور وآدابه ص 107 بإحالة المحقق عبد العزيز عبدا لجبار الحاضري من كتابه النافع تنزيه الحق المعبود عن الحيز والحدود ص151.

[2] بحر الكلام ص130 ط:دار الفتح .

[3] تبصرة الأدلة 350.

فإن قيل: قد تأولتم قوله عز وجل ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ وحملتموه على العلم. قلنا: ما تأولنا ذلك، وإنما الآية دلت على أن المراد بذلك العلم، لأنه قال في آخرها ﴿إِنَّ الله بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾. [1]

اگر اعتراض کے طور پر کہا جائے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ کو علم پر حمل کر کے تاویل کی۔ تو جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ہم نے تاویل نہیں کی، بلکہ یہ دلالت تو آیت نے کی ہے کہ مراد اس سے علم ہے، اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے آخر میں فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الله بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيم﴾۔

یعنی اس آیت کریمہ میں معیت علمیہ مراد ہونا متعیّن ہے اور یہ خود آیت کے سیاق وسباق سے معلوم ہو رہا ہے، لہذا یہ تاویل ہے ہی نہیں بلکہ صحیح معانی کا تعین ہے۔

ابو محمد یمنی کا قول

45. سادس ہجری کے علماء میں سے ابو محمد یمنی کہتے ہیں:

قال رحمه الله: وربما نقول ثاني اثنين وثالث ثلاثة ورابع أربعة وأكثر من ذلك، بمعنى العلم والحفظ لا بمعنى الشريك لأنه يقول وقوله الحق ﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ الله يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الأَرْضِ مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلاثَةٍ إِلاَّ هُوَ رَابِعُهُمْ وَلا خَمْسَةٍ إِلاَّ هُوَ سَادِسُهُمْ وَلا أَدْنَى مِنْ ذَلِكَ وَلا أَكْثَرَ إِلاَّ هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا﴾ أي عليم بهم وحفيظ لهم أينما كانوا، لا بمعنى التشريك. [2]

چھٹی صدی ہجری کے علماء میں سے ابو محمد الیمنی فرماتے ہیں کہ اکثر ہم کہتے ہیں کہ دو کا دوسرا، تین کا تیسرا، چار کا چوتھا اور اس سے زیادہ بھی تو یہ سب بمعنی العلم اور حفاظت ہے نہ کہ بمعنی شریک اس وجہ سے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور اس کا قول حق بھی ہے "یعنی اللہ ان پر علیم ہے اور ان کی حفاظت کرتا ہے۔ جہاں بھی ہو" اور یہ شریک کے معنی میں نہیں۔

---

[1] الحجة في بيان المحجة ج 2ص 291.

[2] عقائد الثلاث وسبعين فرقة 2/ 523-524.

حاصل عبارت

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ اللہ باعتبار علم اور قدرت کے ہر جگہ ہے۔

ابو حفص نسفی کا قول

46. ابو حفص نجم الدین عمر بن محمد بن احمد النسفی الحنفی (م: 537ھ) کہتے ہیں:

وقوله تعالى: إن الله مع الصابرين أي بمعونتهم ونصرتهم . [1]

(47)وقوله تعالى: والله مع الصابرين أي فأصبروا فإن الله معين الصابرين وحافظهم [2]

حاصل عبارت

مذکورہ بالا دونوں عبارت میں معیت سے معیتِ نصرت وحفاظت ہے۔

48. ونحن أقرب إليه من حبل الوريد ومعنى هذا الكلام ونحن أقرب إلى ضميره من هذا العرق إلى بدنه ، ولا يراد به قرب المكان جل لله عن ذلك ، بل يراد به أنه عالم به لا يخفى عليه منه شيء- [3]

حاصل عبارت

یعنی ہم اس کے دل کے زیادہ قریب ہیں بہ نسبت اس کی رگ بدن سے، اور اس سے قرب مکانی مراد نہیں لیا جاسکتا، اللہ قرب مکانی سے پاک ہے، بلکہ مراد یہ ہے کہ اللہ ان پر عالم ہے کوئی چیز ان پر پوشیدہ نہیں۔

49. وهو معكم أين ماكنتم : أي عالم بكم لا يخفى عليه شيء من

---

[1] التيسير في التفسير ج2ص6ط:دار اللباب.

[2] التيسير في التفسير ج2ص 309ط:دار اللباب.

[3] التيسير في التفسير ج ،14ص 20 ط:دار اللباب.

أحوالكم وأفعالكم وأقوالكم [1]

50. إلاهو معهم أي علماً و سماعًا لا مكانًا فإن الله يتعالى عن ذلك علوًا كبيرًا [2]

یعنی مذکورہ دونوں آیات میں معیت سے مراد معیت علمی ہے۔

ساتویں صدی

امام رازی کا قول

51. *امام فخر الدین رازی (م606ھ) کہتے ہیں:*

﴿ياأيها الذين آمنوا استعينوا بالصبر والصلاة إن الله مع الصابرين﴾ (153)

إن الله مع الصابرين يعني في النصر لهم. [3]

امام رازی فرماتے ہیں کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ صبر کرنے والوں کا مدد گار رہے۔

52. *ایک اور جگہ کہتے ہیں:*

﴿ولا يستخفون من الله وهو معهم﴾ وقوله: (وهو معهم) يريد بالعلم والقدرة والرؤية، وكفى هذا زاجرا للإنسان عن المعاصي.

یعنی اس آیت میں معہم سے معیت علم اور قدرت کے اعتبار سے مراد ہے اور یہ بات انسان کو یہ گناہوں سے رُکنے کے لیے کافی ہے۔

امام عز بن عبد السلام کا قول

53. *سلطان العلماء عز بن عبد السلام (م:606ھ) کہتے ہیں:*

---

[1] التيسير في التفسير ج14 ص288 ط:دار اللباب.

[2] التيسير في التفسير ج14 ص329 ط:دار اللباب.

[3] التفسير الكبير ج4 ص24، ط: دار إحياء التراث العربي – بيروت.

وهو مَعَكُمْ بعلمه فلا تخفى عليه أعمالكم، أو بقدرته فلا يعجزه شيء من أموركم.[1]

یعنی اللہ آپ کے ساتھ ہر جگہ ہے علم کے اعتبار سے، پس اللہ سے آپ کے اعمال پوشیدہ نہیں اور یا اللہ کی قدرت آپ کے ساتھ ہے، پس آپ کے امور میں سے کوئی چیز بھی اسے عاجز نہیں کر سکتی۔

امام ابن بزیزہ کا قول

54. امام ابن بزیزۃ (م 662ھ) کہتے ہیں:

وكذلك معارضته للحشوية بقوله تعالىٰ ﴿وهو معكم أين ما كنتم﴾ ويعارضون أيضا بقوله ما يكون من نجوي ثلثة إلا هو رابعهم ولا غني لهم عن تأويل ذلك (يعنى عن تأويل العلم).[2]

استوی میں اگر تاویل درست نہ ہوتی حشویہ کے نزدیک تو﴿وهو معكم أين ما كنتم﴾وغیرہ آیات میں ہم ان پر حجت کر سکتے ہیں کہ اس میں تو آپ کے نزدیک بھی تاویل ہے لہذا استوی میں بھی تاویل درست ہے۔

علامہ قرطبی کا قول

55. علامہ قرطبی (م: 671ھ) کہتے ہیں۔

قَوْلُهُ تَعَالَى: فَإِنِّي قَرِيبٌ أَيْ بِالْإِجَابَةِ. وَقِيلَ بِالْعِلْمِ. وَقِيلَ: قَرِيبٌ مِنْ أَوْلِيَائِي بِالْإِفْضَالِ وَالْإِنْعَامِ.[1]

یعنی قریب کا معنی ہے کہ دعا قبول فرمائے گا تو قرب بالاجابت ہے یا قرب علمی ہے یا قرب سے مراد افضال وانعام خداوندی ہے اپنے دوستوں پر۔

---

[1] تفسير القرآن وهو اختصار لتفسير الماوردى، دار ابن حزم بيروت 3:284.

[2] الإسعاد فى شرح الإرشاد ص 362، ط: دار الضياء.

[1] تفسير القرطبى ج1 ص686.

مفسر بیضاوی کا قول

56. مفسر بیضاوی (م685ھ) کہتے ہیں:

وهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ ما كُنْتُمْ لا ينفك علمه وقدرته عنكم بحال. [1]

یعنی تم جہاں بھی ہو اللہ کے علم وقدرت سے باہر نہیں ہو سکتے۔

57. ایک آیت کے تحت کہتے ہیں:

﴿وَإِذا سَأَلَكَ عِبادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ﴾أي فقل لهم إني قريب، وهو تمثيل لكمال علمه بأفعال العباد وأقوالهم وإطلاعه على أحوالهم بحال من قرب مكانه منهم.

آیت میں إني قريب بطور تشبیہ اور تمثیل کے فرمایا ہے،اللہ تعالیٰ کو جو بندوں کے افعال واقوال و احوال کا انکشاف تام ہے، اس کو اس شخص کے حال سے جو کسی شے کے قریب ہو اور اس کا پورا حال معلوم ہو تشبیہ دی ہے۔

58. آیت کے تحت کہتے ہیں:

﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾أي ونحن أعلم بحاله ممن كان أقرب إليه مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ، تجوز بقرب الذات لقرب العلم لأنه موجبه-

قرب ذاتی مجاز ہے قرب علمی سے، اس لیے کہ یہ موجب ہے ذات کا، لہذا ملزوم یعنی ذات کا ذکر ہے) اور لازم (یعنی قرب علمی) مراد ہے۔

آٹھویں صدی

علامہ ابن معلی حنفی ماتریدی کا قول

59. امام شجاع الدین ہبۃ اللہ بن احمد بن معلی الترکستانی الحنفی الماتریدی (م:733ھ) شرح عقیدہ طحاویہ میں کہتے ہیں:

---

[1] أنوار التنزيل وأسرار التأويل ج5 ص185، ط: دار إحياء التراث العربي – بيروت.

أما قوله تعالى﴿وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهٌ ﴾[الزخرف :84] أراد به ثبوت ألوهيته في السمآء لا ثبوت ذاته ، وكذا هذا في قوله تعالى ﴿وَهُوَ اللهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ﴾[الأنعام :3] أي ألوهيته فيهما، لا ذاته، وقوله:﴿ مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ ﴾[المجادلة،7] أي يعلم ذلك ، ولايخفى عليه شئٌ، وقوله: ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾[ق:16] أي بالسلطان والقدرة. [1]

حاصل کلام حضرت کا یہ ہے، کہ معیت سے مراد معیت علمی ہے۔

ابن جماعہ کا قول

60. **امام محمد بن ابراہیم بن جماعۃ کنانی شافعی (م733ھ) کہتے ہیں:**

الآية السادسة عشر قوله تعالى ونحن أقرب إليه من حبل الوريد، ونحن أقرب إليه منكم، فإني قريب أجيب دعوة الداع، إن ربي قريب مجيب، إذا ثبت تنزيه الرب تعالى عن الحيز والجهة والقرب الحسي والبعد العرفي وجب تأويل ذلك على ما يليق بجلاله وهو قرب علمه ورحمته ولطفه ويؤيده قوله تعالى إن رحمة الله قريب من المحسنين أو قرب المنزلة عنده كما يقال السلطان قريب من فلان إذا كانت له عنده منزله رفيعة والسيد قريب من غلمانه إذا كان يتنازل معهم في مخاطبتهم وملاطفتهم وليس المراد ههنا قرب مسافة ولا مكان وإذا كان ذلك مستعملا في لسان العرب والعرف وجب حمله عليه لإستحالة ظاهر المسافة في حق الرب تعالى. [1]

یعنی جب اللہ سبحانہ حیز وجہت اور قرب حسی وبعد حسی عرفی وغیرہ سے منزہ ہے تو ان آیات کریمہ ﴿ونحن أقرب إليه من حبل الوريد﴾﴿ونحن أقرب إليه منكم﴾﴿فإني قريب أجيب دعوة

[1] شرح العقيدة الطحاوية لتركستاني الحنفي، 113 ط: دار النور المبين.

[1] إيضاح الدليل في قطع حجج أهل التعطيل ج1ص79.

الداع﴾ ﴿إن ربي قريب مجيب﴾ میں اللہ کی شان وجلال کے مناسب تاویل لازم ہے، اور وہ قرب علمی اور رحمت ہے جس پر یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ اللہ کی رحمت محسنین کے قریب ہے اور یا قرب منزلت مراد ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں بندہ سلطان کے قریب ہے، یعنی وہ بادشاہ کے ہاں قدر و منزلت والا ہے اور آقا اپنے غلاموں کے قریب ہے جب وہ ان سے گفتگو اور شفقت کرنے کے لیے ان کے ساتھ نشست برخاست کرتا ہے۔ یہاں قرب مکانی اور مسافت مراد نہیں اس لیے کہ یہ مراد لینا محال ہے اور اس جیسی تاویل عرب کے ہاں مستعمل ہے لہذا اس تاویل پر حمل کرنا واجب ہے۔

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ معیت ذاتی مراد لینا محال ہے اور معیت وصفی علمی مراد لینا واجب ہے۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

61. امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (م 748ھ) کہتے ہیں:

الجهمية يقولون: إن الباري -تعالى- في كل مكان، والسلف يقولون: إن علم الباري في كل مكان، ويحتجون بقوله تعالى: ﴿وهو معكم أينما كنتم﴾ يعني: بالعلم [1]

جہمیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی ہر جگہ (مکان) موجود ہے اور سلف کہتے ہیں: کہ اللہ کا علم ہر جگہ ہے اور وہ باری تعالیٰ کے اس قول ﴿وهو معكم أينما كنتم﴾ سے معیت علمی پر استدلال کرتے ہیں۔ (یعنی اس آیت میں معیت سے مراد معیت علمی ہے نہ کہ ذاتی۔

علامہ غزنوی ہندی کا قول

62. امام ابو حفص سراج الدین عمر بن الغزنوی (م 773ھ) کہتے ہیں:

وهو عزوجل مستغن عن العرش ومحيط بكل شيء ما نصه: وأراد بالإحاطة بكل شيء إحاطته بالعلم لا كإحاطة الظرف على المظروف، لأن ذلك من خصائص الجسم، والله منزه عنه. [1]

---

[1] سير أعلام النبلاء ج 8 ص 402 ط: مؤسسة الرسالة

[1] شرح العقيدة الطحاوية للغزنوي ص 110: ط زمزم دار الإحسان.

یعنی محیط بکل شيء میں احاطہ سے مراد احاطہ علمیہ ہے، احاطہ جسمیہ مراد نہیں۔

نوٹ: عقیدہ طحاویہ کی جو شرح علامہ بابرتی کی طرف منسوب ہے، اس شرح کی نسبت علامہ کی طرف غلط ہے، بلکہ یہ شرح اصل میں علامہ غزنوی کی ہے۔

علامہ کرمانی کا قول

63. امام محمد بن یوسف بن علی بن سعید، شمس الدین الکرمانی (المتوفی: 786ھ) کہتے ہیں:

فإن قلت قال وهو معكم أينما كنتم قلت تلك المعية معية العلم وهذه معية الرحمة. [1]

یعنی آیت کریمہ میں معیت سے مراد معیت علمی ہے اور (حدیث: أَنَا مَعَ عَبْدِي حَيْثُمَا ذَكَرَنِي) میں معیت سے مراد معیت رحمت ہے۔

علامہ بابرتی کا قول

64. امام اکمل الدین محمد بن محمد البابرتی حنفی (م:786ھ) کہتے ہیں:

وأراد باحاطته بكل شيء إحاطة العلم لا كإحاطة الظرف بالمظروف لأن ذلك من خصائص الجسم والله منزه عنه. [1]

یعنی محیط بکل شيء میں احاطہ سے مراد احاطہ علمیہ ہے احاطہ جسمیہ مراد نہیں۔

علامہ ابن رجب کا قول

65. امام ابن رجب (م795ھ) کہتے ہیں:

ولم يكنْ أصحابُ النبيِّ صلى الله عليه وسلم يفهمونَ من هذهِ النصوصِ غيرَ المعنى الصحيح المرادِ بها، يستفيدونَ بذلكَ معرفةَ عظمةِ الله وجلالِهِ،

[1] الكواكب الدراري في شرح صحيح البخاري 25:217 دار إحياء التراث العربي، بيروت-لبنان

[1] شرح العقيدة الطحاوية للبابرتي ص94 ط: مكتبة محموديه مردان.

واطلاعِهِ على عبادِهِ وإحاطتِهِ بهم، وقربِه من عابديهِ، وإجابتِه لدعائِهم، فيزدادونَ به خشيةً لله وتعظيمًا وإجلالاً ومهابةً ومراقبةً واستحياءً ويعبدونَهُ كأنَّهم يرونَه، ثم حدث بعدَهُم مَن قلَّ ورعُهُ، وساءَ فهمُهُ وقصدُهُ، وضعفت عظمةُ الله وهيبتُهُ في صدره، وأرادَ أن يُري الناسَ امتيازَهُ عليهم بدِقةِ الفهمِ وقوةِ النظرِ. فزعمَ أنَّ هذه النصوصَ تدلُّ على أن الله بذاتِهِ في كلِّ مكانٍ، كما يحكى ذلك عن طوائفَ من الجهميةِ والمعتزلةِ ومن وافقَهُم، تعالى الله عمَّا يقولون علوًّا كبيرًا، وهذا شيءٌ ما خطرَ لمن كان قبلَهُم من الصحابة رضي الله عنهم، وهؤلاءِ ممن يتبعُ ما تشابَهَ منه ابتغاءَ الفتنةِ وابتغاءَ تأويله وقد حذَّر النبي صلى الله عليه وسلم أُمَّتَه منهم في حديثِ عائشةَ الصحيح المتفقِ عليهِ، وتعلَّقُوا أيضًا بها فهمُوه بفهمهم القاصرِ مع قصدِهِم الفاسدِ بآياتٍ في كتاب الله، مثل قولِهِ تعالى:﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كنتُمْ﴾ وقولِهِ:﴿مَا يَكُون مِن نَّجْوَى ثَلاثَةٍ إِلاَّ هُوَ رَابِعُهُمْ﴾ فقالَ من قال من علماءِ السلفِ حينئذٍ: إنَّما أرادَ أنَّه معهم بعلمِهِ، وقصدُوا بذلكَ إبطالَ ما قالَهُ أولئكَ، مما لم يكنْ أحدٌ قبلهم قالَهُ ولا فهمَهُ من القرآنِ، وممن قالَ: إنَّ هذهِ المعيةَ بالعلم مُقاتِلُ بنُ حيَّانَ، ورويَ عنه أنَه رواهُ عن عكرمةَ، عن ابنِ عباسٍ، وقاله الضحاكُ، قالَ: الله فوقَ عرشِهِ، وعلمُهُ بكلِّ مكانٍ.ورويَ نحوُه عن مالكٍ وعبدِ العزيزِ الماجشون والثوريِّ وأحمدَ وإسحاقَ وغيرِهِم من أئمةِ السلفِ.وروى الإمام أحمدُ: ثنا عبدُ الله بنُ نافع، قال: قالَ مالكٌ: الله في السماءِ، وعلمُهُ بكلِّ مكانٍ.وروي هذا المعنى عن علي وابنِ مسعودٍ - أيضًا. وقالَ الحسنُ في قولِهِ تعالى: (إِنَّ رَبَّكَ أَحَاطَ بِالنَّاسِ)، قالَ: علمُهُ بالناسِ.

وحكى ابنُ وغيرُهُ إجماعَ العلماءِ من الصحابةِ والتابعينَ في تأويلِ قولِهِ: (وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ)، أنَّ المرادَ علمُهُ، وكلُّ هذا قصدُوا به ردَّ قولِ من قالَ: إنَّه تعالى بذاتِهِ في كل مكانٍ، وزعم بعضُ من تَحَذْلَقَ أنَّ ما قاله هؤلاءِ

الأئمةُ خطأٌ، لأنَّ علم الله صفةٌ لا تفارقُ ذاته، وهذا سوءُ ظنٍّ منه بأئمةِ الإسلامِ؛ فإنَّهم لم يريدُوا ما ظنَّه بهم، وإنما أرادُوا أن علمَ الله متعلِّقٌ بما في الأمكنةِ كلِّها ففيها معلوماته، لا صفة ذاته، كما وقعتِ الإشارةُ في القرآنِ إلى ذلكَ بقولِهِ تعالى:﴿وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ وقولِهِ:﴿رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا﴾ .[1]

علامہ نے اس مسئلہ کو اس عبارت میں انتہائی احسن طریقے سے بیان فرمایا ہے اس لیے تمام عبارت ہم نے قارئین کے فائدہ کے لیے ذکر کی۔ عبارت سے حاصل شدہ فوائد مندرجہ ذیل ہیں:

1) صحابہ کرام نے اس جیسی نصوص سے صحیح معنی سمجھا تھا جو تاویلی معنی تھا یعنی تاویل بالعلم اور قرب اجابت وغیرہ۔ ان کے دل اللہ کی عظمت و ہیبت سے کانپتے تھے، اس لیے ان حضرات نے کبھی بھی متشابہات میں بحث نہیں کی۔

2) معتزلہ اور جہمیہ معیت ذاتی کے قائل ہیں جو اسلاف اُمت کے نہج سے کٹ گئے ہیں اور ان کے دل خوف خدا سے خالی ہیں۔

3) معیت علمی مراد ہونے پر اجماع ہے۔

4) معیت علمی کی تاویل مندرجہ ذیل حضرات سے نقل کی گئی ہے:

- ❖ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے۔
- ❖ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے۔
- ❖ حضرت علی سے رضی اللہ عنہ۔
- ❖ حضرت ضحاک سے۔
- ❖ حضرت مقاتل بن حیان سے۔
- ❖ حضرت امام مالک سے۔
- ❖ حضرت ماجشون سے۔

---

[1] روائع التفسير الجامع لتفسير الإمام ابن رجب الحنبلي ج1ص140، ط: دار العاصمة- المملكة العربية السعودية.

❖ حضرت اسحاق سے۔

❖ حضرت امام احمد سے وغیرہ سے رحمۃ اللہ علیہم۔

5) بعض حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ اللہ ہر جگہ باعتبار علم ماننے سے باعتبار ذات ماننا لازم ہے، کیونکہ علم صفت ہے اور جہاں صفت ہو وہاں ذات بھی ہوگی، اس لیے کہ صفت موصوف سے جدا نہیں ہو سکتی، اس سوال کا جواب بھی علامہ نے دیا ہے، فرماتے ہیں کہ یہ تو ان حضرات موؤلین صحابہ کرام اور اسلاف اُمت پر سوء ظن ہے، ان حضرات کی مراد یہ نہیں کہ صفت علم نے ہر جگہ حلول کیا ہے، بلکہ مراد یہ ہے کہ علم باری تعالیٰ ہر جگہ کو حاوی ہے، کوئی بھی چیز علم الٰہی سے باہر نہیں، باقی صفت علم مکان میں نہیں کہ حلول لازم آئے بلکہ معلومات باری تعالیٰ مکان میں ہیں۔ اس بات کو اس قول باری تعالیٰ ﴿وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ وقولِهِ: ﴿رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا﴾ سے بھی اشارہ ملتا ہے، بالکل یہی بات علامہ ابن العربی شرح ترمذی عارضۃ الاحوذی میں فرماتے ہیں کہ معیت علمی سے ہماری مراد یہ نہیں کہ صفت علم نے ہر جگہ حلول کیا ہوا ہے، بلکہ مراد یہ ہے کہ صفت علم ہر جگہ کو محیط ہے، کوئی بھی چیز اس کی صفت علم سے باہر نہیں۔

قال تعالى ﴿لا يعزب عنه مثقال ذرة في السموات ولا في الأرض ولا أصغر من ذلك إلا في كتاب مبين﴾[1]

نویں صدی

مفسر قمی نیسابوری کا قول

66. مفسر قمی نیسابوری (م 850ھ) کہتے ہیں:

وقوله وَهُوَ مَعَكُمْ معية العلم والقدرة [2]

اللہ باعتبار علم وقدرت کے آپ کے ساتھ ہے۔

[1] سورة سبأ 34:3.

[2] غرائب القرآن ورغائب الفرقان ج6 ص253، ط: دار الكتب العلمية – بيروت.

قول حافظ ابن حجر

67. حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (م852ھ) امام ابن بطال اور امام کرمانی سے نقل کرتے ہیں:

قال ابن بطال معنى الحديث (أنا مع عبدي زمان ذكره لي)أي أنا معه بالحفظ والكلاءة لا أنه معه بذاته حيث حل العبد ...وقال الكرماني المعية هنا معية الرحمة وأما في قوله تعالى ﴿وهو معكم أينما كنتم﴾فهي معية العلم يعني فهذه أخص من المعية التي في الآية. [1]

علامہ ابن بطال سے اس حدیث (أنا مع عبدي زمان ذكره لي) کا معنی یہ نقل کیا ہے کہ میں بندہ کے ساتھ ہوتا ہوں حفاظت اور نصرت کے اعتبار سے۔ یہ معنی نہیں کہ جہاں بندہ ہو میں بھی اس کے ساتھ ذات کے اعتبار سے ہوتا ہوں۔ اور کرمانی نے کہا کہ اس مقام میں معیت سے مراد معیت رحمت ہے، اور اس آیت ﴿ وهو معكم أينما كنتم ﴾ میں مراد معیت علمی ہے پس یہ معیت رحمت اخص ہے معیت علمی سے۔

مفسر ابو بکر بقاعی کا قول

68. مفسر ابو بکر بقاعی (م855ھ) کہتے ہیں:

وهو معكم أي أيها الثقلان المحتاجان إلى التهذيب بالعلم والقدرة المسببين عن القرب أين ما كنتم فهو عالم بجميع أموركم وقادر عليكم تعالياً عن اتصال بالعلم ومماسة، أو انفصال عنه بغيبة أو مسافة. [1]

اللہ تم سے علم وقدرت کے اعتبار سے قریب ہے لیکن مراد یہ نہیں کہ علم باری تعالیٰ سے تم متّصل اور مماس ہو اور یا تم سے وہ منفصل ہے مسافت کے اعتبار سے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ آپ کے تمام امور پر عالم و قادر ہے۔

علامہ عینی کا قول

69. امام بدر الدین محمود بن احمد حنفی عینی (م 855ھ) کہتے ہیں:

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري، لابن حجر العسقلاني ج24 ص 518ح7523.

[1]نظم الدرر في تناسب الآيات والسورج19ص259،ط:دار الكتاب الإسلامي، القاهرة.

قوله:أنا مع عبدي هذه المعية معية الرحمة، وأما في قوله: وهو معكم أينما كنتم فهي معية العلم. وحاصل الكلام أنا مع عبدي زمان ذكره لي بالحفظ والكلاءة لا على أنه معه بذاته.[1]

اس حدیث "میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں" میں معیت سے مراد معیت رحمت ہے اور اللہ کے اس قول "وہ تمہارے ساتھ ہی ہے تم جہاں بھی ہو" میں معیت سے مراد معیت علم ہے۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے حفاظت اور نصرت کے اعتبار سے، یہ معنی نہیں کہ میں ذات کے اعتبار سے اس کے ساتھ ہوں۔

معیت ذاتی پر صریح رد

اس عبارت میں معیت علمی مراد ہونے کے ساتھ ساتھ معیت ذاتی پر صریح ردّ ہے، بلا کیف یا بالکیف کی قید امام عینی نے نہیں لگائی ہے، ثابت ہوا کہ بلا کیف یا بالکیف کی توجیح بعد کے لوگوں کی ہے، اہل سنت اس پر مطلقًا ردّ کرتے تھے۔

جلال الدین محلی کا قول

70. علامہ جلال الدین محمد بن أحمد المحلی (المتوفی: 864ھ) کہتے ہیں:

وَهُوَ مَعَهُمْ بِعِلْمِهِ[1]

دسویں صدی

علامہ سیوطی کا قول

71. علامہ جلال الدین سیوطی (م:911ھ) کہتے ہیں:

(فإني قريب) منهم بعلمي [2]

---

[1] عمدة القاري،شرح صحيح البخاري ج25 ص181 ط دار إحياء التراث العربي – بيروت

[1] جلالین ص449ط:قدیمی کتب خانہ۔

[2] جلالین ص27ط:قدیمی کتب خانہ۔

علامہ بہاء الدین حنفی کا قول

72. شيخ العلامة محي الدين محمد بن بها ء الدين الحنفي شارح الفقه الإكبر (المتوفی 956ھ) کہتے ہیں:

إعلم أنَّ الله تعالى ليس في جهة ولا مكان حتى يكون بينه وبين العبد مسافة قصيرة أو طويلة وقد وصف الله سبحانه بالقرب من عباده بقوله تعالى ﴿وَإِذا سَأَلَكَ عِبادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ﴾ [البقرة 186]ووصف بعضا من عباده بالبعد عنه بقوله تعالى ﴿ألا بُعدا لعادٍ قوم هود ﴾[هود :60] فلا يكون القرب والبعد بحسب طول المسافة وقصرها بل يكون البعد بمعنى الهوان والقرب بمعنى الكرامة والكرامة عندالله لا تكون إلا بالتقوى لقوله تعالى ﴿ إنَّ أكرَمَكُم عند الله أتقاكم ﴾ [1][الحجرات :13]

حاصل عبارت

یعنی جان لو کہ اللہ تعالیٰ جہت اور مکان میں نہیں، تاکہ اللہ اور بندے کے درمیان قرب اور بعد میں کم یا زیادہ مسافت لازم آئے، پس اللہ تعالیٰ کا جو قرب اور بعد بندے سے ہے، یہ بمعنی مسافت نہیں، بلکہ قرب اور بعد سے معنی مجازی مراد ہے، قرب کے معنی بندوں کا مقرب ہونا اور عزت پانے کے ہیں، اور بعد کا معنی بندے کا ذلیل ورسوا ہونے کے آتے ہیں۔

مفسر شربینی کا قول

73. مفسر شربینی (م977ھ) کہتے ہیں:

وهو معكم بالعلم والقدرة أيها الخلق أينما كنتم لا ينفك علمه وقدرته عنكم بحال فهو عالم بجميع أموركم وقادر عليكم تعالى الله عن اتصال بالعالم ومماسة أو انفصال عنه بغيبة أو مسافة. [2]

---

[1] القول الفصل شرح الفقه الأكبر ،466ط:كتاب ناشرون.

[2] السراج المنير في الإعانة على معرفة بعض معاني كلام ربنا الحكيم الخبير ج4ص203،

اے تمام مخلوق! اللہ علم وقدرت کے اعتبار سے تمہارے ساتھ ہیں، تم جہاں بھی ہو اللہ کا علم وقدرت کسی حال میں تم سے جدا نہیں، پس اللہ تمہارے اُمور پر عالم و قادر ہے۔ اللہ سبحانہ عالم کے اتصال اور چھونے سے بلند و برتر ہے، اسی طرح عالم کے انفصال و مسافت سے بھی۔ یعنی اللہ جل جلالہ نہ عالم میں داخل ہے اور نہ عالم سے خارج۔

اس عبارت کی مزید تشریح شیخ سعید فودہ کے مشہور رسالہ ''حسن المحاججة في بيان أن الله لا داخل العالم ولا خارجه ''میں ملاحظہ کریں۔

مفسر ابو سعود الحنفی کا قول

74. مفسر امام ابو سعود عمادی (م982ھ) کہتے ہیں:

وهو معكم أين ما كُنتُمْ تمثيلٌ لإحاطة علمِه تعالى بهم وتصويرٌ لعدمِ خروجِهم عنه أينما داروا.[1]

یعنی (وهو معكم أين ما كُنتُمْ) اللہ کے احاطہ علم کی تمثیل ہے اور اس کی تصویر ہے کہ وہ لوگ جہاں بھی ہوں گے اللہ کے علم سے نہیں نکل سکتے۔

گیارھویں صدی

مجدد الف ثانی کے اقوال

75. گیارہویں صدی کے مجدد شیخ احمد سرہندی (م:1007ھ) کہتے ہیں:

حق تعالیٰ کا احاطہ اور قرب علمی ہے جیسا کہ اہل حق کے نزدیک ثابت اور مقرر ہے۔[2]

76. ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

پس بہتر وہی ہے جو علمائے اہل سنت وجماعت نے بیان کیا ہے کہ قرب علمی اور احاطہ علمی ہے۔[3]

---

[1] تفسير ابو سعود ج 8 ص 204.

[2] مکتوبات امام ربانی م 31 ص 75 ط: ادرہ اسلامیات۔

[3] حوالہ بالا ص 100 م:41۔

77. ایک اور مقام پر کہتے ہیں:

صوفیہ سُکر کے باعث احاطہ ذاتی کے قائل ہوئے ہیں اور بالذات حق تعالیٰ کو عالم کا محیط جانتے ہیں۔ یہ حکم اہل حق لوگوں کے رائی کے مخالف ہے، کیونکہ یہ لوگ احاطہ علمی کے قائل ہیں۔ حقیقت میں علماء کی آراء بہت ہی بہتر ہیں۔[1]

78. ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

جاننا چاہئے کہ حق تعالیٰ کی ذات علمائے اہل حق کے نزدیک بیچوں وبیچگون ہے۔ اور اس کے سوا جو کچھ ہے اس پر زائد ہے۔ اور وہ تعین بھی اگر ان کے نزدیک ثابت ہوجائے تو زائد ہوگا۔ اور اس کو حضرت ذات کے بیچوں کے دائرے سے باہر جانیں گے۔ پس اس کے احاطہ کو ذاتی نہ کہیں گے۔ پس علماء کی نظر صوفیہ کی نظر سے بلند ہے۔[1]

79. ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

اور علمائے اہل حق کے مطابق (اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کو مشکور فرماوے) احاطہ وسریان ومعیت کو علمی جانتے ہیں، تعجب ہے کہ صوفیہ کی ایک جماعت بعض ذاتی نسبت کو مثل احاطہ اور معیت کے ثابت کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی اس بات کے معترف ہیں کہ ذات سے تمام نسبتیں مسلوب ہیں۔[2]

80. ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

اور جو کچھ اس مسئلہ میں ہمارا اعتقاد ہے وہ یہ ہے کہ مظہر اور آئینہ ہونے کے سوا اور کسی امر زائد ومثل اتحاد وعینیت ومعیت واحاطہ کا ثابت کرنا سُکر کے باعث ہے۔ حق تعالیٰ کی ذات نسبت ومناسبت سے معرا ومبرا ہے۔ ما للتُراب وربِ الأرباب[3]

ملا علی قاری کے اقوال

81. امام ملا علی قاری حنفی (م:1014ھ) سورۃ ق آیت 16 کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[1] حوالا بالا ص76۔

[1] حوالہ بالا ص101 م:41۔

[2] حوالہ بالا ص233 م:41۔

[3] حوالہ بالا ص234 م:41۔

﴿ونحن أقرب إليه من حبل الوريد﴾أي ونحن أعلم بحاله فمن يكون أقرب إليه من حبل الوريد وهو تجوز بقرب الذات لقرب العلم من الصفات. [1]

حاصل عبارت

یعنی ہم اس شخص سے بھی زیادہ عالم ہیں جو شہ رگ سے قریب ہو، پس یہاں قرب ذات سے مراد مجازاً قرب علمی ہے۔

82. اور سورۃ واقعہ آیت نمبر 85 کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

﴿ ونحن أقرب إليه منكم ﴾ أعلم بحال المحتضر منكم أيها الحاضرون، عبر عن العلم بالقرب الذي هو أقوى سبب الإطلاع لديه...وقال الأستاذ: ونحن أقرب إليه منكم بالعلم والرؤية والقدرة . [1]

حاصل عبارت

یعنی ہم مرنے والے کے حالات سے ان لوگوں سے زیادہ واقف ہیں جو اس مرنے والے کے قریب ہوتے ہیں ۔ پس قرب سے مراد قرب علمی ہے اور استاذ نے کہا کہ ہم علم اور رؤیت وقدرت کے اعتبار سے قریب ہیں۔

83. اور سورۃ حدید آیت نمبر 4 کی تفسیر میں لکھتے ہیں

﴿وهو معكم﴾ بنصرته وعلمه وقدرته﴿ أين ما كنتم﴾ في مملكته [2]

یعنی یہاں معیت خداوندی سے مراد یہ ہے کہ اللہ باعتبار نصرت اور علم وقدرت کے آپ کے ساتھ ہیں۔

84. اور سورۃ مجادلۃ آیت نمبر 11 کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

---

[1] تفسیر الملاعلي القاري 16 :5ط: دارالکتب العلمية.

[1] تفسیر الملاعلي القاري 98 :5 ط: دارلکتب العلمية.

[2] تفسیر الملاعلي القاري 104 :5 ط: دارلکتب العلمية.

﴿إلا هو معهم﴾ يعلم ما يجري بينهم ﴿أين ما كانوا﴾فإن علمه بالأشياء ليس لقرب مكان ولا بخصوص زمان حتى يتفاوت باختلاف الأمكنة أو الأزمنة ....وأفاد الأستاذ أن معية الحق سبحانه وإن كانت على العموم بالعلم والرؤية وعلى الخصوص بالفضل والرحمة فلهذا الخطاب المستطاب في الباب أرباب المعرفة أثر عظيم لرفع الحجاب.[1]

یہاں بھی معیت سے مراد معیت علمی لیا گیا ہے۔ اور استاد سے مراد امام قشیری ہیں، امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ قول ہم پہلے درج کر چکے ہیں وہاں باب سوم میں ملاحظہ کریں۔

عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کا قول

85. محدث عبدالحق دہلوی (م1052ھ) کہتے ہیں:

وأنا معه إذا ذكرني، إعلم أن المعية المفهومة عند العقل لا تخلو عن أحد هذه الأقسام، أما معية الجزء مع الكل أو معية العرض مع الجوهر، والصفة مع الموصوف أو الساري مع المسري فيه كالماء مع الورد أو الظرف مع المظروف أو الجارين أو المتلاصقين، ويستحيل ذلك كله في الباري تعالىٰ وتقدس وما هو إلا بالتوفيق والمعونة أو كناية عن سماعه ما يقوله الذاكر أو إظهار نور حضوره وشهوده في قلبه وفي الحقيقة، لا يمكن التعبير عنه بلسان القال والله أعلم بحقيقة الحال.[1]

کہ اللہ تعالیٰ کا قول (کہ میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے) جان لیجئے کہ بے شک معیت جو عقل میں سمجھ آنے والی ہے وہ ان اقسام میں سے کسی ایک سے خالی نہیں ہوگی، یا جزء کی معیت ہوگی کل کے ساتھ یا معیتِ عرض ہوگی جوہر کے ساتھ، یا معیت صفت موصوف کے ساتھ، یا معیت سرایت کرنے والے کی اس کے ساتھ جس میں سرایت کیا ہو، جیسا کہ عرق گلاب کا گلاب میں، یا معیت ظرف ہوگی مظروف کے ساتھ، یا معیت ہوگی دو پڑوسیوں کی طرح یا دو

---

[1] تفسير الملاعلي القاري 5:120،121 ط: دارلكتب العلمية.

[1] لمعات التنقيح ط:مكتبه علوم إسلاميه ج5ص33.

پیوستہ چیزوں کی طرح ہوگی اور یہ سب باری تعالیٰ مقدس کے بارے میں محال ہے اور (حدیث میں ذکر کردہ) اس معیت سے مراد یا توتوفیق وامداد ہے یا اس کلام کو سننے سے کنایہ ہے جو ذاکر کہتا ہے یا اس کے حضور کی وجہ سے پیدا ہونے والے نور کا اظہار کرنے سے کنایہ ہے یا اس ذاکر کے دل میں اس کی حضوری سے کنایہ ہے ،اور حقیقت میں زبان سے اس کی تعبیر ممکن نہیں اور اللہ تعالیٰ ہی حقیقت حال کو جانتے ہیں۔

حاصل عبارت

یعنی معیت کی کئی اقسام ہیں معیت الجز مع الکل وغیرہ لیکن یہ سب اللہ پر محال ہے، لہذا اللہ کے متعلق جب بھی معیت کا ذکر ہو اس سے معنی مجازی تاویلی مراد ہوگا۔

علامہ بیاضی کا قول

86. شیخ کمال الدین احمد بن حسین بیاضی حنفی (م 1097ھ) کہتے ہیں:

وليس قرب الله تعالىٰ من المومنين كما دلّ قوله تعالىٰ ﴿وإذا سألك عبادي عني فإني قريب﴾(ولا بعده) من الكافرين كما دلّ قوله تعالىٰ﴿ألا بعدا لعاد قوم هود﴾ (من طريق) إرادة المعنى الحقيقى أي (طول المسافة وقصرها)حتي يلزم التحيز والمقابلة والكون في الجهة لتنزهه تعالىٰ عن كل ذلك بدلالة البراهين القطعية، (ولكن) على معنى تعين المعنى المجازي: أي معنى الكرامة في قربه تعالىٰ من العباد ، لعدم ظهوره في معني الأية وفي قربه تعالىٰ والقرب منه...(بلا كيف) فاشأر إلي المختار من تفويض تعين المعنى المجازي إلى الله تعالىٰ بقرينة نفي الكيفية كما مر تحقيقه.[1]

یعنی اللہ کا قرب مؤمنین سے جیسا کہ اس آیت میں ہے، ﴿ وإذا سألك عبادى عنى فإنى قريب﴾ اسی طرح اللہ کا بعد ودُوری کافروں سے جس پر یہ آیت قرآنی دلالت کرتی ہے،﴿ألا بعدا لعاد قوم هود﴾ حقیقی معنی پر نہیں جو کہ مسافت کی درازی ہے کہ جس کی وجہ سے اللہ کے

---

[1] إشارات المرام من عبارات الإمام ،للبياضى 176 : دارالكتب العلميه بيروت لبنان

لیے تحیز اور جہت لازم آئے، اس لیے کہ براہین قاطعہ سے ثابت ہے کہ اللہ سبحانہ جہت اور حیز سے منزہ ہے۔ بلکہ قرب اور بعد سے معنی مجازی مراد ہے، قرب کا معنی بندوں کا مقرب ہونا اور عزت پانے کا ہے۔ اور (حضرت مصنف امام ابوحنیفہ) نے بلاکیف قید سے اشارہ کیا ہے کہ معنی مجازی کے تعین میں تفویض ہے اور یہ مختار مسلک ہے۔

حاصل عبارت

قرب اور بعد کا معنی حقیقی یعنی مسافت امام صاحب کے نزدیک مراد نہیں، کیونکہ یہ مستلزم جہت ہے اور براہین قطعیہ سے ثابت ہے کہ اللہ کے لیے جہت اور مکان نہیں ہے بلکہ اللہ سبحانہ جہت و مکان سے منزہ ہے۔ پس جب معنی حقیقی مراد نہیں تو معنی مجازی مراد ہے یعنی کرامت وغیرہ، معنی مجازی مراد ہے لیکن بلا کیف یعنی معنی مجازی کے تعین میں تفویض ہے۔

بارھویں صدی

مفسر اسماعیل حقی کا قول

87. مفسر إسماعيل حقي بن مصطفى الإستانبولي الحنفي الخلوتي المولى أبو الفداء (المتوفى: 1127ھ) کہتے ہیں:

إذا سألك عبادى عنى فَإِنِّي قَرِيبٌ أى فقل لهم إنى قريب بالعلم والإحاطة فهو تمثيل لكمال علمه بأفعال العباد و أقوالهم وإطلاعه على أحوالهم بحال من قرب مكانه منهم فيكون لفظ قريب استعارة تبعية تمثيلية وإنما لم يحمل على القرب الحقيقي وهو القرب المكاني لأنه ممتنع في حقه تعالى لأنه لو كان في مكان لما كان قريبا من الكل فإن من كان قريبا من حملة العرش يكون بعيدا من أهل الأرض ومن كان قريبا من أهل المشرق يكون بعيدا من أهل المغرب وبالعكس.[1]

[1] روح البيان ،1،296 ط:دارالفكر.

حاصل عبارت

اس عبارت کا حاصل امام بیضاوی کی عبارت میں گذرا ہے۔

تیرھویں صدی

امام زبیدی کا قول

88. حافظ سیّد مرتضیٰ زبیدی حنفی (م1205 ھ) کہتے ہیں:

وهذا معنى قوله تعالى﴿ونحن أقرب إليه من حبل الوريد﴾ [ق16] أي أعلم منه بنفسه. [1]

ترجمہ: یعنی زیادہ علم رکھتے ہیں، انسان پر اس کے نفس سے۔

سراج الهند شاہ عبد العزیز دهلوی کا قول

89. امام شاہ عبد العزیز دہلوی (م:1239ھ) کہتے ہیں:

اللہ تعالیٰ یقیناساتھ صبر والوں کے ہے کہ صبر والے، ساتھ خلق باری تعالیٰ کے کہ صبور وحلیم ہے، خوگر اور عادت پذیر ہوتے ہیں سوائے اس معیت کے کہ حق تعالیٰ کو مخلوق کے ساتھ باعتبار علم اور قدرت کے ثابت ہے۔ [2]

علامہ میدانی حنفی کا قول

90. امام غنیمی عبد الغنی المیدانی حنفی (م:1298ھ) امام طحاوی کے قول کی شرح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وهو عزوجل مستغن عن العرش ومحيط بكل شيء ما نصه (وهو مستغن

---

[1] إتحاف السادة المتقين بشرح إحياء علوم الدين ،للزبيدي الحنفي ج2 ص25.

[2] تفسیر عزیزی ج2 ص884 ط ایچ ایم سعید کمپنی۔

) بذاته (عن العرش وما دونه) (محيط) علمه بكل شيء حواه وبما فوقه وبما تحته وما والاه. [1]

یعنی اللہ ذاتاً عرش سے مستغنی ہے اور اللہ کا علم ہر جگہ محیط ہے۔

چودھویں صدی

امام طرابلسی الحنفی کا قول

91. إمام أبي المحاسن محمد القاوقجي الطرابلسي الحنفي (المتوفى: 1305 ھ)

فإذا قال لك أين الله ؟ فقل :مع كل أحد بعلمه لا بذاته . [1]

مفسر نووی الجاوی کا قول

92. مفسر محمد بن عمر نووي الجاوي البنتني إقليما، التناري بلدا(المتوفى: 1316ھ) کہتے ہیں:

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ ما كُنْتُمْ بسبب القدرة والإيجاد والتكوين وبسبب العلم، فهو كونه تعالى عالما بظواهرنا وبواطننا لا بالمكان والجهة. [2]

یعنی اللہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو علم وقدرت ایجاد و تکوین کے اعتبار سے ،پس اللہ تعالیٰ کو ہمارے ظاہر و باطن کا علم ہے اور جہت و مکان کے اعتبار سے معیت مراد نہیں۔

ابو منتہی حنفی کا قول

93. شیخ احمد بن محمد مغنیساوی ابو منتہی(م: 1090ھ) کہتے ہیں:

---

[1] شرح العقيدة الطحاوية للميداني ص93ط زمزم پبلشرز.

[1]مختصر الاعتماد في الاعتقاد ، 9ط:مؤسسة الكتب الثقافية.

[2] مراح لبيد لكشف معنى القرآن 2:489دار الكتب العلمية بيروت، تفسير المراغي 8:176شر مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبي وأولاده بمصر.

أن القرب من الله تعالىٰ كرامة العبد وكماله وبعد العبد من الله تعالىٰ هوان العبد.[1]

یعنی قرب اللہ کا بندے سے بایں معنی ہے کہ اس کا قرب عزت پانے اور معزز ہونے اور اسکا بعد ذلیل اور خوار ہونے سے ہے۔

مفسر مراغی کاقول

94. مفسر مراغی کاقول:

قال أحمد بن مصطفى المراغي (المتوفى: 1371ھ) وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ ما كُنْتُمْ) أي وهو مطلع على أعمالكم أينما كنتم، ويعلم متقلبكم ومثواكم.[1]

مفسر ابن عاشور کاقول

95. مفسر ابن عاشور (م1393ھ) کہتے ہیں:

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ، وَالْمَعِيَّةُ تَمْثِيلٌ كِنَائِيٌّ عَنِ الْعلم بِجَمِيعِ أَحْوَالهم.[2]

یعنی معکم میں معیت ان کے تمام احوال پر علم سے تمثیل کنائی ہے۔

صاحب تفسیر وسیط کاحوالہ

96.﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ أي: وهو تعالى مع خلقه جميعًا بعلمه وقدرته وتدبيره وقيوميَّته وذلك في كل أحوالهم وشتى شئونهم قال تعالى: وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ

[1] شرح الفقه الأكبر ص103 ط:المكتبة الحقانية پشاور.

[1] تفسير المراغي أحمد بن مصطفى المراغي 27،160 ط:شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبي وأولاده بمصر.

[2] التحرير والتنوير ج2ص264.

ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ. [1]

یعنی اللہ تمام مخلوق کے ساتھ ہے علم وقدرت اور تدبیر و قیومیت کے اعتبار سے ۔

پندرھویں صدی

عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول

97. شیخ عبداللہ ہرری حبشی شافعی (م1429ھ) رقمطراز ہیں:

(محيط بكل شيء وفوقه) معناه أن الله بالعلم والغلبة والسلطان، وإحاطة الله / بالعالم بالعلم والقهر والسلطان ليس كإحاطة الحُقّةِ باللؤلؤة. [1]

یعنی اللہ سبحانہ علم،غلبہ اور سلطنت کے اعتبار سے تمام اشیاء پر محیط ہے اور اللہ کا احاطہ عالم پر علم وقہر اور سلطان کے اعتبار سے حقہ (ایک برتن کا نام ہے) کے موتی پر احاطہ کی طرح نہیں۔

مفسر وہبہ زحیلی کا قول

98. قال الشخ وهبة بن مصطفى الزحيلي:

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ ما كُنْتُمْ، وَالله بِما تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ أي والله سبحانه مع عباده بقدرته وسلطانه وعلمه. [2]

یعنی معیت علمی مراد ہے۔

مفسر امین ہرری کا قول

99. علامہ محمد الأمين بن عبد الله الأرمي العلوي الهرري الشافعي کہتے ہیں:

---

[1] التفسير الوسيط للقرآن الكريم، مجموعة من العلماء بإشراف مجمع البحوث الإسلامية بالأزهر ج9ص1281، الهيئة العامة لشئون المطابع الأميرية.

[1] إظهار العقيدة السنية بشرح العقيدة الطحاوية للهرري الحبشي ص229 ط : زمزم دارالإحسان.

[2] التفسير المنير في العقيدة والشريعة والمنهجد 329 دار الفكر المعاصر – دمشق.

إِنَّ الله مَعَ الصَّابِرِينَ على مشاق التكاليف، والمصائب بالعون والنصر والتأييد أي: معين وحافظ وناصر للصابرين على ذلك.[1]

اس آیت کریمہ میں معیت سے مراد معیت نصرت و تائید ہے۔

100. ایک اور مقام پر کہتے ہیں:

''وَهُوَ'' سبحانه ''مَعَكُمْ'' بقدرته، وعلمه، وسلطانه ''أَيْنَ مَا كُنْتُمْ'' أي: في أي مكان كنتم فيه من الأرض من برّ وبحر. وهذا تمثيل لإحاطة علمه بهم، تلك مأة كاملة-

(الحمد للہ راقم نے ایک ہزار سے زیادہ اقوالِ مفسرین معیت علمیہ پر جمع کئے ہیں لیکن طوالت سے بچنے کے لیے صرف ایک سو(100) کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے۔

خلاصہ باب

ان تمام عبارات سے ثابت ہوا کہ اہل سنت والجماعت نے بالاتفاق قرب و معیت خداوندی کے متعلق تاویل کا قول کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور معیت باعتبار علم، وقدرت اور نصرت و تائید کے ہے۔

[1] حدائق الروح والريحان في روابي علوم القرآن 3:46 دار طوق النجاة، بيروت – لبنان

مطلب دوم

معیت کے معنی میں تفویض کے اقوال

1) امام منصور بن محمد تمیمی (م 489ھ) کہتے ہیں:

وهو معكم أينما كنتم أي: بعلمه وقدرته، ذكره ابن عباس وغيره. وقال الحسن: هو معكم بلا كيف.[1]

حضرت حسن (بصری) معیت بلا کیف کے قائل ہیں، یہ تفویض المعنیٰ ہے۔ نیز اس عبارت سے ثابت ہوا کہ بلا کیف کی قید اس وقت لگے گی کہ معکم کے ساتھ کوئی قید اپنی طرف سے نہ لگائے، ورنہ اگر قید ذاتی اپنی طرف سے لگائی اور پھر بلا کیف کا ورد شروع کیا تو یہ بے معنی اور بے محل رہے گا۔

2) امام عبد قاہر بن عبد الرحمن جرجانی (م 471ھ) کہتے ہیں:

وهو معنا أينما كنّا من غير حلول في المحالّ، ولا انتقال، ولا ارتحال.[2]

علامہ نے معیت میں نہ تاویل کی، اور نہ اس کا ظاہر مراد لیا اور یہ صریح تفویض ہے، نص میں تفویض کلی کی ہے۔ اس طرح درست نہیں کہ قید ذاتی اپنی طرف سے لگائے اور پھر تفویض بلا کیف سے کر دیا جائے، یہ اہل سنت کا طریقہ نہیں ہے۔

3) علامہ حقی کی عبارت میں ایک قول تفویض کا بھی گذرا۔ یہ عبارت اقوال المفسرین میں درج ہے۔

نوٹ: اس فصل میں ہماری غرض صرف تفویض کی طرف نشاندہی کرنا تھا تمام اقوال کا احاطہ نہیں۔ چونکہ متقدمین اور متاخرین میں سے صفت معیت میں تفویض کا قول بہت کم حضرات نے اختیار کیا ہے اس لیے ہم نے بھی کم اقوال نقل کرنے پر اکتفاء کیا۔

---

[1] تفسير القرآن، للسمعاني ج5ص 365 ط: دار الوطن، الرياض – السعودية.

[2] دَرْجُ الدُّرر في تَفسِيرِ الآيِ والسُّوَر ج2ص 618 دار الفكر – عمان، الأردن.

باب چہارم

مطلب اوّل

مسئلہ معیت اور اکابرین دیوبند

علمائے دیوبند کے مسلک کے حوالے سے پہلے چند وضاحتیں کرتے ہیں۔

وضاحت نمبر (1)

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کہتے ہیں:

علمائے دیوبند کے مسلک کی تشریح وتوضیح کے لیے اصلاً کسی الگ کتاب یا تالیف کی چنداں ضرورت نہیں تھی، اس لیے کہ علمائے دیوبند کوئی ایسا فرقہ یا جماعت نہیں ہے جس نے جمہور اُمت سے ہٹ کر فکر وعمل کی کوئی الگ راہ نکالی ہو۔۔۔ اہل سنت والجماعت کے عقائد کی کوئی بھی مستند کتاب اُٹھا کر دیکھ لیجئے، اس میں جو کچھ لکھا ہو گا وہی علمائے دیوبند کے عقائد ہیں۔[1]

لہٰذا ہم نے جو عبارات علمائے اہل سنت والجماعت کی مستند کتابوں سے مسئلہ معیت کے متعلق درج کی ہیں یہی علمائے دیوبند کے عقائد ہیں وللہ الحمد۔

وضاحت نمبر (2)

حکیم الاسلام قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ علمائے دیوبند کے کلامی مسائل میں مسلک کے متعلق فرماتے ہیں:

لیکن لقب کے لحاظ سے ان دونوں قوموں کو سامنے رکھ کر جو وجوہ قبول سے خالی نہیں ہیں، ان کے ماتریدیت اور اشعریت کے ملے جلے رُخ کو سامنے رکھ کر انہیں اشعریت پسند ماتریدی کہا جائے تو ان کے کلامی مزاج کے حسب حال ہو گا، جب کہ وہ جامع بین الاشعریت والماتریدیت ہی نظر آتے

---

[1] علمائے دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج ص 472 مجموعہ رسائل ج 3۔

ہیں۔[1]

لہذا کلامی مسائل میں علمائے دیوبند کے مسلک کے لیے اشاعرہ وماتریدیہ کی عبارات ہی کافی ہے، الگ سے اور عبارات کی ضرورت نہیں ہے لیکن پھر بھی چند وجوہ سے ذکر کرتے ہیں۔

وضاحت نمبر (3)

نصوص متشابہات میں علمائے دیوبند مجموعی طور پر دو قول اختیار کرتے ہیں۔ ایک متقدمین کا قول تفویض المعنیٰ کا دوسرا متاخرین کا قول مناسب تاویل کا۔ چنانچہ علمائے دیوبند کے عقائد کی متفقہ کتاب "المہند" میں سوال نمبر 13 کے جواب میں یہی لکھا ہے۔ لہذا صفت معیت میں بھی علمائے دیوبند کا عقیدہ واضح ہے یا تفویض المعنیٰ یا مناسب تاویل۔

مطلب اوّل: اس میں اکابرین دیوبند کے اقوال "معیت علمی" پر بیان کئے جائیں گے۔

مطلب دوم: اس میں معیت کے معنی میں تفویض ان حضرات سے ذکر کئے جائیں گے۔

علامہ قاسم نانوتوی کا قول

1) بانی دار العلوم دیوبند حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات متکلّم اسلام محمد قاسم نانوتویؒ (م: 1297ھ) کہتے ہیں:

إن الله مع المؤمنين، إن الله مع المتقين،إن الله مع المحسنين،

اس قسم کے کلمات سے کلام اللہ بھرا ہوا ہے، سب کا ماحصل یہی ہے کہ اللہ اچھوں کے ساتھ ہے، مومنوں کے، متقیوں کے اچھے کاموں کے کرنیوالوں کے ساتھ ہے، کہیں اوّل سے آخر تک کلام اللہ میں یہ نہیں کہ اللہ کافروں کے مرتدوں کے منافقوں کے ساتھ ہے۔

اور کوئی کہے کہ اللہ سب کے ساتھ ہے مومن ہو یا کافر، کلام اللہ میں موجود ہے (إن الله بكل شيء محيط) یعنی اللہ ہر چیز کو محیط ہے۔ جب ہر چیز کو محیط ہوا تو ہر چیز کے ساتھ بھی ہوا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ساتھ ہونا دو طرح کا ہوتا ہے، ایک تو یہی اکٹھے مکان میں رہنا اس میں فقط بدن کا ساتھ ہوتا ہے اگرچہ دلوں

---

[1] علمائے دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج ص 594 مجموعہ رسائل ج 3۔

میں فرق ہو، اس قسم کی ہمراہی تو طوطے اور زاغ کی سی ہے۔ دوسرا دلوں کے ساتھ رہنا جیسے کوئی بادشاہ کسی بے کس کو جس کے سب دشمن ہوں یوں کہے کہ تو اندیشہ نہ کر ہم تیرے ساتھ ہیں، اس کے یہی معنی ہوتے ہیں کہ ہمیں تیرا خیال ہے، ہمارے دل میں تیرا دھیان رہے گا، ہم تیری حمایت پر ہیں۔ اس صورت میں کچھ لازم نہیں کہ بادشاہ اور وہ ایک مکان میں ہوں، ہاں البتہ تا مقدور امداد اور اعانت چاہیے، سو جہاں کہیں (إن الله مع المتقين) یا اسی طرح اور کچھ آیا ہے تو اس سے دوسرے معنی مراد ہیں۔[1]

علامہ سہارنپوری کا قول

2) علامہ خلیل احمد سہارنپوری (م:1346ھ) کہتے ہیں:

حضرت سے ایک سوال ہوا جس کی تلخیص یہ ہے کہ ایک شاعر نے یہ شعر کہا ہے "کہ وہ دن خدا کرے کہ خدا بھی جہاں نہ ہو" کیا یہ شاعر کافر ہے، حضرت جواب میں فرماتے ہیں:

"اس مصرعہ میں خداوند تعالیٰ جل وعلا شانہ کے وجود کی ایک محل سے تمنا نفی کی گئی ہے، پس اس نفی سے اگر ذات کی نفی مراد ہو تو کوئی اشکال نہیں، کیونکہ خداوند تعالیٰ کی ذات پاک زمان ومکان سے منزہ ہے" الخ۔[2]

اس عبارت میں معیت ذاتی کی نفی کو صحیح قرار دیا ہے، اور معیت علمی کی نفی کو کفر قرار دیا ہے۔

علامہ تھانوی کا قول

3) حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی (م:1362ھ) سورہ ق کی آیت ﴿نحن أقرب إليه من حبل الوريد﴾ کی تفسیر میں حضرت فرماتے ہیں:

باعتبار علم کے ہم انسان کے اس قدر قریب ہیں، کہ اس کے رگ گردن سے بھی زیادہ۔

پھر حضرت البلاغہ کے تحت لکھتے ہے:

﴿ قوله نحن أقرب إليه من حبل الوريد ﴾ أي نعلم به وبأحواله لا يخفى

---

[1] هداية الشيعة ص43 ناشر إداره تأليفات أشرفية.

[2] فتاوى مظاهر العلوم المعروف فتاوى خليلية ص 337، ط :مكتبة الشيخ.

علينا شيء من خفياته، إلخ.[1]

4) ''وهو معكم أين ما كنتم''کی تفسیر کرتے ہیں:

چناچہ وہ علم اور اطلاع کے اعتبار سے تمہارے ساتھ رہتا ہے خواہ تم لوگ کہیں بھی ہو۔[2]

نوٹ: قائلین معیت ذاتی کی سب سے بڑی دلیل یہ آیت ہے اور حضرت تھانوی اس میں تاویل بالعلم کرتے ہیں، پھر بھی بعض لوگوں کا حضرت کا اصل مذہب معیت ذاتی قرار دینا سمجھ سے بالاتر ہے، حالانکہ حضرت معیت ذاتی کو صوفیہ کا مذہب قرار دیتے ہیں اور ان کے دفاع میں اس قول کی توجیہ کرتے ہیں اور متکلّمین کا مذہب راجح قرار دیتے ہیں جیساکہ پہلے گذشتہ صفحات میں گذرا۔

5) حضرت ایک اور جگہ ''وما أموالكم ولا أولادكم بالتي تقرّبكم عندنا زلفى''کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قرب کے معنی یہ نہیں جو دریا وشطرہ میں سمجھا جاتا ہے اور ایسے الفاظ کو معنی لغوی پر محمول کرنا غلطی ہے، بلکہ مراد اس قرب سے جو اس آیت میں مذکور ہے، رضا ہے، کیونکہ قرب کے مختلف درجے ہیں، ایک قرب علمی ہے اور وہ خدا تعالیٰ کی ہر چیز کو حاصل ہے چنانچہ ارشاد ہے: نحن أقرب إليه منكم ولكن لا تبصرون اور ارشاد ہے: ونحن أقرب إليه من حبل الوريد، اور قرب رضا ہے اور وہ بعض کو حاصل ہے۔[3]

6) ایک جگہ فرماتے ہیں:

الله أقرب من حبل الوريد ہے یہ ایک مستقل سوال ہے، سو اس کا حقیقی جواب کوئی نہیں دے سکتا، چنانچہ بعض نے کہا قرب علمی ہے مگر حبل الوريد کا لفظ بتلا رہا ہے کہ یہاں قرب علمی سے زیادہ کوئی دوسرا قرب بتلانا مقصود ہے، کیونکہ حبل الوريد ذی علم نہیں جس سے أقرب ہونا اقربیت في العلم پر دال ہو، بلکہ یہاں قرب ذات پر دلالت مفہوم ہوتی ہے، مگر اس کی کیفیت کو ہم بیان نہیں کرسکتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ جو بندہ کے قریب ہیں، اس قرب سے قرب علم یا رضا مراد ہے قرب حسی مراد نہیں۔[4]

---

[1] بيان القرآن ج3 ص452، ط: رحمانية كتب خانه لاهور.

[2] نفس مصدر ص508.

[3] أشرف التفاسير ج3 ص259 ط: إداره تأليفات أشرفيه.

[4] نفس مصدر ج4 ص68.

یعنی قرب ذات پر مفہوم دلالت کرتا ہے، پھر بھی حضرت قرب علم ورضا مراد لیتے ہیں۔

7. ایک جگہ کہتے ہیں:

اور خدا کا قرب یہی قرب علمی وقرب رحمت ہے اور أنتم أقرب إلینا نہیں فرمایا، اگر کوئی کہے کہ قرب وبعد تو اُمور نسبیہ مکررہ مشترکہ میں سے ہیں، یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ انہیں ہم سے قرب ہو اور ہمیں ان سے بعد ہو۔ جواب یہ ہے کہ قرب حسی بالمعنیٰ اللغوی بیشک ایسا ہی ہے اور یہاں تو قرب بمعنی توجہ ہے سو خدا کا قرب إلى العبد من حيث التوجه، و قرب عبد إلى الله من حيث التوجه یعنی خدا کا قرب بندہ کی طرف باعتبار توجہ کے بندہ کا قرب اللہ تعالیٰ کی طرف باعتبار توجہ کے التوجہ کو مستلزم نہیں بس وہ اشکال مرتفع ہو گیا۔[1]

یہاں حضرت نے قرب علمی مراد ہونے پر قرینہ بھی ذکر کیا ہے۔

8. نصوص صفات بعض تو ایسے ہیں جن میں بالاجماع تاویل لازم ہے۔ جیسے:

﴿هو معكم أينما كنتم﴾ أي بعلمه اور﴿ إن ربك لبالمرصاد﴾ وغیرہ[2]

9. حضرت ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

قرب کے مختلف درجات ہیں، ایک قرب تو حقیقی ہے جس کا ترجمہ مل جانے سے کرلو یا ادراک حقیقت سے یا اسی کے ہم معنی جس لفظ سے چاہو کرلو، سو قرب حقیقی تو کسی کو حق تعالیٰ کے ساتھ نہیں ہو سکتا، کیونکہ حق تعالیٰ جسم اور مکان سے پاک ہیں، تو مل جانے کے تو کوئی معنی ہو نہیں سکتے اور ادراک حقیقت بھی نہیں ہو سکتا، کیونکہ ادراک احاطہ کو چاہتا ہے اور بندہ ممکن ہے اور حق تعالیٰ واجب، اور ممکن متناہی ہوتا ہے اور واجب لا متناہی، پھر لا متناہی کو متناہی کیسے محیط ہو سکتا ہے؟ اس لیے قرب بایں معنی تو ہو ہی نہیں سکتا کہ اتصال ہو جاوے یا ادراک حقیقت ہو جاوے اور ایک قرب مجازی ہے جس کا حاصل رفع یا تقلیل حجب ہے (اور ان کے علاوہ) ایک قرب علمی ہے جو خدا تعالیٰ کے ساتھ ہر چیز کو حاصل ہے۔ چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ ونحن أقرب إليه منكم ولكن لا تبصرون ﴾ یا﴿ ونحن أقرب إليه من حبل الوريد﴾[3]

---

[1] نفس مصدر ج4ص74.

[2] بوادرالنوادر ص 759 ط:إدارہ إسلاميات.

[3] شریعت وطریقت، حکیم الامت تھانوی ص206 ط: مکتبۃ البشری کراچی۔

حضرت کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ قرب سے مراد حقیقی ذاتی قرب نہیں کیونکہ یہ مراد لینا محال ہے، بلکہ قرب مجازی وصفی مراد ہے جو قرب باعتبار علم ہے، نیز جن آیات سے ظاہراً قرب ذاتی مفہوم ہوتا ہے، حضرت نے ان آیات سے قرب علمی مراد لیا۔اس عبارت کے بعد حضرت نے قرب کے اور درجات ومعانی بھی بیان کیے ہیں مگر قرب ذاتی کا مطلب کا ذکر تک ہی نہیں کیا۔

10. ایک مقام پر کہتے ہیں:

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہاں اقربیت سے اقربیت بالعلم مراد ہے الخ[1]

11. ایک جگہ کہتے ہیں:

بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ حق تعالیٰ کو بندہ سے جتنی محبت ہے اتنی بندہ کو حق تعالیٰ سے نہیں ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ محبت موقوف ہے معرفت پر اور ظاہر ہے کہ جیسی معرفت بندہ کی خدا کو ہے بندہ کو خدا کی نہیں۔اور یہی معنی ہے آیت ﴿ونحن أقرب إليه من حبل الوريد﴾ (ہم اس کے شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں) کہ علماً و معرفۃً بندے ہم سے قریب ہیں۔[2]

12. قرب کی دو قسمیں ہیں، ایک قرب علمی یہ تو (فإني قريب) سے معلوم ہو چکا ہے، دوسرے قرب تعلق خصوصیت جیسے اردو میں ہم کبھی تو یوں کہتے ہیں کہ میں پاس ہی ہوں، کہو کیا کہتے ہو، یعنی سن رہا ہوں، اس میں تو پاس ہونے سے قرب علمی و قرب سماع کا بیان مقصود ہے، الخ[3]

خطبات حکیم الامت میں بہت سے مقامات پر قرب اور معیت علمی کا ذکر ہے، ہم صرف حوالہ جات لگاتے ہیں، شائقین مطالعہ کر سکتے ہیں۔

- 13: خطبات ج5 ص223
- 14: خطبات ج10 ص106
- 15: ج14 ص369
- 16: ج15 ص114
- 17: ج15 ص328

---

[1] اشرف التفاسیر 3:330۔

[2] خطبات حکیم الامت ج10 ص64۔

[3] خطبات حکیم الامت ج21 ص100۔

- 18: ج17: ص214
- 19: ج21ص106
- 20: ج22ص322
- 21: ج23ص254
- 22: ج31ص263

خطبات حکیم الامت میں ان مقامات پر قرب و معیت علمی لکھا ہے، ممکن ہے کہ اور مقامات پر بھی ہو۔

23. ایک اور مقام پر کہتے ہیں:

> دو فرقے ہو گئے، فرقہ اُولیٰ جو کہتا ہے کہ خدا کو ممکنات سے ذاتاً تباین محض ہے اور اس کو مخلوقات سے صرف اپنی صفات اور افعال کے ذریعے تعلق ہے جیسے علم و ارادہ، قدرت، ترزیق و تخلیق، غضب و رحمت و غیرہ۔ فرقہ ثانیہ وہ جو کہتا ہے کہ خدا کو ذاتاً بھی مخلوقات سے کچھ تعلق ہے اور اس تعلق کو وہ کشفاً اور ذوقاً سمجھتے ہیں، مگر کافی الفاظ نہ ملنے کے سبب وہ اس تعلق کو دوسروں کو نہیں سمجھا سکتے۔[1]

شیخ الاسلام علامہ عثمانی کے اقوال

24. شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (م:1369ھ) سورہ ق کی آیت نمبر 26 کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> مطلب یہ ہوا کہ ہم باعتبار علم کے اس کی روح اور نفس سے بھی نزدیک تر ہیں یعنی جیسا علم انسان کو اپنے احوال کا ہے ہم کو اس کا علم خود اس سے بھی زیادہ ہے۔[2]

25. یعنی کسی وقت تم سے غائب نہیں، بلکہ جہاں کہیں تم ہو اور جس حال میں ہو وہ خوب جانتا ہے۔

26. سورۃ المجادلۃ آیت نمبر 7 کی تفسیر میں ''ولا أكثر إلا هو معهم أين ما كانوا'' پر حضرت حاشیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

[1] کلید مثنوی ج3 ص49۔

[2] فوائد عثمانی المعروف بتفسیر عثمانی ص689.

خوب سمجھ لو کہ تین ہو یا پانچ یا اس سے کم زیادہ کہیں ہو کسی حالت میں ہو اللہ تعالیٰ ہر جگہ اپنے علم محیط سے ان کے ساتھ ہے، کسی وقت ان سے جدا نہیں۔[1]

27. فتح الملهم میں حدیث فإن الله قبل وجهه فلا يتخمن أحد قبل وجهه في الصلوة کی تاویل نقل کرتے ہوئے حضرت فرماتے ہیں:

قال العيني ولا يصح هذا الكلام على ظاهره لأن الله تعالى منزه عن الحلول في المكان فالمعني على التشبيه أي كأنه بينه وبين القبلة وقال ابن عبد البر وهذا كلام خرج على التعظيم لشان القبلة وقد نزع بعض المعتزلة القائلين بأن الله في كل مكان وهوجهل واضح لأن في الحديث وهو يبزق تحت قدمه وفيه نقض ما أصلوه وفيه الرد على من زعم أنه على العرش بذاته والله أعلم.[2]

اس عبارت میں علامہ نے اللہ کے ہر مکان میں ہونے اور اسی طرح عرش پر بذاتہ ہونے کو باطل قرار دیا ہے اور اس کو معتزلہ کا مسلک قرار دیا ہے۔ افسوس ہے ان بعض نادان نام نہاد مناظرین پر کہ جو کہتے ہیں کہ اللہ عرش پر بھی ہے ذاتاً اور ہر جگہ بھی ہے ذاتاً، حالانکہ یہ بالبداہت باطل قول ہے۔

مفتی کفایت اللہ دہلوی کا قول

28. مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م:1372) حاضر ناظر کے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

ہر جگہ علم وقدرت کے لحاظ سے موجود ہونا اور ہر بات کو بنا غیر کی مدد کے جاننا خاص اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔[3]

فائدہ: حضرت نے حاضر وناظر کا مطلب بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے حاضر بعلمه اور ناظر ببصره۔

---

[1] نفس مصدر ص720۔

[2] فتح الملهم ج3 ص395.

[3] كفايت المفتی ج1 ص106.

سحبان الهند احمد سعید دهلوی کا قول

اکابرین دیوبند سے تصدیق شدہ مستند تفسیر "کشف الرحمٰن" سے چند عبارات نظر قارئین کی جاتی ہیں۔

علامہ سعید احمد دہلوی (م:1379ھ) کہتے ہیں:

29. سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 186 کی تفسیر میں فإني قريبٌ پر حاشیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب میرے بندے آپ سے سوال کریں تو آپ میری جانب سے فرمادیجئے کہ میں قریب ہی ہوں۔ ان کے قرب سے مراد ان کا علم ہے یعنی میرے علم نے ہر شے کا احاطہ کر رکھا ہے، مجھ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ مجھے میرے علم کے اعتبار سے یوں سمجھو کہ میں تم سے قریب ہی ہوں۔[1]

30. سورۃ نساء کی آیت نمبر 108 کی تفسیر میں وھو معھم پر حاشیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اور یقین جانو کہ ان کی تمام کاروائیاں اور ان کے تمام اعمال اللہ تعالیٰ کے احاطہ علم میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔

پھر مزید لکھتے ہیں:

(اللہ تعالیٰ) ہر وقت ان کے ساتھ ہے اور اپنے علم کے اعتبار سے ان کی ہر حرکت وسکون سے باخبر ہے۔۔۔ اور اللہ تعالیٰ اس وقت بھی باعتبار علم کے ان کے پاس ہوتا ہے۔[2]

31. سورۃ ق آیت 16 کی تفسیر میں ﴿نحن أقرب إليه﴾ پر حاشیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے علم کے اعتبار سے ہر انسان کی روح اور اس کے نفس سے بھی زیادہ قریب ہیں۔۔۔ اس کے علمی قرب کا کیا ٹھکانہ ہے؟ مولانا فرماتے ہیں۔

جان نہاں در جسم تو در جان نہاں

اے نہاں اندر نہاں اے جان جاں

بہرحال حضرت حق نے اس اتصال علمی کو ﴿أقرب إليه من حبل الوريد﴾ سے تعبیر فرمایا۔[1]

---

[1] تفسیر کشف الرحمن: 1:277 ط، جمعیت اکیڈمی۔

[2] تفسیر کشف الرحمن: 2:197 ط: جمعیت اکیڈمی۔

[1] تفسیر کشف الرحمن: 5:97 ط: جمعیت اکیڈمی۔

32. سورۃ واقعہ کی آیت 85 کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اور ہم اس مرنے والے کو تم سے زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم ہمارے قرب علمی کو سمجھ نہیں سکتے اور تم ہم کو نہیں دیکھتے۔ یعنی جب کسی کی جان سمٹ کر اس کے حلق اور ٹینٹوے میں آجاتی ہے اور ٹینٹوے میں پہنچ جاتی ہے اور تم اس وقت دیکھا کرتے ہو اور ہم بھی اپنے قرب علمی کی بناء پر تم سے زیادہ اس مرنے والے کے قریب ہوتے ہیں۔ لیکن نہ تم ہم کو دیکھتے ہو اور نہ تم ہمارے قرب علمی کو اپنے جہل کی وجہ سے سمجھ سکتے ہو۔[1]

33. سورۃ حدید کی آیت 4: ﴿وهو معكم أين ما كنتم﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اور (اللہ) اپنے علم کے اعتبار سے ہر وقت تمہارے ساتھ رہتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے احاطہ علمی سے تم اور تمہارے اعمال گھرے ہوئے ہیں خواہ تم کہیں ہو۔[2]

34. سورۃ المجادلۃ کی آیت 7 ﴿وهو معهم أين ما كانوا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حضرت حق تعالیٰ کے قرب علمی کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت عارف رومی نے فرمایا ہے۔

ایں معیت در نیابد عقل و ہوش
زیں معیت دم مزن بنشیں خموش
قرب حق یابندہ دور است از قیاس
ہر قیاس خود منہ آں را اساس[3]

تفسیر کشف الرحمن کے چند مصدقین

35. شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

36. مفتی دار العلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

37. شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] تفسیر کشف الرحمن: 5:187 ط: جمعیت اکیڈمی۔

[2] تفسیر کشف الرحمن: 5:192 ط: جمعیت اکیڈمی۔

[3] تفسیر کشف الرحمن: 5:215 ط: جمعیت اکیڈمی۔

38. حکیم الاسلام قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

39. شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

40. حضرت مولانا محمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مہتمم جامعہ تعلیم القرآن ڈابھیل)

41. مولانا عبد الصمد رحمانی رحمۃ اللہ علیہ

42. فخر المحدثین حضرت مولانا فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

43. خطیب الامت حضرت مولانا احتشام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

44. حضرت مولانا مفتی حافظ محمد بن حافظ صالح رحمۃ اللہ علیہ

45. جناب مولانا قاری محمد ادریس صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مولانا ادریس کاندھلوی کا قول

46. مولانا ادریس کاندہلوی (المتوفی 1394ھ) لکھتے ہیں:

اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر مکان میں ہے اور ہر جگہ موجود ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس قول سے حجت پکڑتے ہیں (ما يكون من نجوى ثلاثة إلا هو رابعهم) الآية.

ترجمہ: کوئی سرگوشی تین آدمیوں کی ایسی نہیں ہوئی جس میں چوتھا وہ (اللہ نہ ہو۔) اور حق تعالیٰ کے اس قول سے: (ونحن أقرب إليه من حبل الوريد) ترجمہ: ہم انسان کی رگ گردن سے زیادہ قریب ہیں۔

اور: (ونحن أقرب إليه منكم ولكن لا تبصرون)

ترجمہ: اور ہم اس شخص کے تم سے بھی زیادہ نزدیک ہوتے ہیں لیکن تم سمجھتے نہیں۔ اور (وهو الذي في السماء إله وفي الارض إله) ترجمہ: اور وہی ذات ہے جو آسمان میں بھی قابل عبادت ہے اور زمین میں بھی قابل عبادت ہے۔

اہل سنت کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں اس قسم کی جس قدر آیتیں وارد ہوئی ہیں ان سے حق تعالیٰ شانہ کے کمال علو اور رفعت شان اور اس کے احاطہ علم وقدرت کو بیان کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم وقدرت تمام کائنات کو محیط ہے جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں آیا ہے (قلب المؤمن بين أصبعين من أصابع الرحمٰن) مومن کا دل خدا کی دو انگلیوں کے درمیان ہے، سو اس سے بالاجماع متعارف اور ظاہری اور حسی

معنی مراد نہیں، بلکہ قدرت علی التقلیب بیان کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بندہ سے قرب اور بعد باعتبار مسافت کے مراد نہیں بلکہ قرب عزت وکرامت اور بُعد ذلت واہانت مراد ہے۔[1]

مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال

47. مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ (م:1396ھ) کہتے ہیں:

"نحن أقرب إليه من حبل الوريد" کا جمہور مفسرین نے یہی مطلب قرار دیا ہے کہ قرب سے مراد قرب علمی اور احاطہ علمی ہے قرب مسافت مراد نہیں۔[2]

شیخ الحدیث زکریا المدنی کا قول

48. شیخ زکریا المدنی (المتوفی 1402ھ) ملا علی القاری سے نقل کرتے ہیں:

قال القاري: وفي قول الترمذي إشعار إلى أنه لابد لقوله لهبط على الله من هذا التأويل المذكور، ولقوله على العرش استوى من تفويض علمه إليه تعالى والإمساك عن تأويله ،كما سبق أن بعضا من خلاف الظاهر يحتاج إلى التاويل ، ومنها ما لا يجوز الخوض فيه ، انتهى. وفى المجمع:قول الترمذي إشارة إلى وجوب تأويل ''لهبط على الله'' وتفويض ''استوى على العرش''، انتهى[3]

قاری محمد طیب قاسمی کا قول

49. مہتمم دار العلوم دیوبند حکیم اسلام قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ (م: 1403ھ) کہتے ہیں:

قوله: (أي قول الإمام الطحاوي) محيط بكل شيء وفوقه .. وإنما المراد بالإحاطة إحاطة عظمةوسعة علمه ، وحفظه ، وتصرفه ، وتدبيره. [1]

---

[1] عقائد اسلام، 318/ناشر ادارہ اسلامیات۔

[2] تفسیر معارف القرآن مفتی محمد شفیع عثمانی 8ص140، ط: ادارۃ المعارف کراچی۔

[3] الكوكب الدري على جامع الترمذي ،465،7أروقة للدراسات والنشر.

[1] شرح العقيدة الطحاوية المسماة بمباني الخلافة والسياسة الدينية وغاياتها، لحكيم الإسلام المقرئ محمد طيب القاسمي 107،ط:البشرى كراتشي.

یعنی یہاں احاطہ سے مراد اللہ کی عظمت اور وسعت علم اور حفاظت وتدبیر کا احاطہ ہے۔

مفتی محمود الحسن گنگوہی کا قول

50. حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی (م:1416ھ) ایک سوال کے جواب میں تحریر کرتے ہیں:

سوال: باری تعالیٰ کہاں ہیں؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہیں، ہر صغیر وکبیر کا عالم ہے، کوئی ذرہ اس سے مخفی نہیں۔ نصوص صریحہ اور دلائل قطعیہ سے اس کا ثبوت ہے:

قال تعالیٰ ﴿لا يعزب عنه مثقال ذرة في السموات ولا في الأرض ولا أصغر من ذلك إلا في كتاب مبين﴾ (سبا / 3)

مگر اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مخصوص مکان محیط نہیں، کیونکہ وہ مکانی نہیں بلکہ واجب اور قدیم ہے اور مکان، وزمان، وغیرہ حادث اور اس کی پیدا کی ہوئی ہے، پھر کوئی مکان وغیرہ کیسے محیط ہو سکتا ہے، اور بعض نصوص میں جو خاص مکان کی طرف اشارہ ہے، تو وہاں یہ مراد نہیں کہ وہ مکان اللہ تعالیٰ کو محیط ہے بلکہ اس کی صفت علم یا دوسری صفت کا خاص غلبہ اس جگہ مراد ہے۔[1]

فائدہ

حضرت کا اس سائل کے جواب میں یہ آیت ذکر کرنا ﴿لا يعزب عنه مثقال ذرة في السموات ولا في الأرض ولا أصغر من ذلك إلا في كتاب مبين﴾ اس بات پر صاف دلیل ہے کہ اللہ باعتبار علم ہر جگہ ہے، کیونکہ آیت میں علم کا ذکر ہے۔ نیز حضرت نے خود تشریح بھی یہ کی ہے کہ مکان کی طرف جہاں بھی اشارہ ہو وہاں علم یا دوسری صفت مراد ہوگی۔

51. حضرت ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

البتہ عرش پر اس کا خاص تسلط اور استیلاء ہے، اس کی کیفیت کو وہی خوب جانتا ہے اور اپنے علم کے اعتبار سے ہر شے کو محیط ہے۔[1]

---

[1] فتاوی محمودیه ج1 ص245، ط: إدارة لفاروق.

[1] محمودیه ج1 ص250.

52. ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ کوئی جسم ہے جو ہر جگہ موجود ہے، جیسے مثلا کوئی آدمی ہو مکان کے مختلف کمروں میں آئے جائے، ایک کمرے میں ہے تو دوسرے میں نہیں۔ اللہ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ ایک جسم ہے، پاک ناپاک ہر جگہ موجود ہے، یہ عقیدہ غلط ہے۔ وہ جسم وجسمانیت سے بالاتر ہے۔ البتہ اپنے علم وقدرت کے اعتبار سے ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ کوئی شے، کوئی جگہ اس کے علم وقدرت سے باہر نہیں۔ شرح فقہ اکبر میں اس کی تصریح موجود ہے۔[1]

فائدہ

اس عبارت سے حاضر و ناظر کا معنی واضح ہوا کہ حاضر کا معنی ہے کہ باعتبار علم کے حاضر ہے اور ناظر ہے بصر سے۔ لہذا اسلاف کی کتب میں حاضر و ناظر کا لفظ دیکھ کر اس سے معیت ذاتی پر استدلال کرنا باطل ہے۔

53. ایک مرتبہ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ حاضر و ناظر ہے اس کو مانے بغیر ایمان کامل نہیں ہوتا، مگر حاضر و ناظر کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ہر جگہ موجود و مقیّد ہے، بلکہ حاضر ہے مراد عالم اور ناظر سے مراد رائی (دیکھنے والا) ہے جیسا کہ در مختار میں ہے۔[2]

حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی

54. حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی رحمۃ اللہ علیہ (م:1422ھ) سورہ ق کی آیت ﴿ونحن أقرب إليه من حبل الوريد﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

مطلب یہ ہے کہ ہم انسان کے تمام احوال سے باخبر ہیں، اس کی کوئی بھی حالت جو پوشیدہ سے پوشیدہ ہو اور اس کی بات جو آہستہ سے آہستہ ہو اس میں سے کچھ بھی ہم پر پوشیدہ نہیں ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت علم کو بیان فرمایا ہے۔[1]

55. اور سورۃ حدید میں هو معكم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

---

[1] محمودیہ ج1 ص34، ط: إدارة الفاروق.

[2] بریلویت سے چند یادگار مناظرے ص406 ط: البرہان لاہور۔

[1] أنوار البيان ج5 ص16، ط: الميزان لاهور.

اور وہ اپنے علم کے اعتبار سے تم سے دور نہیں ہے، تم جہاں بھی کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔[1]

56. اور سورۃ مجادلہ کی آیت:﴿ما یکون من نجوی ثلٰثة إلا هو رابعهم ولا خمسة إلا هو سادسهم﴾کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جہاں کہیں بھی تین آدمی موجود ہوں، جو کوئی خفیہ مشورہ کررہے ہوں، اللہ تعالیٰ ان کا چوتھا ہوتا ہے، یعنی اسے ان کی باتوں کا علم ہوتا ہے۔ بہر حال وہ اپنے علم کے اعتبار سے ان کے ساتھ ہے۔[2]

مولانا محمد مالک کاندھلوی کا قول

57. مولانا محمد مالک کاندہلوی ابن مولانا محمد ادریس کاندہلوی کہتے ہیں:

مقصد یہ ہے کہ اللہ رب العزت انسان سے اس کی جان سے بھی زیادہ قریب ہے اور قرب ظاہر ہے کہ اللہ کے علم اور قدرت کے لحاظ سے قرب ہے یعنی انسان کو اپنے احوال کا علم اتنا نہیں ہوتا، جتنا کہ اللہ کو اس کے احوال کا علم ہے۔[3]

58. اور سورۃ مجادلہ کی آیت﴿ما یکون من نجوي ثلثة إلا هو رابعهم ولا خمسة إلا هو سادهم﴾کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

غرض کوئی مکان وزمان اور کوئی حالت اور مجلس وسرگوشی اور کوئی مخفی سے مخفی عمل ایسا نہیں ہوسکتا کہ اس کا علم اس کو محیط نہ ہو۔[4]

مولانا عبد الماجد دریا آبادی

59. سورۃ بقرہ آیت نمبر 153 ﴿إِنَّ الله مَعَ الصَّابِرِينَ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[1] أنوار البيان ج 5 ص 125، ط: الميزان لاهور.

[2] أنوار البيان ج 5 ص 170، ط: الميزان لاهور.

[3] معارف القرآن ادریسی ج 7 ص 518

[4] معارف القرآن ادریسی ج 8 ص 10۔

اللہ کی معیت عام تو کافر و مومن، فاسق و صالح، اپنے ہر بندہ کے ساتھ ہے۔ ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ یہاں معیت عام مراد نہیں۔ بلکہ معیت خصوصی مراد ہے، جس کے آثار حفاظت، اعانت و توجہ خاص ہیں۔[1]

60. اور سورۃ بقرہ آیت نمبر 186 ﴿فإني قريب﴾ پر حاشیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قریب باعتبار کمال، یا باعتبار علم، یا قریب باعتبار قبول دعاء۔ قريب بالإجابة (ابن عباس) قريب بالعلم لا يخفى علي شيء (معالم) أي بالإجابة و قيل بالعلم (قرطبی) علما وإجابة لتعاليه عن القرب مكانا (مدارک) أنه تعالى يسمع دعاء هم ويرى تضرعهم أو المراد من هذ القرب العلم والحفظ (کبیر) قرب سے ظاہر ہے کہ قرب مادّی یا مکانی تو مراد نہیں ہو سکتا، قرب معنوی مراد ہو گا، ہمیں اپنے خدا کو ڈھونڈنے اور کہیں جانا ہے وہ تو ہم سے قریب ہی ہم سے متّصل ہی ہے۔[2]

61. مولانا سورۃ نساء آیت نمبر 108 پر حاشیہ میں لکھتے ہیں:

"هو معهم" معتزلہ، قدریہ، جہمیہ، وغیرہ نے اس قسم کی آیتوں سے حق تعالیٰ کی معیت مکانی پر استدلال کیا ہے۔

قالت الجهمية والقدرية والمعتزلة هو بكل مكان تمسكا بهذه الآية وما كان مثلها- (قرطبی)

لیکن اہل سنت اسے شان تنزیہی کے منافی سمجھتے ہیں اور انہوں نے مراد صرف معیت علمی لی ہے:

أي بالعلم والرؤية والسمع هذا قول أهل السنة (قرطبی) يريد بالعلم والقدرة والرؤية (کبیر)[3]

62. هو معكم أين ما كنتم اس کی معیت علمی سے مخلوق کا کوئی بھی مرتبہ وجود خالی نہیں۔[1]

---

[1] تفسیر ماجدی 75 ط: پاک کمپنی لاہور۔

[2] تفسیر ماجدی 91 ط: پاک کمپنی لاہور۔

[3] تفسیر ماجدی 248 ط: پاک کمپنی لاہور۔

[1] تفسیر ماجدی 1068 ط: پاک کمپنی لاہور۔

امین الملت مولانا مفتی محمد امین اورکزئی شہید

63. امین الملت مولانا مفتی محمد امین اورکزئی شہید (تلمیذ رشید محدث العصر محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ) غیر مقلدین کے عقیدے "اللہ عرش پر ہے ذات کے اعتبار سے" پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وھو معکم اگر علی کا استعمال استیلاء الذات علی الذات کیلئے ہے، تو مع کا استعمال اقتران الذات مع الذات کیلئے ہوتا ہے۔ جب اللہ رب العزت کے بارے میں یہ منتفی ہے تو وہ بھی منتفی ہوگی۔[1]

یعنی نہ استوی میں علی استیلاء ذات کے لیے ہے اور نہ معیت میں مع اقتران ذات کے لیے ہے، لہذا نہ استو ی بذاتہ کہنا درست ہے اور نہ معکم بذاتہ کہنا۔

مولانا جمال بلند شہری کا قول

64. مولانا محمد جمال بلند شہری (م:1441ھ) (استاد دارالعلوم دیوبند) جلالین کی شرح جمالین میں وھو معکم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی اللہ علم کے اعتبار سے تمہارے ساتھ ہے، تم جہاں کہیں بھی ہو اس معیت کی حقیقت اور کیفیت کسی مخلوق کے احاطہ علم میں نہیں آسکتی، مگر اس کا وجود یقینی ہے، اس کے بغیر انسان کا نہ وجود قائم رہ سکتا ہے اور نہ کوئی کام اس سے ہوسکتا ہے، اس کی مشیت و قدرت ہی سے سب کچھ ہوتا ہے جو ہر حال میں ہر انسان کے ساتھ رہتی ہے۔[2]

65. سورۃ بقرہ کی آیت (فإنّي قريب) کی تفسیر میں شارح کی تائید کرتے ہوئے کہتے ہیں:

کہ جب میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو واقعہ یہ ہے کہ میں ان سے باعتبار میرے علم بلاشہ قریب ہوں۔[1]

---

[1] مقالات امینی، مرتب مولانا طفیل کوہاٹی 185 ط: دار التحقیق یوسفیہ، ہنگو۔

[2] جمالین شرح جلالین ج6 ص279 ط، زمزم پبلشرز کراچی.

[1] جمالین شرح جلالین ج1 ص308 ط، زمزم پبلشرز کراچی.

66. مفسر علام نے بالعلم کا اضافہ کر کے اشارہ کردیا کہ قرب سے قربت علمیہ مراد ہے نہ کہ جسمیہ۔[1]

67. اسی طرح جلد6 ص308 پر معیت علمیہ کا قول کیا ہے۔

68. اسی طرح جلد1 ص268 پر معیت علمی اور نصرت کا قول کیا ہے۔

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ کا قول

69. ڈاکٹر مفتی عبدالواحد (م:1441ھ) لکھتے ہیں:

اشاعرہ وماتریدیہ جو کہ اصل اہل سنت ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات کی حقیقت کچھ معلوم نہیں، اس لیے جن آیتوں اور حدیثوں میں اللہ تعالیٰ کی صفت معیت کا ذکر ہے، اس سے مراد اللہ کی صفت ہے جس کی حقیقت اللہ ہی جانتے ہیں۔ ان کے متاخرین اللہ کی صفت معیت سے اللہ کی علم وقدرت کی معیت مراد لیتے ہیں۔[2]

تنبیہ: ڈاکٹر صاحب کا یہ فرمان کہ اشاعرہ وماتریدیہ کے متقدمین صفت معیت میں تفویض کرتے ہیں، مطلقاً درست نہیں، کیونکہ ہم پہلے متقدمین سے بھی علم کی تاویل نقل کر چکے ہیں۔ البتہ یہ درست ہے کہ متقدمین میں سے بعض حضرات نے اپنے قاعدہ کے مطابق صفت معیت میں تاویل کے بجائے تفویض کا قول اختیار کیا ہے۔

مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری کا قول

70. حضرت اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں (جو 1435ھ میں شائع ہوا ہے):

سوال(۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ سعودی عرب میں عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو ہر جگہ موجود سمجھنا شرک ہے، صرف اوپر رہنے کا یقین ضروری ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ "ناظر" تو ٹھیک ہے مگر "حاضر" کا لفظ استعمال کرنا جائز نہیں ہے، اس بارے میں وضاحت فرمائیں۔

---

[1] جمالین شرح جلالین ج6 ص140 ط، زمزم پبلشرز کراچی.

[2] صفات متشابہات اور سلفی عقائد ص181 ط: مجلس نشریات اسلام۔

باسمه سبحانه وتعالیٰ الجواب وبالله التوفيق:

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جسم وجسمیات سے پوری طرح منزہ اور بالاتر ہیں، حاضر وناظر کا یہ مطلب نکالنا کہ جس طریقہ سے ہمارے کہیں موجود ہونے کے لئے جسم کا وجود ضروری ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنے جسم وجثہ کے ساتھ ہر جگہ موجود ہے، یہ تشریح نامناسب ہے؛ بلکہ صحیح مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے علم وقدرت کے اعتبار سے ہر جگہ حاضر وناظر ہے اور کوئی بھی چیز اس کے علم وقدرت سے باہر نہیں ہے، اور ہمارے عرف میں جو حاضر وناظر بولا جاتا ہے، یہ ایک ہی معنی میں ہے، یعنی جو ناظر کے معنی ہیں، وہی حاضر کے معنی ہیں، اردو میں تعبیرات میں مترادفات کا استعمال عام ہے، اس حقیقت کو نظر انداز کر کے ناظر اور حاضر کو الگ الگ معنی میں رکھ کر علماء دیوبند اور علماء حق سے بدگمانی پیدا کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ ہمارے نزدیک بھی حاضر وناظر سے جسمانی وجود مراد نہیں بلکہ اللہ کا علیم وخبیر ہونا مراد ہے اور حاضر وناظر کی تعبیر قرآنی آیات:

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ [الحدید: ۴] اور نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْه مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ [ق: 16] وغیرہ سے ماخوذ ہے۔قال اللهُ تعالیٰ: لَا يَعْزُبُ عَنْه مِثْقَالُ ذَرَّة فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَلَا اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْبَرُ اِلاَّ فِی كِتَابٍ مُبِيْن [السباء: ۳] اِنَّ الله لا يَخْفٰى عَلَيهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاء [آل عمران: 5] وَمَا يَخْفٰى عَلَى الله مِنْ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاء [إبراهيم: 38] وَاَنَّ اللهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيءٍ عِلْمًا [الطلاق:12] وإنما المراد إحاطة عظمة وسعة وعلم وقدرة (شرح العقيدة الطحاوية 281 قديم)ولا يتمكّن في مكان؛ لأن التمكن عبارة عن نفوذ بعض في آخر متوهم أو متحقق يسمونه المكان والعبد عبارة عن امتداد قائم بالجسم أو بنفسه عند القائلين بوجود الخلاء واللهُ تعالیٰ منزه عن الامتداد والمقدار لاستلزامه التجزي...الخ- ومحمل الكلام وزبدة المرام أن الواجب لا يشبه الممكن، ولا الممكن يشبه الواجب فليس بمحدود ولا معدود ولا متصور ولا متبعض ولا متحيز ولا متركب ولا متناه ولا يوصف بالمائية والماهية ولا بالكيفية من اللون والطعم والرائحة الحرارة والبرودة واليبوسة وغير ذٰلك مما هو من صفات الأجسام، ولا متمكن في مكان لا علو و لا سفل ولا غيره ما ولا

يجرى عليه الزمان كما هو يتوهمه المشبهة المجسمة والحلولية- (شرح العقائد النسفية39-40، شرح الفقه الأكبر33-34 دار الكتب العلمية، بيروت)وجه ذٰلك أن جهة العلم لما كانت أشرف أضيف إليها ...والمقصود علو الذات والصفات وليس ذٰلك باعتبار أنه محله أو جهته، تعالىٰ الله عن ذٰلك علوا كبيراً- (عمدة القاري25/ 115) فقط والله تعالىٰ أعلم أملاه: أحقر محمد سلمان منصور پوری غفرله 7/ 11/ 1434 (الجواب صحيح): شبير أحمد عفا الله عنه-[1]

اس کتاب پر مندرجہ ذیل علماء دیوبند کی تقریظات ثابت ہیں۔

71. مولانا سید ارشد مدنی، جگر گوشہ شیخ الاسلام حسین احمد مدنی

72. مولانا قاری سید عثمان منصور پوری

73. مولانا ابو القاسم نعمانی مہتمم دار العلوم دیوبند

74. مولانا نعمت اللہ اعظمی

75. مولانا ریاست علی بجنوری

76. مفتی حبیب الرحمان خیر آبادی

77. مولانا نور عالم خلیل امینی

78. مفتی شبیر احمد قاسمی

79. مفتی محمد فاروق صاحب

80. مولانا اشہد رشیدی صاحب

اس میں اکثر مقرظین دار العلوم دیوبند کے اساتذہ اور عہدہ دار ہیں۔

علامہ مفتی سعید احمد پالن پوری کے اقوال

81. اللہ تعالیٰ لازمان ولامکان ہیں: لايتمكن في مكان ولايجري عليه زمان (العقائد النسفية) زمان ومکان مخلوق ہیں۔ اور خالق مخلوق میں نہیں ہوتا۔ ورنہ احتیاج لازم آئے گی، اور سوال ہوگا

[1] کتاب النوازل، مفتی سلمان منصور پوری 253 مکتبہ نعمانیہ دیوبند

کہ اللہ تعالیٰ اس مخلوق کے وجود سے پہلے کہاں تھے؟ یہاں سوال عرش کے تعلق سے ہوگا۔ اس لیے مفسرین کرام نے قرب سے علم و قدرت کی نزدیکی مراد لی ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتے ہیں وہ شہ رگ سے بھی قریب ہیں اور جو چاہے کرسکتے ہیں کوئی ان کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں۔ اور بعض حضرات نے جو حاضر و ناظر کہا ہے وہ مجازی تعبیر ہے۔[1]

82. سورۃ ق کی آیت نمبر 16 کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

> اللہ کا انسان کے شہ رگ سے بھی قریب ہونا علم کے اعتبار سے ہے، مکانیت کے اعتبار سے نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ زمان و مکان سے منزہ ہے۔ زمان و مکان مخلوق ہیں۔ اور خالق مخلوق میں نہیں ہوتا۔[2]

کیا اللہ تعالیٰ حاضر ناظر ہیں؟

83. اللہ تعالیٰ لازمانی ولامکانی ہیں، شرح العقائد کے متن العقائد النسفية میں ہے: لا يتمكن في مكان ولا يجري عليه زمان اللہ تعالیٰ نہ کسی جگہ میں قرار پکڑے ہوئے ہیں، نہ ان پر زمانہ گذرتا ہے، زمان و مکان مخلوق (پیدا کئے ہوئے) ہیں، اور خالق مخلوق میں نہیں ہوسکتا، کیونکہ مکین: مکان کا محتاج ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ احتیاج سے پاک ہے۔ احتیاج مقام الوہیت کے منافی ہے۔ علاوہ ازیں سوال ہوگا کہ زمان و مکان کی تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ کہاں تھے؟ اس لیے اللہ تعالیٰ کے بارے میں این (کہاں) اور کیف (کیسے) کے ذریعے سوال باطل ہے۔ اور نصوص میں جو آیا ہے ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ وہ تمہارے ساتھ ہے خواہ تم کہیں ہو [الحدید: 4] اور سورۃ [ق: آیت: 16] میں ہے ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾ اور ہم انسان کے اس کی گردن کی رگ (شہہ رگ) سے زیادہ قریب (واقف) ہیں۔ اس قسم کی نصوص کی تاویل مفسرین کرام نے علم سے کی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ بندوں کے احوال سے واقف ہیں۔ جلالین کے حاشیہ جمل میں کرخی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے:

(قوله أقرب إليه بالعلم) أشار به إلى أن المراد بالقرب العلم به وبأحواله،

---

[1] تفسیر ہدایت القرآن 1:220، ط: مکتبہ غزنوی کراچی۔

[2] تفسیر ہدایت القرآن 7:37، ط: مکتبہ غزنوی کراچی۔

لایخفی علیه من خفیاته ، فکأن ذاته قریبة منه،کما یقال: الله في کل مکان أي بعلمه فإنه سبحانه وتعالی منزه عن الأمکنة ،وحاصله :أنه تجوّز بقرب الذات عن قرب العلم (جمل 4:192)

ترجمہ: صاحب جلالین کا قول: اللہ تعالیٰ انسان سے علم کے ذریعہ زیادہ قریب ہیں: اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ نزدیک ہونے سے مراد انسان کو اور اس کے احوال کو جاننا ہے، اللہ تعالیٰ پر انسان کی ادنی بات بھی مخفی نہیں، پس گویا اللہ تعالیٰ کی ذات انسان سے نزدیک ہے، جیسے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہیں یعنی علم سے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جگہوں سے پاک ہیں، اور حاصل یہ ہے کہ کہ ذات کی نزدیکی سے مجازاً علم کی نزدیکی مراد ہے (ترجمہ پورا ہوا)

پس مجازی معنی میں تو اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر کہنا درست ہے، کیونکہ وہ مخلوقات کے احوال سے واقف ہیں، حقیقی معنی میں درست نہیں، مگر عام لوگ حقیقی معنی مراد لیتے ہیں، پس اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بیت الخلاء میں بھی ہیں؟ یہ اعتراض حقیقی معنی مراد لینے کی صورت میں ہوگا مجازی معنی مراد لینے کی صورت میں کچھ اعتراض نہیں ہوگا۔[1]

84. مسئلہ معیت کے متعلق جو آیت کریمہ معیت ذاتی کے قائلین کی سب سے بڑی دلیل ہے وہ سورۃ حدید کی آیت ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ ہے اس کی تفسیر میں حضرت پالن پوری لکھتے ہیں: اور وہ تمہارے ساتھ ہیں جہاں کہیں تم ہو۔ یہ ساتھ ہونا علم وقدرت کے اعتبار سے ہے۔[2]

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

85. شیخ الاسلام ''تکملة فتح الملهم'' میں اس حدیث ''وأنا معه حین یذکرُنی'' کی تشریح میں لکھتے ہیں:

قال النووي : أي معه بالرحمة والتوفیق والهدایة والرعایة . وأما قوله تعالی :﴿وهو معکم أین ماکنتم ﴾ فمعناه : بالعلم والإحاطة. وقال عیاض : أي

[1] تفسیر ہدایت القرآن 7:463، ط: مکتبہ غزنوی کراچی۔
[2] تفسیر ہدایت القرآن 8:170، ط: مکتبہ غزنوی کراچی۔

بالمشاهدة والحفظ له، أو أنا الذي وفقته لذكري وقال الحافظ في الفتح : قوله وأنا معه إذا ذكرني أي بعلمي وهو كقوله: ﴿إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسمَعُ وَأرى﴾ والمعية المذكورة أخص من المعية التي في قوله تعالى : ﴿ مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَى مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا﴾ [1]

حاصلِ عبارت

اس حدیث وأنا معه حين يذكرُنی میں شارحین حدیث علامہ نووی، علامہ قاضی عیاض، اور علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہم سب نے معیت سے مراد معیت بالعلم والقدرۃ وغیرہ مراد لی ہیں، اور شیخ الاسلام نے بھی ان حضرات کے اتباع میں ان ہی کا قول نقل کیا ہے۔ نیز شیخ الاسلام نے معیت کے باب میں مختلف اقوال نقل کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ معیت میں یہ تاویل ہی متعیّن ہے۔ اور بقول بعض حضرات تاویل کلاً تاویل ہے، اور یا بقول بعض حضرات معیت میں تاویل واجب ہے۔

سلطان المناظرین علامہ ڈاکٹر خالد محمود

86. علامہ صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کو اپنے سے دور نہ سمجھو! آپ اسے دیکھ رہے یا وہ آپ کو دیکھ رہا ہے، دونوں صورتوں میں اس کا قرب بے کیف ہے، نہ اس کو قرب ذاتی کہہ سکتے ہیں، نہ مکانی۔ [2]

87. ایک مقام پر کہتے ہیں:

سوال: اکابر علمائے اہل السنۃ والجماعۃ میں سے کسی نے اللہ رب العزت کے لیے حاضر وناظر کا لفظ استعمال کیا ہے؟

جواب: ہاں؛ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے اس باب میں کہ انسان خدا سے ڈرتا ہے، اس

---

[1] تكملة فتح الملهم 5: 271، 270.

[2] آثار الاحسان، 1: 162 ط: محمود پبلیکشنز لاہور۔

سے شرم کرے اور گناہوں پر جری نہ ہو۔

لکھتے ہیں:

"حق تعالیٰ بر احوال جزوی وکلی او مطلع است از حاضر وناظر شرم باید کرد۔"

اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ موجود ہونے کی حقیقت اور کنہ کو ہم پا نہیں سکتے۔ اتنا جانتے ہیں کہ وہ اپنے علم محیط سے ہر چیز کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہے، کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔[1]

مفتی اعظم افریقہ مفتی رضاء الحق

88. ناظم رحمۃ اللہ علیہ اور جن دیگر حضرات نے اللہ تعالیٰ کا قرب مراد لیا ہے، وہ بھی حسّی قرب کے قائل نہیں؛ بلکہ معنوی قرب مراد لیا ہے۔[2]

89. حضرت مفتی صاحب شرح بدر اللیالی میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ ہونے کا مطلب

آج کل کے سلفی حضرات کہتے ہیں کہ تمہارا مذہب بھی معتزلہ وجہمیہ جیسا ہے وہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ ہر جگہ ہے۔ اور تم بھی کہتے ہو کہ اللہ ہر جگہ ہے۔

علامہ زاہد کوثری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر مکان میں متمکّن ہے، تو اس سے جسمیت کا قول لازم آتا ہے، جو مجسمہ کا باطل عقیدہ ہے۔ ہاں اگر یہ مراد لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے، لیکن متمکّن نہیں اور قرب کے اعتبار سے برابر ہے جیسا کہ خود ارشاد باری ہے: ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيد﴾ تو اس معنی میں کوئی حرج نہیں ہے۔

قال العلامة الكوثري: أما قول من يقول: إنه تعالى في كل مكان بالنظر إلى نقل المصنف فظاهره قول بالتجسيم على حد قول من يقول إنه في مكان

---

[1] مطالعہ بریلویت ج5 ص265 ط: محمود پبلیکشنز لاہور۔

[2] الدرة الفردة شرح قصيدة البردة 2:435 ط: زمزم كراچی.

دون مكان إلا إذا أراد تنزيهه تعالى عن الحلول في المكان والزمان . [1]

فائدہ: علامہ کوثری نے اگرچہ یہ کہا ہے کہ کوئی حرج نہیں مگر تعبیر کو تب بھی غلط کہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے عرش پر ہونے کا مطلب

90. معتزلہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ ذات کے اعتبار سے ہر مکان میں ہے، جب کہ ہم اللہ کی ذات کو متمکّن، جالس اور مستقر فی مکان ہرگز نہیں مانتے۔ ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نسبت مکان اور مکین کے ساتھ باعتبار علم وقدرت کے ہے۔ اور یہی مطلب ہے آیت کریمہ ﴿ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ ﴾[البقرة: 115]اور ﴿ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ﴾[الحديد: 4] اور﴿ مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ ﴾[المجادلة:7]اور﴿وَهُوَ اللهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ﴾[الأنعام:3]اور حدیث ''لَوْ أَنَّكُمْ دَلَّيْتُمْ بِحَبْلٍ إِلَى الأَرْضِ السُّفْلَى لَهَبَطَ عَلَى اللهِ'' کا اور اس جیسی دیگر آیات اور احادیث کا۔[2]

ایک جگہ لکھتے ہیں:

91. قرآن وحدیث میں اللہ تعالیٰ کی بندوں کے ساتھ معیت کا ذکر ہے﴿ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ﴾.... مقاتل ﴿ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ﴾ نے کی تاویل بقدرته وسلطانه وعلمه سے کی ہے۔ سلفی حضرات جو تاویل کو حرام اور تحریف کہتے ہیں وہ بھی ان آیات واحادیث کی تاویل علم وقدرت اور سمع وبصر وغیرہ سے کرتے ہیں۔[3]

ایک مقام پر کہتے ہیں:

92. ﴿ونحن أقرب إليه من حبل الوريد﴾ اگر تاویل نہ کریں تو کما يليق بشانه کہنا کافی ہے، اور اگر تاویل کریں تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ علم کے اعتبار سے قریب ہیں۔[1]

93. نمبر 88 کے تحت جو حوالہ ذکر کیا گیا ہے، یہی عبارت العصيدة الصماوية ص 581 پر بھی

---

[1] حاشية الكوثري على كتاب ابن قتيبه الاختلاف في اللفظ والرد على الجهمية والمشبهة33 ط: دار الكتب العلمية.

[2] بدرالليالى شرح بدء الأمالي: 1، 159 ط: مجلس البحوث والإفتاء هند.

[3] العصيدة الصماوية ج1 ص512.

[1] العصيدة الصماوية ج1 ص512.

موجود ہے۔

94. بعض حضرات کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر جگہ اس کی تجلی علم، قرب اور تصرف ہے۔[1]

95. سلفی حضرات کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے، تو کیا بیت الخلاء میں بھی ہے؟

جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ تصرف، علم اور رحمت کے اعتبار سے موجود ہیں، اللہ تعالیٰ کا تصرف اور قدرت ہر جگہ موجود ہے، اور یہ کوئی نہیں کہتا کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ بیت الخلاء میں بیٹھے ہیں، یہ مجسمہ اور معتزلہ کا مذہب ہے، اہل سنت کا نہیں۔[2]

96. معیت الٰہیہ کے بارے میں جمہور علماء اہل سنت کا موقف معیت علمی کا ہے جبکہ بعض اہل حق صوفیائے کرام معیت ذاتی کے قائل ہیں، اور ہر جگہ موجود ہونے کے ساتھ بلا کیف ومجہول الکنہ کی قید لگاتے ہیں۔ پہلا قول اسلم واحکم ہے، اور دوسرا قول بھی غلط نہیں۔[3]

مولانا محمد نعیم دیوبندی

97. مولانا محمد نعیم دیوبندی (استاد تفسیر دارالعلوم دیوبند) جلالین کی شرح کمالین میں ﴿وإذا سألك عبادي عني فإني قريب﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> قرب سے مراد جسمانی یا مکانی قرب نہیں کہ وہ محال ہے بلکہ علمی اور حفاظتی قرب مراد ہے، اور صوفیہ قرب ذاتی بلا کیف کے قائل ہیں۔[4]

98. ایک جگہ لکھتے ہیں:

> معیت کی دو صورتیں ہیں، ایک معیت عامہ یعنی علمی اور قدرتی معیت، اور دوسری معیت خاصہ یعنی عون ونصرت کی ہے۔[1]

---

[1] العصيدة الصماوية ج1 ص583.

[2] العصيدة الصماوية ج1 ص584.

[3] العصيدة الصماوية ج1 ص594.

[4] كمالين شرح جلالين ج1 ص212 ط، دار الإشاعت.

[1] كمالين شرح جلالين ج1 ص181 ط، دار الإشاعت.

علامہ نور محمد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

99. حضرت کہتے ہیں:

إِنَّ الله لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ [آل عمران:5]

فائدہ

اس آیت پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کائنات کی کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے بلکہ وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے، لہذا ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفت علم سے ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔

100. وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُو مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ (یونس:61)

فائدہ: اس آیت پاک سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفت علم کے ساتھ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔

101. أَلَمْ تَرَ أَنَّ الله يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَى مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا [مجادلة:7]

فائدہ: یہ آیت پاک اللہ تعالیٰ کی صفت علم کے ساتھ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی واضح دلیل ہے۔[1]

تنبیہ

حضرت تونسوی کی عبارت سے معلوم ہوا کہ حاضر و ناظر ایک مجازی تعبیر ہے۔

102. اس کتاب پر مولانا سعید احمد جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ بھی ثبت ہے۔

---

[1] حقیقی نظریات صحابہ ص50، 51 ط: مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ، سرگودھا

مفتی شبیر احمد قاسمی کا قول

103. مولانا مفتی شبیر احمد قاسمی کہتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے حاضر وناظر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بیک وقت پوری کائنات کی ہر چیز اس کی نظر اور اس کے علم میں عیاں ہے۔[1]

شیخ سجاد حجابی کا قول

104. عصر حاضر کے علمائے دیوبند کا سرخیل متکلّم اسلام شیخ سجاد الحجابي دامت برکاتہم کہتے ہیں:

اہل سنت اشاعرہ اور ماتریدیہ اور محققین صوفیاء کا یہ دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ ذات کے اعتبار سے موجود بلا مکان ہے اور باعتبار علم کے ہر جگہ موجود ہے۔[2]

مولانا اعجاز اشرفی (معاصر)

105. مولانا اعجاز اشرفی دامت برکاتہم نے بھی اپنی کتاب "صفات باری تعالیٰ اور مسلک اہل سنت والجماعت"میں بالکل یہی عبارت ڈاکٹر صاحب سے نقل کی ہے۔[3]

106. مولانا اپنے ایک مقام پر کہتے ہیں:

زبیر علی زئی غیر مقلد کی ایک عبارت نقل کرتے ہیں۔ زبیر علی زئی لکھتے ہیں: سلف صالحین کی ان عبارات وتصریحات کے بعد یہ کہنا کہ استواء علی العرش سے مراد غلبہ ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ ہر جگہ ہے۔ (مقالات ج6 ص45)

اس عبارت پر مولانا اشرفی تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

زبیر علی زئی نے اس میں ذات کی قید لگائی ہے جو بالکل غلط ہے۔ ذات کی قید تو عرش کے بارے میں

---

[1] فتاوى قاسمية ج1 ص 388.

[2]محاضرات فی العقيدة والكلام ص119.

[3]صفات باری تعالیٰ ص385۔

بھی صحیح نہیں ہے۔[1]

107. علامہ اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ سورۃ بقرۃ کی آیت کریمہ نمبر 186 میں ''قریب'' پر حاشیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قريب بالإجابة وقيل بالعلم ۔[2]

108. اور حضرت سورۃ نساء آیت کریمہ نمبر 108 میں ''معهم'' پر حاشیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

معهم أي بالعلم والرؤية والسمع هذا قول أهل السنة[3]

[1] صفات متشابہات اور غیر مقلدین کے عقائد ص 431۔

[2] تسهيل البيان ج 1 ص 256.

[3] تسهيل البيان ج 2 ص 144.

مطلب دوم

اکابرین دیوبند سے معیت کے معنی میں تفویض کے اقوال

1. حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

معنی قرب حق تعالیٰ: اور یہ جو فرمایا کہ میں قریب ہوں تو جیسے حق تعالیٰ کی ذات کی حقیقت بے چوں وچگوں ہونے کی وجہ سے ادراک نہیں کی جاسکتی، اسی طرح ان کی صفات کی حقیقت بھی معلوم نہیں ہوسکتی۔ لہذا ایسے مباحث میں زیادہ تفتیش جائز نہیں اجمالاً اتنا سمجھ لیں کہ جیسی ان کی ذات ہے ان کی شان کے مناسب ان کا قرب ہے۔[1]

یہ تفویض ہے اور تفویض اہل سنت کا مذہب ہے۔

2. حضرت التکشف میں فرماتے ہیں:

حق تعالیٰ کا قرب ومعیت اصل میں بے کیف ہے، نہ اس کو قرب ذاتی کہہ سکتے ہیں، نہ قرب مکانی، بعض متکلّمین اس کو قرب صفاتی کہتے ہیں بمعنی قرب علمی لیکن سلف کا مسلک یہی ہے کہ صفات الٰہیہ میں تعین نہیں کرتے بلکہ أبهموا ما أبهم الله پر عمل کرتے ہیں، اور بعض اکابر کے کلام میں جو اس قرب کی تعبیر بعنوان موهمة للتقيد آئی ہے مقصود تقید نہیں، بلکہ مقصود تشبیہ بغرض تفہیم ہے، یہ حدیث اس تعبیر کے جواز کی دلیل ہے۔ حيث قال: من عنق راحلته۔[2]

اس عبارت سے چند باتیں ثابت ہوتی ہیں:

1) معیت ذاتی نہیں اور جب مطلق ذاتی کی نفی ہے تو اس میں بالکیف اور بلا کیف سب کی نفی ہے، مکانی نہیں جیسا کہ جمہور اہل سنت کا مسلک ہے۔

2) جن بزرگوں نے کوئی قید لگائی بھی ہے تو وہ قید برائے قید نہیں بلکہ برائے تفہیم یعنی سمجھانے کے لیے لگائی ہے۔

3) بے کیف امور متشابہات ہوا کرتے ہیں چنانچہ معیت وقرب کا متشابہ ہونا بھی واضح ہوا۔

---

[1] بیان القرآن، دارالاشاعت

[2] حقيقة الطريقة من السنة الأنيقة ملحقه التكشف ص 521، ط: إداره تأليفات أشرفيه ملتان

وضاحت

جنہوں نے معیت علمیہ کا قول اختیار کیا ہے وہ صرف متکلّمین نہیں بلکہ اکثر سلف بھی ہیں جیسا کہ ہم نے حضرت ہی سے باب دوم میں نقل کیا ہے۔

3. بالکل یہ عبارت معمولی تبدیلی کے ساتھ مولانا اسحاق ملتانی صاحب نے بھی درس قرآن میں لکھی ہے۔[1]

4. مولانا توحید عالم قاسمی بجنوری دامت برکاتہم کہتے ہیں:

مسئلہ حاضر وناظر کے متعلق لکھتے ہیں حاظر کے معنی ہیں موجود اور ناظر کے معنی ہیں دیکھنے والا، مشاہدہ کرنے والا جب یہ دونوں لفظ ایک ساتھ بولے جاتے ہیں تو مطلب ہوتا ہے ایسی ذات جو دور و نزدیک ہر جگہ موجود ہے اور دور و نزدیک کی ہر چیز کو دیکھنے اور مشاہدہ کرنے والی ہے۔ اہل سنت والجماعت کا نظریہ اور عقیدہ زیر بحث مسئلے میں یہ ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر چیز کا شاہد ہے اور قرآن پاک اسی کا اعلان کرتا ہے: ﴿و اللہ علی کل شیء شھید﴾ اس لیے بے کیف ومثال وہ اپنی شایان شان ہر جگہ موجود اور حاضر ہے اور اللہ ہی بصیر بھی ہے۔[2]

حاضر ناظر کا معنی

اس عبارت "ایسی ذات جو دور و نزدیک ہر جگہ موجود ہے" سے مراد یہ ہے کہ باعتبار علم ہر جگہ موجود ہے۔ اور ہماری اس بات پر قرینہ یہ ہے کہ دلیل میں جو آیت کریمہ اس عبارت میں ذکر کی ہے اس کی تفسیر میں علماء اہل سنت والجماعت نے صاف طور پر لکھا ہے کہ اللہ شہید باعتبار علم ہے۔ یہ ہرگز مراد نہیں کہ اللہ کی ذات ہر جگہ ومکان میں ہیں، بلکہ وہ سبحانہ وتعالیٰ مکان سے پاک ہیں۔

باب چہارم کے آخر میں ہم نے علامہ مفتی سعید احمد پالن پوری دامت برکاتہم کے اقوال نقل کیے ہیں، حضرت نے صاف لکھا ہے کہ یہ تعبیر: اللہ حاضر ناظر ہے تعبیر مجازی ہے، حقیقی طور پر درست نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی چند عبارات ملاحظہ کرلیں:

---

[1] درس قرآن 191:1 ادارہ تالیفات اشرفیہ۔

[2] علماء دیوبند کے عقائد ونظریات ص 65، ط: جمعیت پبلشرز۔

مفسر ابن جریر طبری کی شہادت:

(والله) جل ثناؤه (على كل شيء) عملوه، وغير ذلك من أمر خلقه (شهيد) يعني: شاهد يعلمه ويحيط به، فلا يعزب عنه شيء منه. [1]

مفسر قرطبی کی شہادت

(وَاللهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ) مُطَّلِعٌ وَنَاظِرٌ لَا يَخْفَى عليه شيء. [2]

مفسر ابن عادل الحنبلی کی شہادت

أي شاهد مطلع وناظر لا يخفى عليه شيء. [3]

5. مولانا عبد القیوم مہاجر مدنیؒ کہتے ہیں:

حق یہ ہے کہ اللہ سبحانہ کو ممکنات سے قرب واقعی ہے کہ اس کا قرب ادراک عقل سے ممکن نہیں بلکہ اس کا ادراک یا تو وحی سے ہوتا ہے اور یا فراستہ صحیحہ سے اور وہ قرب مکانی کی جنس سے نہیں، نہ اس کو کسی مثال سے بیان کر سکتے ہے۔ اس لیے کہ جب اللہ بے مثل اور بے نظیر ہے تو ان کا قرب بھی ایسا ہی ہے۔ [4]

6. حضرت هو معکم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ کی معیت بے کیف ہے، جسمانی نہیں، مکانی نہیں، زمانی نہیں۔ [5]

7. امام اہل سنت علامہ سرفراز خان صفدر کہتے ہیں:

دونوں عقیدے ضروری ہیں، عرش پر بھی قائم ہے جو اس کی شان کے لائق ہے اور ہمارے ساتھ

---

[1] جامع البيان في تأويل القرآن: 23:236 ط: مؤسسة الرسالة.

[2] جامع البيان في تأويل القرآن: 23:236 ط: مؤسسة الرسالة.

[3] اللباب في علوم الكتاب: 18:532 ط: دار الكتب العلمية - بيروت / لبنان.

[4] گلدستہ تفاسیر ص 313، ادارہ تالیفات اشرفیہ۔

[5] نفس مصدر ج 7 ص 45.

بھی ہے علم کے لحاظ سے قدرت کے لحاظ سے اور اپنی ذات کے اعتبار سے جیسے اس کی شان کے لائق ہے۔[1]

8. ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

اہل سنت کا نظریہ ہے کہ قرآن کریم اور احادیث میں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ، پاؤں اور آسمان دنیا پر نزول فرمانے وغیرہ جیسی صفات کے ظاہر کو ماننا چاہیے اور کیفیت اللہ تعالیٰ کے سپرد کردینی چاہیے، اس طرح اللہ تعالیٰ کی معیت کہ اللہ ہر ایک کے ساتھ ہے، اس کے ظاہر پر ایمان رکھنا چاہیے اور معیت کی کیفیت پر غور وخوض نہیں کرنا چاہیے اور یہ نظریہ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے ساتھ ہے کما یلیق بشانہ۔[2]

ظاہر پر ایمان رکھنے کا معنی

حضرت شیخ کی عبارت میں ظاہر پر ایمان رکھنے کا ذکر ہے، اس لیے ضروری ہے کہ اس لفظ کے متعلق معمولی وضاحت ہو جائے۔

جان لو کہ ظاہر پر ایمان رکھنے کے دو معانی ہے:

1) ظاہر اللفظ پر ایمان رکھنا۔

2) ظاہری معنی پر ایمان رکھنا (جو موجب تجسیم ہے۔)

تو اہل سنت والجماعت کی بعض مُسلَّم شخصیات کے کلام میں جو ظاہر پر ایمان رکھنے کا ذکر ہے، اس سے مراد ظاہر اللفظ اور تفویض المعنیٰ ہے۔

مندرجہ ذیل عبارت سے ہماری اس بات کی تائید ملتی ہے۔

علامہ خطابی کی عبارت

قَالَ الْخطابِيّ هَذَا الحَدِيث مِمَّا تهيب القَوْل فِيهِ شُيُوخنَا فأجروه على ظَاهر

---

[1] ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن ج19 ص500، ط: لقان اللہ میر برادران گوجرانوالہ۔

[2] ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن ج20 ص35، ط: لقان اللہ میر برادران گوجرانوالہ۔

لَفظه وَلم يكشفوا عَن بَاطِنِ مَعْنَاهُ على نَحْو مَذْهَبهم فِي التَّوْقِيف عِنْد تَفْسِير كل مَا لَا يُحِيط الْعلم بكنهه من هَذَا الْبَاب[1]

اس جیسی بہت سی عبارات محقق عالم دین شیخ سیف بن علی العصری نے اپنی مایہ ناز کتاب ''القول التمام بإثبات التفويض مذهبا للسلف الكرام ''ص 90 سے 95 تک ذکر کی ہیں۔ تفصیل کے لیے اس کی طرف مراجعت کریں۔

کمایلیق بشانہ کامعنی

اہل سنت والجماعت اس عبارت کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ صفات متشابہات اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں، لیکن ان کے معانی کوئی نہیں جانتا، اور ساتھ ساتھ مخلوق کی مشابہت سے تنزیہ بھی کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ان سے ایسے معانی مراد ہیں جو اللہ کی شان کے لائق ہیں۔ اس کے برعکس غیر مقلدین کہتے ہیں کہ صفات متشابہات ظاہری حقیقی معنی میں ہیں، لیکن (خارج میں) ان کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں۔ اور یہ کیفیت اللہ تعالیٰ جانتا ہے كما يليق بشانه یعنی اہل سنت اس عبارت کو معنی کی طرف لوٹاتے ہیں، اور غیر مقلدین کیفیت کی طرف۔

9. ایک اور مقام پر حضرت لکھتے ہیں:

> اسی طرح وہ ہر ایک کے ساتھ ہے مگر جس طرح اس کی شان کے شایان ہے،(وھو معکم أین ما تکونوا) خدا کی معیت کا انکار کرنا سراسر بے دینی اور قرآن کریم کی قطعی بغاوت ہے اور اہل سنت والجماعت کے مسلمہ و متفقہ عقیدہ کی صریح خلاف ورزی ہے۔[2]

عبارت پر تبصرہ

اس عبارت میں حضرت نے معیت کے انکار کو سراسر بے دینی اور قرآن کی قطعی بغاوت فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ بے دینی اور بغاوت مطلق معیت کا انکار کرنے سے لازم آتی ہے ورنہ اگر معیت ذاتی کے منکرین کو

---

[1] أقاويل الثقات، مرعي بن يوسف الكرمى المقدسي الحنبلى 174 ط: مؤسسة الرسالة – بيروت
[2] تبرید النواظر المعروف آنکوں کی ٹھنڈک 18: ط مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ۔

بے دین اور باغی قرآن کہا جائے تو شاید اسلاف اُمت میں سے کوئی بھی دین دار نہ رہے گا، کیونکہ معیت ذاتی کے محال ہونے پر اجماع ہے۔ پس حضرت کی مراد معیت ذاتی سے بلا کیف تفویض المعنیٰ ہے۔

حضرت کی اپنی عبارت سے تائید

حضرت شیخ سرفراز خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود بھی حاضر وناظر کو مجازی مفہوم قرار دیتے ہیں۔
بریلوی مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں:

ہر جگہ حاضر وناظر ہونا خدا کی صفت ہر گز نہیں.... خدا کو ہر جگہ میں ماننا بے دینی ہے، ہر جگہ میں ہونا تو رسول خدا ہی کی شان ہو سکتی ہے، (جاء الحق ص169، 168)

اس عبارت کے حضرت شیخ نے مختلف جوابات دئے ہیں۔ جواب دوم کے تحت لکھتے ہیں:

اسی طرح آپ یہاں بھی سمجھ لیجئے کہ ان ننانوے ناموں میں سے کسی کا ترجمہ شاید حاضر وناظر ہو۔ کیا یہ احتمال ہے ہی نہیں، بلکہ آپ ذرا بین السطور مشکوۃ شریف ج 1 ص 199 اصح المطابع نکال کر دیکھیں کہ الشھید کا معنی لکھا ہے الحاضر اور مشہور لغت اور ڈکشنری صراح ص134 میں لکھا ہے شہید، حاضر وگواہ۔ اسی طرح بصیر کا معنی یہ کیا ہے کہ بینا، دیکھنے والا یعنی ناظر۔ دیکھو صراح ص160۔ اب فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ شھید اور بصیر بھی ہے یا نہیں؟ اور کیا شہید کا معنی حاضر اور بصیر کا معنی بینا یعنی ناظر درست ہے یا نہیں؟[1]

حضرت ایک مقام پر لکھتے ہیں:

ان کے (بریلویوں کے) شرکیہ عقائد تو بہت ہیں مگر منجملہ ان شرکیہ عقائد کے ایک مسئلہ حاضر وناظر بھی ہے۔ فریق مخالف کا یہ دعویٰ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھتا ہے اور ہر چیز اس کے قریب ہے، اسی طرح حضرات انبیاء اور اولیاء کرام علیہم السلام ہر وقت اور ہر جگہ حاضر وناظر ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت ذاتی اور قدیم ہے اور مخلوق کی یہ صفت عطائی اور حادث ہے، تو جس طرح اللہ ہر چیز کو دیکھتا ہے، کوئی چیز اس سے دور اور مخفی نہیں، اسی طرح بزرگان دین سے بھی خداداد قوت کے ماتحت کوئی چیز ڈھکی چھپی نہیں۔[1]

---

[1] تبرید النواظر المعروف آنکوں کی ٹھنڈک 16: ط مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ۔

[1] تبرید النواظر المعروف آنکوں کی ٹھنڈک 12، 11: ط مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ۔

فائدہ

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی حاضر وناظر کو ایک مجازی تعبیر قرار دیتے ہیں۔

خلاصہ کلام

جمہور اہل سنت کی طرح علمائے دیوبند سے بھی مسئلہ معیت میں معیت بالعلم والقدرۃ کا قول ہی منقول ہے، البتہ بعض اشد احتیاط رکھنے والے اسلاف اُمت کی طرح علمائے دیوبند کے احتیاط رکھنے والے حضرات سے بھی بجائے تاویل کے تفویض کلی کا قول ملتا ہے۔ فللہ الحمد

باب پنجم

اس باب میں تین مطالب ہیں۔

- مطلب اوّل: اس میں بعض نصوص سے اس قول پر ردّ کریں گے کہ اللہ ہر جگہ ہے۔
- مطلب دوم: اس میں علمائے اہل سنت مفسرین، محدثین، اشاعرہ اور وماتریدیہ کے اقوال سے اس قول کے بطلان پر مدلل ردّ کریں گے۔
- مطلب سوم: اس میں اس قول کے نقصانات بیان کریں گے۔

مطلب اوّل: آیات قرآنیہ سے معیت ذاتیہ پر ردّ

اس مطلب میں ہم بعض قرآنی آیات اور احادیث سے یہ قول کہ (اللہ ہر جگہ ہے ذات کے اعتبار سے) کو باطل ثابت کریں گے۔

توضیح

یہ استدلالات ہم الزامی طور پر لکھتے ہیں، نہ کہ تحقیقی طور پر۔

آیت نمبر 1

﴿هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللهُ فِي ظُلَلٍ مِنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَإِلَى اللهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ﴾[البقرة:210]

ترجمہ: کیا وہ اسی کی راہ دیکھتے ہیں کہ آوے ان پر اللہ ابر کے سائبانوں میں اور فرشتے اور طے ہوجاوے قصہ اور اللہ ہی کی طرف لوٹیں گے سب کام۔(از معارف القرآن مفتی شفیعؒ)

استدلال

اگر کوئی صاحب ان تمام نصوص (جن میں اللہ کی معیت وقرب کا ذکر ہے) کو ظاہر پر محمول کرکے، معیت ذاتی یعنی "اللہ ہر جگہ ہے" کا قائل ہے تو ہم اس صاحب سے کہتے ہیں کہ بتاؤ، اگر آپ کے بقول اللہ ذات کے اعتبار سے ہر جگہ ہے تو پھر اس آیت میں اتیان باری تعالیٰ کا ذکر ہے، تو کیا اتیان باری تعالیٰ بھی باعتبار ذات ہو گا یا نہیں، اگر جواب یہ ہو کہ اتیان بھی ذات کا ہے تو ہم عرض کرتے ہیں کہ اتیان تب ہو گا، جب اللہ کی ذات وہاں نہ ہو، اگر پہلے سے موجود ہو تو پھر اتیان بلا معنیٰ ہے۔

اور اگر جواب یہ ہو کہ اتیان سے معنیٰ تاویلی مراد ہے تو ہم کہتے ہیں معیت کے معنیٰ میں تاویل علمی پر اجماع ہے، تو پھر اجماع کیوں نہیں مانتے؟

نیز تمام امور کا رجوع اللہ ہی کی طرف اس وقت ممکن ہے کہ سب اللہ کے ساتھ نہ ہوں، اگر ہوں تو رجوع کا کیا معنیٰ؟

لہذا اس آیت سے الزامی طور پر ظاہر پرستوں کے اس قول پر صریح رد ہے "کہ اللہ ہر جگہ ہے ذات کے اعتبار سے۔"

آیت نمبر (2)

﴿ إِنَّ رَحْمَةَ اللهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴾ (الأعراف :56)

استدلال

اس آیت کریمہ میں اللہ کی رحمت کو محسنین کے قریب بتایا گیا ہے جس سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ غیر محسنین کے قریب نہیں اور رحمت اللہ کی صفت ہے جہاں صفت وہاں ذات، لہذا ذات سبحانہ بھی غیر محسنین کے قریب نہیں، پس ثابت ہوا کہ ھو معکم وغیرہ نصوص سے یہ استدلال کرنا ہی غلط ہے کہ اللہ کی ذات ہر جگہ ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ بعض نصوص میں تاویل ضروری ہے۔

آیت نمبر (3)

﴿وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفَى إِلَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَئِكَ لَهُمْ جَزَاءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوا وَهُمْ فِي الْغُرُفَاتِ آمِنُونَ﴾ (سباء 37)

ترجمہ: اور تمہارے اموال واولاد ایسی چیز نہیں جو تم کو ہمارا مقرب بنادے۔ ہاں مگر جو ایمان لاوے اور اچھے کام کرے (یہ دونوں چیزیں البتہ سبب قرب ہیں) سو ایسے لوگوں کے لیے ان کے نیک عمل کا دوگنا صلہ ہے اور وہ بہشت کے بالاخانوں میں چین سے ہوں گے۔ (از تھانویؒ)

استدلال

اس آیت کریمہ میں صاف قرب ذاتی پر ردّ ہے یعنی یہ کہنا کہ اللہ ہر جگہ ہے کیونکہ اگر قرب ذاتی ہوتا تو قرب کے اسباب کی کیا حاجت تھی، اس لیے حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں کہ اس قرب سے مراد قرب رضا ہے۔

آیت نمبر(4)

﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ﴾[فاطر: 10]

استدلال

اگر اللہ ہر جگہ ہوتا تو کلمہ طیبہ کے صعود کی حاجت نہ ہوتی، لہذا ثابت ہوا کہ یہ تعبیر درست نہیں۔

آیت نمبر 5

﴿وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا﴾ [فجر: 22]

استدلال

اگر معیت ذاتی ہوتی تو مجیئت کی حاجت نہ ہوتی۔

وضاحت

ہم نہ توان آیات میں ظاہر مراد لیتے ہیں اور نہ معیت وقرب کی آیات میں ظاہر مراد لیتے ہیں لیکن یہ ہم اس لیے لائے تاکہ ظاہر پرست حضرات سوچیں کہ ہر جگہ ظاہر مراد لیناعقل مندی نہیں بلکہ حماقت ہے۔ اب بطور نمونہ چند احادیث ذکر کرتے ہیں جن سے معیت ذاتی یعنی اللہ ہر جگہ ہے پر ردّ ہورہا ہے۔

حدیث نمبر(۱)

كان الله ولم يكن شيء غيره [1]

استدلال

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ذات باری موجود تھی اور کوئی اور چیز موجود نہیں تھی اور یہ مسلم ہے

---

[1] بخاری، کتاب بدء الخلق ح 3191

کہ ذات باری میں تغیر نہیں آسکتا بلکہ وهو الآن كما كان لہذا معیت ذاتی نہیں ہو سکتی، کیونکہ یہ تغیر کو مستلزم ہے۔

حدیث نمبر (2)

اللهم أنت الأول فليس قبلك شيء، وأنت الآخر فليس بعدك شيء، وأنت الظاهر فليس فوقك شيء، وأنت الباطن فليس دونك شيء،[1]

اس حدیث سے بھی معیت ذاتی مراد نہ ہونے پر مذکورہ بالا طریقہ سے استدلال ممکن ہے۔

حدیث نمبر (3)

وما تقرب إلي عبدي بشيء أحب إلي مما افترضت عليه، وما يزال عبدي يتقرب إلي بالنوافل حتى أحبه، فإذا أحببته: كنت سمعه الذي يسمع به، وبصره الذي يبصر به، ويده التي يبطش بها، ورجله التي يمشي بها،[2]

ترجمہ: اور میرا بندہ کسی ایسے ذریعہ سے قرب حاصل نہیں کرتا جو میرے نزدیک ادائے فرائض سے زیادہ محبوب ہو۔ اور میرا بندہ ہمیشہ مجھ سے بذریعہ نوافل قرب حاصل کرتا ہے، یہاں تک کہ میں اس کو محبوب بنالیتا ہوں۔ الخ

استدلال

اس حدیث سے بالکل صراحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ قرب ذاتی نہیں کیونکہ اگر قرب ذاتی ہوتا تو ادائے فرائض اور نوافل سے قرب حاصل کرنے کی کیا ضرورت رہ جاتی۔

اس جیسی بہت سی نصوص موجود ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ظاہر پرست حضرات جو ظاہر پرستی میں مبتلا ہیں صریح غلطی پر ہیں۔

---

[1] مسلم، باب ما يقول عند النوم، ح 61.

[2] بخاری، باب التواضع ح 6502.

حدیث نمبر (4)

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم يرويه عن ربه تعالى قال: من تقرب إلي شبرا تقربت منه ذراعا ومن تقرب إلي ذراعا تقربت منه باعا ومن أتاني يمشي أتيته هرولة[1]

ترجمہ: جو شخص میری طرف ایک بالشت چل کر آتا ہے میں اس کی طرف ایک ہاتھ جاتا ہوں اور جو میری طرف ایک ہاتھ چل کر آتا ہے میں اس کی طرف کھلے ہوئے دو ہاتھ آتا ہوں۔ اور جو میری طرف چل کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

استدلال

اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا کہ قرب ذاتی یا معیت ذاتی مراد نہیں، کیونکہ اگر قرب ذاتی مراد لیا جائے تو پھر اس حدیث میں بندہ کو اللہ کے تقرب کی حاجت نہیں رہتی اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ اس حدیث میں قرب مجازی لیا جائے اور اس کے علاوہ قرب حقیقی کیونکہ یہ تو نصوص قرآنیہ کو اپنی مرضی کے مطابق کرنے کے مترادف ہے۔ یا تو ہر جگہ ظاہر مراد لیا جائے جیسا کہ مجسمہ اور اہل باطل کا شیوہ ہے یا ہر جگہ قرب سے معنی مجازی لیا جائے جیسا کہ جمہور اہل سنت کا مسلک ہے۔

حدیث نمبر (5)

عن أبي هريرة رضي الله عنه: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ينزل ربنا تبارك وتعالى كل ليلة إلى السماء الدنيا حين يبقى ثلث الليل الآخر يقول: من يدعوني، فأستجيب له من يسألني فأعطيه، من يستغفرني فأغفر له[2]

استدلال

اگر ظاہر پرست حضرات معیت ذاتی کے قائل ہیں تو ہم پوچھتے ہیں کہ اگر اللہ ذاتاً ہر جگہ موجود ہیں

---

[1] حلية الأولياء ج7ص268مسند أحمد ج16ص530.

[2] بخاری ،باب الدعاء ، رقم 1145.

بقول آپ تو بتاؤ کہ پھر نزول کی کیا ضرورت ؟ جب وہاں ذاتاً موجود ہے تو نزول کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اور اگر نزول ذاتی مراد نہ ہو تو دلیل سے ثابت کرو کہ معیت ذاتی ہے اور نزول تاویلی، یہ کیا انصاف ہے کہ جب اپنے نظریہ کے اثبات کا موقع ہو تو قواعد لغت کو پامال کر کے بھی اپنا نظریہ ثابت کرنے پر زور دیا جائے اور جب اس باطل نظریہ پر ہم ضرب لگانے کے لیے کوئی دلیل پیش کریں، تو بلا تکلف تاویل کی آڑ میں پناہ لی جائے، یہ تو نام نہاد سلفیوں کی طرح اٹکلی باتیں ہیں اہل سنت کا طریقہ نہیں۔

فائدہ : استوی اور نزول جیسی بہت سی آیات میں ہمارے بعض مخلص ساتھی خود بھی معنی حقیقی نہیں مانتے جبکہ مسئلہ معیت میں آکر اپنے ہی مقرر کردہ اصول وقواعد کی بذات خود پابندی نہیں کرتے، بلکہ ان کو پس پشت ڈال کر خود ان کی دھجیاں اُڑاتے ہیں۔

نوٹ : ہم اس جیسی ہم بہت سی آیات اور احادیث پیش کر سکتے ہیں لیکن کسی عاقل حق پرست کے لیے یہ بھی کافی ہیں اور جو اپنی خواہشادت نفسانیہ کا غلام اور تابعدار ہو، اس کو اگر ہزار دلائل بھی پیش کیے جائیں وہ اپنے باطل مسلک کو چھوڑنے پر راضی نہیں ہوتا۔

مطلب دوم

عبارات اہل السنۃ والجماعہ سے معیت ذاتیہ پر ردّ

اس مطلب میں ہم وہ عبارات ذکر کریں گے جس میں صراحت کے ساتھ اس پر ردّ ہے کہ اللہ ذات کے اعتبار سے ہر جگہ موجود ہے۔

علامہ ابن اثیر کا معیت ذاتی پر ردّ

1. علامہ ابن الاثیرؒ (م606ھ) معیت ذاتی پر رد کرتے ہوئے کہتے ہیں:

المراد بقرب العبد من الله تعالى القرب بالذكر والعمل الصالح، لا قرب الذات والمكان؛ لأن ذلك من صفات الأجسام. والله يتعالى عن ذلك ويتقدس. والمراد بقرب الله من العبد قرب نعمه وألطافه منه، وبره وإحسانه إليه، وترادف مننه عنده، وفيض مواهبه عليه. [1]

بندے کا قرب اللہ سے بایں معنی ہے کہ اللہ کا ذکر اور عمل صالح کی توفیق اس کو مہیا ہے۔ اور اللہ کا قرب بندے سے یہ ہے کہ اس کو اپنے انعامات اور رحمتوں سے سرفراز فرماتا ہے۔ قرب ذاتی و مکانی مراد نہیں، کیونکہ یہ تو اجسام کا خاصہ ہے اور اللہ سبحانہ جسم سے منزہ ہے۔

ابن منظور کا معیت ذاتی پر رد

2. امام لغوی ابن منظورؒ (م711ھ) کہتے ہیں:

مادة(ق ر ب)نص ابن الأثير بعينه مقرّاً له [2]

یعنی ابن منظور نے بھی ابن الاثیر کی عبارت نقل کی ہے اور اس کی تائید کی ہے۔

---

[1]النهاية في غريب الحديث والأثر:4:32.

[2] لسان العرب ج2ص664باحالة المحقق عبد العزيز عبدا لجبار الحاضري من كتابه النافع تنزيه الحق المعبود عن الحيز وا لحدود الصفحة 151.

علامہ ابن فورک کا معیت ذاتی پر ردّ

3. علامہ متکلّم ابن فورکؒ (م406ھ) کہتے ہیں:

اعلم أن الثلجي كان يذهب مذهب النجار في القول بأن الله في كل مكان وهو مذهب المعتزلة وهذا التأويل عندنا منكر من أجل أنه لا يجوز أن يقال إن الله تعالى في مكان أو في كل مكان.

ثلجی نے نجار کا مذہب اختیار کرکے کہا ہے کہ اللہ ہر جگہ ہے یہ مذہب معتزلہ کا ہے اور ہمارے اہل سنت کے نزدیک یہ تعبیر ناپسندیدہ ہے اس لیے کہ یہ کہنا جائز نہیں کہ اللہ مکان میں ہے یا ہر مکان میں ہے۔

4. ایک جگہ کہتے ہیں:

فمتى رجعوا في معنى إطلاق ذلك إلى العلم والتدبير كان معناهم صحيحا واللفظ ممنوعا. ألا ترى أنه لا يسوغ أن يقال إن الله تعالى مجاور لكل مكان أو مماس له أو حال أو متمكن فيه على معنى أنه عالم بذلك مدبر له. [1]

علامہ ابن فورک نے اس پر بھی رد کیا ہے کہ جو یہ عبارت کہے کہ اللہ ہر مکان میں ہے اور مراد اس سے یہ لے کہ اللہ کا علم ہر جگہ ہے، کیونکہ اس کا معنی تو درست ہے لیکن عبارت ممنوع ہے، کیا اگر کوئی اس طرح کہے کہ اللہ ہر جگہ کو مماس ہے یا ہر جگہ میں متمکّن ہے یا ہر جگہ میں حلول کیے ہوتا ہے اور اس سے مراد علم و تدبیر لے تو کیا ہم اس کو جائز کہہ سکتے ہیں۔ (نہیں کہہ سکتے تو جس طرح اس کی گنجائش نہیں تو اس عبارت کی بھی نہیں کہ فی کل مکان بول کر اس سے علم مراد لیا جائے۔)

فائدہ

علمائے اہل سنت کی یہ احتیاط دیکھ کر فیصلہ کریں، کہ کیا ہم اس طرح عام مسلمانوں کے سامنے کہہ سکتے

---

[1] مشكل الحديث ص63 بإحالة المحقق الشيخ خليل دريان الأزهري من كتابه النافع غاية البيان ص143.

ہیں کہ اللہ ہر جگہ ہے اور مراد یہ لیں کہ اللہ کی ذات ہر جگہ ہے اس سے ضرور بالضرور عام مسلمانوں کا ذہن تجسیم کی طرف جائے گا یا نہیں، خود سوچ کر فیصلہ کریں۔

امام غزالی کا معیت ذاتی پر ردّ

5. امام غزالی (م505ھ) جہم بن صفوان کا ردّ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ولا ترتبك في مواقع غلطه ، فمنه غلط من قال : إنه في كل مكان وكل من نسبه إلى مكان أو جهة فقد زلّ فضل .[1]

جہم کی غلطیوں میں سے ایک غلطی یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ ہر جگہ ہے پس جس نے بھی اللہ کے لیے مکان و جہت ثابت کیا ہے تو پھسل گیا ہے اور گمراہ ہوا ہے۔

تنبیہ

یہ امام غزالی کا بالکل واضح ردّ ہے اس قول پر کہ اللہ ہر جگہ ہے، لہذا جس نے امام غزالی کی طرف اس کے علاوہ کسی قول کو منسوب کیا ہے وہ اس امام جلیل پر بہتان ہے اس وجہ سے شیخ عبداللہ ہرری لکھتے ہیں کہ ان ابیات سے بچیئے جو امام غزالی کی طرف منسوب ہیں ،اور در حقیقت ان کے نہیں ہیں، جیسے (وهو في كل النواحي لا يزول) یہ شعر تو معتزلہ کے قول کے موافق ہے کہ اللہ ہر مکان میں ہے۔

علی الخواص کا معیت ذاتی پر ردّ

6. علی بن حسین الخواص کہتے ہیں:

قول علي الخواص رضي الله عنه : وذكر الشيخ عبد الوهاب بن أحمد الشعراني (المتوفي 983هـ)عليا الخواص رضي الله عنه قال : لا يجوز أن

---

[1] الأربعين في أصول الدين ص198 بإحالة المحقق الشيخ خليل دريان الأزهري من كتابه النافع غاية البيان ص144.

يقال إنه تعالىٰ في كل مكان كما تقول المعتزلة والقدرية. [1]

شیخ عبدالوہاب شعرانی نے علی الخواص سے نقل کیا ہے کہ یہ کہنا جائز نہیں کہ اللہ ہر جگہ ہے جیسا کہ معتزلہ اور قدریہ کا مذہب ہے۔

فائدہ: علی الخواص جیسے جلیل القدر صوفی کا یہ کہنا کہ یہ قول جائز نہیں اس بات پر صریح دلیل ہے کہ اللہ کا ہر جگہ بالذات ہونا تمام صوفیائے کرام کا عقیدہ نہیں بلکہ بعض صوفیائے کرام کا ہے۔

امام ابو منصور کا معیت ذاتی پر ردّ

7. امام ابو منصور شافعی بغدادیؒ کہتے ہیں:

وأجمع أصحابنا علي إحالة القول بأنه في مكان أو في كل مكان. [2]

اور ہمارے اصحاب کا اس قول کے محال ہونے پر اجماع ہے اللہ مکان یا ہر مکان میں ہیں۔

فائدہ: اس عبارت سے ثابت ہوا کہ اس بات پر اہل السنۃ کا اجماع ہے کہ اللہ نہ مکان خاص میں ہے اور نہ ہر مکان میں ہے۔

ابو الحسن اشعری کا معیت ذاتی پر ردّ

8. امام ابوالحسن اشعریؒ کہتے ہیں:

إن الله عزوجل لا يجوز أن يقال إنه في مكان ولا يقال إنه مباين للعالم ولا إنه في جوف العالم. [3]

اس طرح کہنا جائز نہیں کہ اللہ مکان میں ہے اور نہ یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ عالم سے جدا ہے اور نہ یہ کہ اللہ عالم میں داخل ہے۔

فائدہ: امام المتکلّمین اشعری کے اس قول سے ثابت ہوا کہ اللہ عالم میں داخل بھی نہیں اور خارج بھی

[1] بإحالة المحقق الشيخ خليل دريان الأزهري من كتابه النافع غاية البيان ص144.

[2] شرح العقيدة الطحاوية للهرري الحبشي ص198 ط زمزم دارالإحسان.

[3] نفس مصدر.

نہیں اور یہ صریح ردّ ہے معیت ذاتی پر اس لیے کہ معیت ذاتی ماننے سے دخول فی العالم لازم آتا ہے اور اس پر علماء اہل سنت نے ردّ کیا ہے۔

امام ابو بکر بیہقی کا معیت ذاتی پر ردّ

9. امام ابو بکر بیہقی کہتے ہیں:

وفي كثير من الآيات دلالة على إبطال قول من زعم من الجهمية أن الله بذاته في كل مكان، وقوله وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ إنما أراد به بعلمه لا بذاته.[1]

قرآن کریم کی بہت زیادہ نصوص اس قول کے باطل ہونے پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ ہر جگہ باعتبار ذات کے ہے اور اس آیت کریمہ وھو معکم میں مراد معیت علمی ہے ذاتی نہیں۔

علامہ عینی کا معیت ذاتی پر رد

10. امام بدرالدین عینیؒ (م855ھ) کہتے ہیں:

أنا مع عبدي هذه المعية معية الرحمة، وأما في قوله: وهو معكم أينما كنتم فهي معية العلم. وحاصل الكلام أنا مع عبدي زمان ذكره لي بالحفظ والكلاءة لا على أنه معه بذاته.[2]

"میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں" میں معیت سے مراد معیت رحمت ہے اور اللہ کے اس قول "وہ تمہارے ساتھ ہی ہے تم جہاں بھی ہو" میں معیت سے مراد معیت علم ہے۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے حفاظت اور نصرت کے اعتبار سے، یہ معنی نہیں کہ میں ذات کے اعتبار سے اس کے ساتھ ہوں۔

---

[1] الاعتقاد للبيهقي (ص112-115).

[2]عمدة القاري،شرح صحيح البخاري،لبدر الدين العيني 25:181 دار إحياء التراث العربي - بيروت.

جمال الدین غزنوی کا معیت ذاتی پر رد

11. امام جمال الدین احمد بن محمد غزنوی حنفی (م593ھ) کہتے ہیں:

صانع الْعَالم لَا يُوصف بِكَوْنِهِ مُتَمَكنًا فِي مَكَان لِأَنَّهُ كَانَ فِي الْأَزَل غير مُتَمَكن فَلَو تمكن بَعْدَمَا خلق الْمَكَان لتغير عَمَّا كَانَ تعالى الله عَن ذَلِك. [1]

یعنی اللہ جل شانہ کو مکان میں متمکّن ہونے سے موصوف نہ کیا جائے گا کیونکہ اللہ ازل میں غیر متمکّن تھے پس اگر مکان کے پیدا ہونے کے بعد متمکّن ہوجائے تو اس سے تغیر لازم آئے گا جبکہ اللہ اس سے بلند و برتر ہے۔

عبد القاہر التمیمی کا معیت ذاتی پر ردّ

12. امام ابو منصور عبد القاہر طاہر تمیمیؒ (م429ھ) کہتے ہیں:

المسألة السابعة من الأصل الثالث في إحالة كون الإله في مكان دون مكان والخلاف فيه مع فرق ...والخلاف الثالث مع المعتزلة في قولهم إن الله في كل مكان أي علمه في كل مكان ومدبر لما فيه. [2]

سیف الدین آمدی کا معیت ذاتی پر رد

13. سیف الدین آمدیؒ (م333ھ) کہتے ہیں:

الذي صارأهل الحق إليه من الملل كلها أن الباري تعالى ليس في جهة ولا مكان [3]

ابو منصور ماتریدی کا معیت ذاتی پر رد

14. ابو منصور ماتریدی کہتے ہیں:

---

[1]أصول الدين72 ط: دارالبشائر السلامية.

[2]أصول الدين 100 :ط: دار الكتب العلمية.

[3] أبكار الأفكار، سيف الدين الآمدي ط:دار الكتب مصريه.

يفسد قول من يصفه بكل مكان إذ لا فرق بين مكان واحد مخصوص يضاف إليه وبين الجملة. [1]

یعنی جو اللہ جل شانہ کو ہر جگہ میں مانتے ہیں ان کا یہ قول بھی فاسد ہے، کیونکہ ایک مکان مخصوص اور تمام امکنہ میں کوئی خاص فرق نہیں بلکہ باری تعالیٰ کی طرف مکان کی نسبت ہی غلط ہے۔

علامہ کشمیری کا معیت ذاتی پر ردّ

15. *علامہ کشمیریؒ کہتے ہیں:*

فإن الله تعالى كان ولم يكن معه شي فهو خالق للجهات ،وإذن كيف استواءه في جهة كاستواء المخلوقات ، بل استواءه كمعيته تعالى بالمكمنات وكأقر بيته والغلو في هذا الباب يشبه التجسيم والعياذ بالله أن نتعدى حدود الشرع. [2]

اس عبارت سے واضح ہوا کہ استواء بھی متشابہات میں سے ہے اور معیت وقرب بھی اور متشابہات میں غلو کرنا تجسیم کی طرف کھینچتا ہے لہذا نہ استواء ذاتی ہے نہ قرب و معیت ذاتی۔

شیخ تقی الدین بن ابی منصور کا معیت ذاتی پر ردّ

16. *شیخ تقی الدین بن ابی منصورؒ کہتے ہیں:*

ولا يجوز إطلاق المعية على الذات المتعالى،كما إنه لا يجوز أن يطلق عليه استواء على العرش ،لأنه لم يرد لنا بذلك تصريح في كتاب ولا سنة، فنؤمن بالاستواء على علم الله فيه. قال : و في الحديث كان الله ولا شيء معه ...والمعنى إن الله تعالى موجود ولا شيء معه في حضرة ذاته انتهى. [1]

---

[1]كتاب التوحيد عدم جواز وصفه تعالى بالمكان172 :ط: دار الكتب علميه

[2]*فیض الباری، انور شاہ کشمیری563:6ط: رشیدیہ کتب خانہ*

[1] ميزان العقائد الشعرانية المشيدة بالكتاب والسنة المحمدية ص148، ط:كتاب ناشرون بيروت لبنان

اللہ کی ذات عالیہ پر معیت کا اطلاق درست نہیں جیسا کہ ذات عالیہ پر عرش پر مستوی ہونے کا اطلاق درست نہیں۔ کیونکہ استواء (ذاتی) یا معیت (ذاتی) کی نہ کتاب اللہ میں صراحت ہے اور نہ سنت رسول میں، پس ہم استواء پر ایمان رکھتے ہیں یعنی اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کے علم پر۔ اور ایک جگہ فرماتے ہیں: حدیث میں ہے اللہ کی ذات موجود تھی اور کوئی چیز نہیں تھی... اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی ذات موجود تھی اور اس کی ذات کے ساتھ کوئی چیز نہیں تھی۔

شیخ اکبر ابن عربی کی معیت ذاتی پر ردّ

17. شیخ اکبر ابن عربیؒ کہتے ہیں:

وإنما لم يطلق رسول الله صلى الله عليه وسلم في هذا الحديث (كان الله ولا شيء معه)معية الحق جلّ وعلا لعلمه صلى الله عليه وسلم بأن الأشياء ليست هي مع الحق جلّ وعلا إلا بحكم إمداده تعالى لها بالوجود ، وأن الله تعالى محقق المعية معنا كما أخبر في كتابه ، فنقول: هو معنا ولسنا معه ، إذ المعية تابعة للعلم فيقال : إنه تعالى معنا لكونه يعلمنا ولسنا معه، لكونه لا نعلم هويته . [1]

نوٹ: شیخ اکبر صوفیائے کرام کے سردار ہیں اور انہوں نے معیت ذاتی کو ردّ کیا ہے، لہذا ثابت ہوا کہ محققین صوفیائے کرام معیت ذاتی کے قائل نہیں ہیں۔

شیخ علی مرصفی کا معیت ذاتی پر رد

18. شیخ علی مرصفیؒ کہتے ہیں:

من الأدب أن نقول : إن الحق تعالى معنا وإنه مستو على عرشه ونسكت عن تحقيق كونه معنا بذاته أو بعلمه فإن ذلك أكثر تعظيما لله تعالى وإن كانت الصفات لا تفارق الذات ضد صفات الخلق فإن صفاتهم قد تفارق ذاتهم

[1] ميزان العقائد الشعرانية المشيدة بالكتاب والسنة المحمديةص150،ط:كتاب ناشرون بيروت لبنان.

كمن سلب صفة العلم أو صفة السمع أو صفة الإبصار، فإن الذات لا يظهر فيها نقص كما يظهر بقطع الأذن أو قلع العين أو قطع اليد انتهى.[1]

شیخ نور الدین صابونی کا ردّ

شیخ نور الدین صابونی کہتے ہیں:

وأما قول النجارية : أنه بكل مكان ، أفسد من الأول لأنه لما استحال أن يكون في مكان واحد استحال أن يكون في سائر الأماكن بطريق الضرورة.[2]

نجاریہ کا قول تو پہلے سے بھی زیادہ فاسد ہے، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کا ایک مکان میں ہونا محال ہے تو پھر تمام کائنات میں اس کا ہونا بالضرور محال ہے۔

خلاصہ الکلام

ان تمام نصوص سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس طرح کہنا جائز نہیں کہ اللہ ذات کے اعتبار سے ہر جگہ موجود ہے۔ حتیٰ کہ ابن فورک جیسے عظیم متکلّم و محدث نے اس بات کو بھی منع فرمایا ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ ہر مکان میں ہے اور پھر کہے کہ میری مراد یہ ہے کہ اللہ ہر چیز پر عالم ہے مکان مراد نہیں، اس طرح کہنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔

بلکہ صرف علامہ ابن فورک نہیں اس جیسے اقوال بہت سے علمائے اہل سنت سے منقول ہیں، ایک بار پھر علامہ ابن فورک کی عبارت بنظر عمیق ملاحظہ کرلیں اور عصر حاضر کے بعض خطباء کے عمل کو دیکھ کر کف افسوس مل لیں کہ وہ حضرات عام لوگوں کی مجالس میں بھی اس طرح کہتے ہیں کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ ذات کے اعتبار سے ہر جگہ موجود ہے اور افسوس صد افسوس کہ مثال سے اللہ کی معیت وقرب کی کیفیت بھی بیان کرتے ہیں۔فإلى الله المشتكى .

[1]ميزان العقائد الشعرانية المشيدة بالكتاب والسنة المحمدية ص151،ط:كتاب ناشرون بيروت لبنان.

[2] الكفاية ص76.

مطلب سوم

اس مطلب میں تعبیر "اللہ ہر جگہ ہے" کے چند نقصانات ذکر کیے جائیں گے۔

معیت ذاتیہ مراد لینے کے نقصانات

پہلا نقصان: اجماع کی مخالفت

اس تعبیر سے اوّل وہلہ میں اور بلا تامل یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اللہ کی ذات وصفات ہر مکان میں موجود ہے، حالانکہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی ذات وصفات باجماع مسلمین مکان اور لوازم مکان سے منزہ ہے۔

نقصان نمبر (2)

اس تعبیر میں متقدمین اور متاخرین اہل السنہ والجماعۃ کی خلاف ورزی ہے کیونکہ اہل سنت کا اجماع اس موقف پر ہے کہ اللہ کی معیت وقرب ذاتی نہیں ہے۔

نقصان نمبر (3)

صفات متشابہات میں اہل سنت کے دو مسلک

اس تعبیر کو اختیار کرنے میں ایک بڑی غلطی یہ بھی ہے کہ اب تک اہل سنت کے صفات متشابہات میں دو مسلک مشہور ہیں۔

مسلک تفویض

اوّل مسلک سلف کا تفویض ہے یعنی مراد کو اللہ کے علم کے سپرد کرنا کہ ہم اس کی مراد نہیں جانتے ، تنزیہ کے ساتھ یعنی جو ظاہری معنی الفاظ سے بظاہر مشابہت معلوم ہوتے ہے وہ بھی مراد نہیں۔

تفويض المعنى مع تنزيه البارى عن مشابهة المخلوقات ومع نفى الكيفية

عنه تعالیٰ وعن صفاته۔

مسلک تاویل

اور دوسرا مسلک خلف کا ہے تاویل کرنا یعنی کلام کو اپنے ظاہری معنی سے پھیرا جائے، ان دو کے علاوہ کوئی بھی مسلک اہل سنت کا نہیں ہے، اگر ہے تو بس فرق باطلہ مجسمہ اور مشبہہ، جہمیہ، اور آج کے نام نہاد سلفیہ کا، یعنی نصوص قرآن حدیث کے ظاہری الفاظ کے معنی ومفہوم کو ہی حتمی جاننا اور اسے عقیدہ سمجھنا اور کیفیت میں تفویض کرنا۔ اور اس تعبیر سے (کہ اللہ ہر جگہ ہے ذاتاً یا معیت ذاتی ہے مگر بلا کیف) تیسرا مسلک ثابت ہوتا ہے کہ نص کو معنی ظاہر پر ماننا اور پھر تفویض کرنا۔

نقصان نمبر (4) اہل باطل کو سند فراہم کرنا

اس تعبیر سے اہل باطل کے غلط نظریات کو سند فراہم ہوتی ہے مثلاً جس طرح معیت ذاتی ماننے کے بعد بلا کیف یہ حضرات کہتے ہیں، اگر اس طرح کوئی کہے کہ جسم لا کالاجسام یا الله جسم بلا كيف يا الله في مكان لكن بلا كيف وغیرہ ظاہر ہے کہ پھر بھی صرف بلا کیف کہنے سے ہرگز درست نہیں ہوسکتیں۔ تو اسی طرح معیت ذاتی اور اللہ کو ہر مکان میں ماننے کے بعد بلا کیف کہنا کوئی معنی نہیں رکھتا، بلکہ بقول امام احمدؒ لوگوں کو جہمیہ کی طرح بلا کیف کہنے سے صرف دھوکہ دینا ہے۔

نقصان نمبر (5) نصوص میں تعارض

نیز اگر معیت کو ذاتی مان لیا جائے تو آیات میں تعارض لازم آئے گا کہ ایک قسم کی آیات سے اللہ تعالیٰ کی ہر جگہ بذاتہ ہونے کی نفی معلوم ہوتی ہے اور دوسری قسم میں ہر جگہ بذاتہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔

ایک وضاحت

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ بعض نادان تو بظاہر کہتے ہیں کہ اللہ حلول سے پاک ہیں مگر اپنی تعبیرات سے حلولیہ بن گئے ہیں، چنانچہ ایک صاحب اس تعارض کو اس طرح دفع کرتے ہیں کہ ہم کہتے ہیں کہ اللہ آسمان میں بھی ہے زمین میں بھی اور عرش پر بھی، ہمارے ساتھ بھی، ہر چیز اور ہر جگہ میں ہے۔

(تعالیٰ اللہ عما یصفون)

نقصان نمبر (6)

اگر یہ تعبیر ہم جائز قرار دیں کہ بلا کیف سے مکان کی نفی بس ہوگئی بس اب جو چاہو کہو، تو ہم کہتے ہیں کہ پھر اشاعرہ وماتریدیہ کے اکابر نے معتزلہ کے اس قول پر کیوں ردّ کیا (کہ اللہ ہر مکان میں ہیں اور مراد اس سے یہ ہے کہ اللہ کا علم یا تدبیر ہر جگہ ہے ذات نہیں) اکابر کی عبارات نیچے آرہی ہیں۔ کہ ہمارے اکابر حضرات معتزلہ کی اس عبارت کو وحشی عبارت کہتے ہیں اور فرماتے ہیں، اگرچہ معنی اس عبارت کا درست ہے مگر پھر بھی یہ تعبیر اختیار کرنا درست نہیں ہے۔ ذرا غور کرو کہ کیا وہ حضرات جو اس تعبیر کو جو باعتبار معنی درست تھی، ناجائز کہتے تھے دور حاضر کی اس نئی تعبیرات کہ اللہ ہر جگہ ہے ذاتاً یا باعتبار ذات لیکن بلا کیف، قبول کریں گے یا ردّ کریں گے ؟

عبارات اکابر اہل سنت در ردّ معتزلہ

ابن العربی کا ردّ

1. علامہ ابن العربیؒ کہتے ہیں:

وإن علم الله لا يحل في مكان ، ولا ينتسب إلى جهة، كما أنه سبحانه كذلك، لكنه يعلم كل شيء في كل موضع .[1]

جس طرح ذات سبحانہ امکنہ میں حلول سے پاک ہیں اسی طرح صفات بھی حلول سے پاک ہیں لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ہر چیز جانتا ہے جہاں بھی ہو۔

ابو معین نسفی کا ردّ

2. علامہ ابو معین میمون نسفیؒ ماتریدی کہتے ہیں:

[1] عارضة الأحوذي شرح ترمذي ص12 ص184 .

وما يقوله المعتزلة وعامة النجارية : أنه بكل مكان بمعنى العلم والقدرة والتدبير دون الذات ، فهذا منهم خلاف فى العبارة فأما في المعنى فقد ساعدونا على استحالة تمكنه في الأمكنة، ونحن ساعدناهم أنه عالم بالأمكنة كلها وكلها تدبيره غير أن لهم غنية عن إطلاق هذه العبارة الوحشية في هذا المراد ومن الذي اضطرهم إلى إطلاق هذه العبارة التي ظاهرها يوجب ما هو كفر وضلال وأي ضرورة دعتهم إلى ذلك، ولم يرد به نص لا في كتاب، ولا في الأحاديث المشهورة؟ فإذا الواجب علينا عند انعدام النص صيانة هذا المعنى عن هذا اللفظ الوحش وبالله النجاة والمعونة . [1]

یعنی معتزلہ اور جمہور نجاریہ کا یہ کہنا کہ اللہ ہر جگہ ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کا علم ہر جگہ ہے یا اللہ کی تدبیر یا قدرت نہ یہ کہ اللہ کی ذات، تو یہ ان کا ہمارے ساتھ عبارت میں اختلاف ہے، ورنہ اس معنی میں کہ اللہ مکان سے منزہ ہے معتزلہ بھی ہمارے ساتھ متفق ہیں اور ہم بھی اس معنی میں کہ اللہ تعالیٰ تمام امکنہ پر عالم ہیں اور تمام کے تمام ان کی تدبیر کے تحت ہیں، ان کے ساتھ متفق ہیں لیکن ان کی (وحشی) انوکھی عبارت سے بالکل اتفاق نہیں کرتے، خاص طور پر ان کو اس طرح انوکھی اجنبی عبارت لانے اور ذکر کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی، جس کا ظاہر کفر اور گمراہی ہے اور اس کی کیا ضرورت تھی؟ حالانکہ یہ عبارت نہ قرآن میں ہے نہ احادیث مشہورہ میں، پس ہم پر لازم ہے کہ اس وحشی عبارت سے بچیں۔

علامہ ابن فورک کا ردّ

3. علامہ ابن فورک کا حوالہ اس باب کے مطلب دوم میں ذکر ہو چکا ہے جس میں تصریح ہے کہ معتزلہ کی یہ تعبیر غلط ہے اگرچہ معناً درست ہے۔
4. اس باب کے مطلب دوم میں قول نمبر 13 تا 16 بھی اس بات پر دلیل ہے کہ معتزلہ کی تعبیر

[1] تبصرة الأدلة في أصول الدين ص 335، ط: المكتبة الأزهريه للتراث.

غلط ہے کہ اللہ ہر جگہ ہے اگرچہ معنیٰ درست ہے۔

ابوالحسن اشعری کا ردّ

5. امام ابوالحسن اشعری کہتے ہیں:

واختلفت المعتزلة في ذلك فقال قائلون إن الله بكل مكان بمعني أنه مدبر لكل مكان . [1]

اہل سنت کا مذہب ہے کہ اللہ موجود بلا مکان کے ہیں، اس میں مختلف فرقوں نے اہل سنت والجماعت سے اختلاف کیا ہے، ان میں سے ایک گروہ معتزلہ کا ہے کہ جو کہتے ہیں کہ اللہ ہر مکان میں ہے اس اعتبار سے کہ ہر مکان کا مدبر ہے۔

6. امام ابوالیسر محمد بزدویؒ کہتے ہیں:

قالت المعتزلة إن الله في كل مكان وقالوا نعني به أنه عالم بكل مكان. [2]

7. علامہ نسفیؒ لکھتے ہیں:

وقول المعتزلة والنجارية:إنه تعالى بكل مكان بالعلم والقدرة والتدبير دون الذات باطل لأن من يعلم مكانا لا يقال إنه في ذلك المكان بالعلم ،ثم المعتزلة يقولون إنه عالم لذاته وعلمه ذاته فكان قولهم : إنه بكل مكان بالعلم لا بذاته كقولهم إنه بكل مكان بذاته لا بذاته. [3]

علامہ نسفی معتزلہ کے اس قول کہ اللہ ہر مکان میں ہے (اپنے علم، قدرت اور تدبیر کے ساتھ ماسوائے ذات کے) پر ردّ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ قول باطل ہے کیونکہ جس کو کسی مکان کا علم ہو تو یہ جائز نہیں کہ کہا جائے کہ وہ اس مکان میں علم کے ساتھ ہے پھر معتزلہ تو کہتے ہیں کہ اللہ عالم لذاتہ

---

[1] مقالات الإسلامين باب قول في المكان ص162 .

[2] الأصول الدين ج4ص39 ،ط:مكتبة الأزهريه للتراث.

[3] شرح العمدة في عقيدة أهل السنة والجماعة المسمي الاعتماد في الاعتقاد ، ط:مكتبه أزهريه للتراث.

ہیں اور اللہ کا علم ذات ہی ہے یعنی الگ سے کوئی مستقل صفت نہیں ہے تو گویا کہ ان کا قول کہ اللہ ہر مکان میں ہیں علم کے اعتبار سے نہ کہ ذات کے اعتبار سے اس قول کے مثل ہے کہ اللہ ہر مکان میں بذاتہ ہے اور بذاتہ نہیں۔

یہ چند عبارات ہم نے اس بات پر نقل کی ہیں کہ اس میں غور کرنے کے بعد قائلین معیت ذاتی سے جواب کے منتظر ہیں کہ معتزلہ نے تو جسم بھی اللہ کے لیے مراد نہیں لیا اور مکان بھی نہیں مانتے تھے پھر اہل علم نے صرف تعبیر کی وجہ سے کیوں ردّ کیا؟

بس اسی احتیاط نے اہل سنت کو اہل باطل سے ممتاز کر رکھا ہے، افسوس کہ آج اہل سنت کے نام لینے والے بغیر احتیاط کے اٹکل باتیں کرتے ہیں اور اس کے لیے قرآن و سنت سے دلائل بھی دیتے ہیں، اگرچہ ان دلائل سے استدلال اُصولی طور پر درست نہ بھی ہو۔

کیا اللہ گندی جگہوں میں بھی ہے؟

اس تعبیر میں سب سے خطرناک خرابی یہ ہے کہ اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اللہ ہر جگہ ہے تو کیا گندی اور بے کار جگہوں میں بھی ہے؟

اعتراض کا بے دلیل جواب

بعض لوگ نے اس اعتراض سے بچنے کی کوشش کی ہے اور یہ جواب دیا ہے کہ بعض چیزوں کو اجمالاً بیان کریں تو مناسب اور ادب ہے، اگر تفصیلاً بیان کریں تو خلاف ادب ہے، پھر اس کی مثال دی ہے کہ اگر سسر داماد کو کہے کہ میری بیٹی کے حقوق کا خیال رکھنا تو اجمالاً قول ہونے کی وجہ سے یہ ادب ہے لیکن اگر تمام حقوق ایک ایک کر کے گنوانا شروع کرے تو یہ خلافِ ادب ہے۔

بے دلیل جواب پر اجمالی تبصرہ

مگر ظاہر ہے کہ یہ صرف جان بچانا ہے، کوئی فنی اور علمی جواب نہیں، نیز یہی صاحبان خود بھی اس خلاف ادب کے مرتکب ہیں۔ ایک جگہ استوی پر بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ اگر اللہ عرش پر ہے تو اس کے پیدا

ہونے سے پہلے کہاں تھے؟ اور عرش پر مستوی ہونے کی تین صورتیں ہیں: اللہ تعالیٰ عرش کے محاذات میں ہوں گے یا عرش سے متجاوز ہوں گے یا عرش سے کم ہوں گے، تو کیا اس جیسی عبارات لکھنے اور کہنے کے وقت اس صاحبان کو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اجمال ادب ہے اور تفصیل میں جانا بے ادبی ہے۔

دوسرا غیر معقول جواب

ایک اور جواب اس مذکورہ اعتراض سے دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ اعتراض تب پیدا ہوتا کہ جب اللہ تعالیٰ کو وجود بمعنی جسم کے ساتھ مانیں اگر جسم سے پاک مانیں پھر بے ادبی نہیں۔

غیر معقول جواب پر معقولی تبصرہ

ہم کہتے ہیں کہ یہ بھی صرف ملمع سازی ہے کوئی فنی جواب نہیں، کیونکہ جہمیہ بھی تو اللہ کے لیے جسم کے قائل نہیں تھے اور "اللہ ہر جگہ ہے" کہتے تھے، اس پر ہمارے علمائے اہل سنت نے سخت تردید کیوں کی؟

جہمیہ بھی جسم باری تعالیٰ کے قائل نہ تھے

علامہ ابن عساکر ابوالحسن اشعری کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وكذلك قالت النجارية : إن الباري سبحانه بكل مكان من غير حلول ولا جهة ، وقالت الحشوية والمجسمة :إنه سبحانه حال في العرش ، وإن العرش مكان له وهو جالس عليه ، فسلك طريقا بينهما فقال: كان ولامكان ، فخلق العرش والكرسي ، فلم يحتج إلى مكان وهو بعد خلق المكان كما كان قبل خلقه . [1]

نجاریہ کہتے ہیں اللہ ہر مکان میں ہے بغیر حلول اور جہت کے۔

معتزلہ کا مذہب معیت ذاتی کے قائلین سے جدا ہے

نیز معتزلہ تو "اللہ ہر جگہ ہے" اس قول کی تشریح بھی یہ کرتے تھے کہ اللہ کی ذات ہر جگہ نہیں علم ہر جگہ

---

[1] تبين كذب المفتري ص306 ط:دار التقوى.

ہے ان پر ہمارے علمائے اہل سنت نے ردّ کیا اور کہا کہ عبارت غلط ہے، اگر چہ معنی درست ہے جیسا کہ ہم نے اوپر عبارات نقل کی ہیں۔ عصر حاضر کے علم کلام کے شاہسوار سعید فودہ کہتے ہیں:

فالمعتزلة الذين قالوا : هو في كل مكان لم يريدوا أن الله يحل في جميع الأمكنة. [1]

ایک اُصولی سوال

نیز ہم ان حضرات سے پوچھتے ہیں کہ جب یہ کہا "اللہ تعالیٰ جسم نہیں" تو پھر جو چاہو منسوب کر لو تو پھر آپ خود بھی اور اہل سنت والجماعت نے جہت علو کا انکار کیوں کیا؟ وہ اس طرح نہیں کہہ سکتے تھے کہ اللہ جسم نہیں لہذا جہت علو ثابت ہے بلا کیف؟ جس طرح آپ کہتے ہو کہ ہر جگہ ہے بلا کیف اور جسم نہیں، لہذا جو چاہو منسوب کر لو یہ متشابہات میں عقلی گھوڑے دوڑانا اہل سنت والجماعت کا عقیدہ نہیں۔

جواب سوم

ایک اور جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رمضان کا مہینہ ہر جگہ مبارک ہے۔ اگر کوئی شخص پوچھے کہ کیا بیت الخلاء میں رمضان ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو ہر جگہ رمضان نہیں اور اگر ہے تو بیت الخلاء میں بابرکت کیسے؟ تو اس کا یہ سوال لغو ہوگا کیونکہ جب رمضان جسم نہیں ہے تو ہر جگہ ماننے میں کوئی بے ادبی نہ ہوگی اور یہ ہر جگہ بابرکت ہوگا۔ اسی طرح جب اللہ کا جسم نہیں تو ہر جگہ ماننے میں بے ادبی نہیں۔

جواب سوم پر تبصرہ

ہم کہتے ہیں یہ تو کیف کا بیان آپ نے کیا کہ جس طرح بغیر جسم کے زمانہ اور وقت مثلاً رمضان کا مہینہ ہر جگہ موجود ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بذاتہ ہر جگہ موجود ہے، لہذا مثال دیتے ہوئے یہ صاحب کیفیت کا بیان لا علمی میں کر چکے ہیں حالانکہ کیف کا سوال غلط ہے غیر مقلدین بھی اس پر متفق ہیں کہ باری تعالیٰ کے حق میں نصوص کی کیفیت بیان نہیں کی جائے گی۔ اس کا سوال ہی بدعت ہے کیونکہ اہل سنت صرف کیف کا سوال

[1] شرح الكبير ص 109.

بدعت نہیں سمجھتے، بلکہ کیف کو منفی سمجھتے ہیں۔

کس کے دماغ میں خباثت ہے؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جن لوگوں کے دماغ میں خباثت ہیں وہ گندے اور نجس جگہوں میں اللہ کے ہونے کا اعتراض کرتے ہیں۔ ہم ان حضرات کی خدمت میں چند عبارات پیش کرتے ہیں کہ کیا جنہوں نے یہ اعتراض کیا ہے سب کے دماغوں میں خباثت تھی؟

علامہ سمرقندی کی عبارت

1) علامہ ابو اللیث سمرقندیؒ "معتزلہ اور قدریہ کے قول "اللہ ہر جگہ ہے" پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

لأن قولهم يؤدي إلي أن الله تعالى في أجوف السباع والهوام والحشرات تعالى عن ذلك علوا كبيرا. [1]

علامہ سید شریف جرجانی کی عبارت

2) علامہ سید شریف جرجانیؒ کہتے ہیں:

لو كان (الرب) في مكان فإما أن يكون في بعض الأحياز أو في جميعها وكلاهما باطل ... على الثاني مخالطه لقاذورات العالم تعالى عن ذلك علوا كبيرا. [2]

3) امام ابو شکور سالمی کہتے ہیں:

نقول بأن الله تعالى لو كان في كل مكان يؤدي إلى أن يكون في أفواه الدواب

---

[1] شرح الفقه الأكبر للإمام أبو الليث سمرقندي ص 1321 ط:دائرة المعارف النظاميه حيدر آباد دكن.

[2] شرح المواقف 338 منشورات صهيب حسن شافعي اشعري.

والكلاب وأفراج النساء والإماء وهذا كفر قبيح.[1]

ہم کہتے ہیں کہ اللہ کا وجود اگر ہر مکان میں ثابت ہوجائے تو یہ اس کی طرف مفضی ہوجائے گا کہ پھر اللہ تعالی حیوانات اور کتوں کے منہ اور عورتوں اور لونڈیوں کے فروج میں بھی موجود ہوجائے اور یہ بدترین کفر ہے۔

4) امام قرطبی کہتے ہیں:

ألا ترى مناظرة بشر في قول الله عز وجل: (ما يكون من نجوى ثلاثة إلا هو رابعهم حين قال: هو بذاته في كل مكان فقال له خصمه: هو في قلنسوتك وفي حشوك وفي جوف حمارك. تعالى الله عما يقولون حكى ذلك وكيع رضي الله عنه.[2]

اس تعبیر میں اور بھی بہت سی خرابیاں ہیں لیکن ہم اس پر اکتفاء کرتے ہیں اور بلا خوف تردّد یہ کہتے ہیں کہ دراصل اس تعبیر میں کہ "اللہ ہر جگہ ہے" بہت شدید تساہل ہے۔ جو بہرحال قابلِ اصلاح ہے۔

5) امام ابو منصور ماتریدیؒ کہتے ہیں:

ثم أن الله تعالى لو جعل في مكان لجعل بحق الجزئية من العالم وذلك أثر النقصان.[3]

مفتی سعید پالن پوری کا قول

علماء دیوبند کے خاتم المحققین، شیخ الحدیث علامہ مفتی سعید احمد پالن پوری بھی یہ اعتراض درست سمجھتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

---

[1] تمهيد للسالمي ص109 دار الكتب پشاور.

[2] كتاب التوحيد ،إمام أبومنصور ماتريدي مسئلة بيان العرش 133 :ط دار الكتب العلمية بيروت.

[3] الجامع لأحكام القرآن، تفسير القرطبي، محمد بن أحمد بن أبي بكرالقرطبي دارالحديث القاهرة 3:330.

پس مجازی معنی میں تو اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر کہنا درست ہے، کیونکہ وہ مخلوقات کے احوال سے واقف ہیں، حقیقی معنی میں درست نہیں، مگر عام لوگ حقیقی معنی مراد لیتے ہیں، پس اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بیت الخلاء میں بھی ہیں؟ یہ اعتراض حقیقی معنی مراد لینے کی صورت میں ہوگا مجازی معنی مراد لینے کی صورت میں کچھ اعتراض نہیں ہوگا۔[1]

حاصل کلام

یہ چند عبارات ہم نے نقل کی ہیں، ورنہ اور بھی بہت سی عبارات موجود ہیں، کیا ان سب جید علمائے اہل سنت کے دماغوں میں خباثت تھی کہ وہ حضرات یہ اعتراض کرتے تھے؟

ایک مغالطہ اور اس کا جواب

بعض حضرات کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں هو معكم آیا ہے اور هو ضمیر ذات کے لیے ہوتی ہے، لہذا اللہ کی ذات ہر جگہ ہے۔

ہم کہتے ہیں اوّلاً تو نزاع هو ضمیر میں نہیں بلکہ معكم میں ہے یعنی یہ کہ معیت سے ظاہری معنی (اختلاط حق سبحانہ مع المخلوق) مراد ہے یا نہیں؟ ہم کہتے ہیں یہ مراد نہیں ہوسکتا کیونکہ اہل سنت والجماعت کے کسی مفسر نے یہ معنی مراد نہیں لیا اور اس کے ظاہر سے پھیرنے پر اجماع ہے۔ لہذا آپ مبحث کے بدلنے کی کوشش نہ کریں۔

ثانیاً یہ بات مسلّم ہے کہ ہر جگہ ضمیر ذات کے لیے ماننا درست نہیں، ورنہ ''نسوا الله فنسيهم'' اور ''مرضتُ فلم تعدنی''، وغیرہ نصوص میں بھی ضمیر ذات کے لیے ماننا لازم ہوگا اور یہ صریح کفر ہے۔

وضاحت

ہمارے جن اکابرین اشاعرہ وماتریدیہ محدثین ومفسرین نے معتزلہ کی اس تعبیر (کہ اللہ ہر جگہ ہے) پر رد کیا ہے، وہ اس لیے نہیں کیا کہ معتزلہ اللہ کے لیے جسم مانتے تھے جیسا کہ بعض حضرات کا وہم ہے۔ بلکہ

[1] تفسیر ہدایت القرآن 7:463، ط: مکتبہ غزنوی کراچی۔

معتزلہ پر رد صرف اس لیے کیا کہ یہ تعبیرات غلط استعمال کرتے تھے۔ ورنہ معتزلہ تو دور حاضر کے معیت ذاتی کے قائلین کی بنسبت اس عقیدہ میں اچھے تھے کہ صاف کہتے تھے کہ اللہ ہر مکان میں ہیں باعتبار علم وقدرت اور تدبیر کے نہ باعتبار ذات کے۔ جیسا کہ اس بات پر آگے عبارات آرہی ہیں۔ لہذا یہ کہنا کہ اکابرین نے معتزلہ کے قول پر اس لیے ردّ کیا کہ وہ اللہ کو ہر جگہ باعتبار جسم کے مانتے تھے اور ہم نہیں مانتے، یہ صریح لاعلمی ہے۔

باب ششم

اس باب میں بعض وہ آیات ذکر کی جائیں گی جن کا ظاہر معیت ذاتی پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن مفسرین حضرات نے ظاہری معنی مراد نہیں لیا۔

اس باب میں دو مطلب ہیں۔

- مطلب اوّل: اس میں قرآن کے ظاہر سے استدلالات کے جوابات پیش کئے گئے ہیں۔
- مطلب دوم: اس میں احادیث کے ظاہر سے استدلالات کے جوابات پیش کئے گئے ہیں۔
- مطلب سوم: معیت ذاتی پر بعض اقوال اور اس پر تبصرہ۔

مطلب اوّل

دلیل نمبر:1

﴿وَلله الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ، فَأَيْنَما تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ الله﴾ [البقرة:115]

جواب

اس آیت کریمہ سے معیت ذاتی پر استدلال چند وجوہ سے درست نہیں۔

1. اگر ظاہر سے استدلال کیا جائے تو کیا (وَجْهُ الله) میں بھی ظاہر مراد ہے کہ وہاں العیاذ باللہ، اللہ کا صرف چہرہ ہوگا یا (وَجْهُ الله) میں ذات سے تاویل کرتے ہو؟ اگر ظاہر مراد نہیں تو پھر استدلال درست کیسے ہوسکتا ہے؟
2. اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین نے ظاہر مراد نہیں لیا، بلکہ مختلف تاویلات کی ہیں، ذیل میں چند تاویلیں نقل کی جاتی ہیں۔

1) علامہ ابو اللیث سمرقندیؒ (حنفی امام) کہتے ہیں:

يعني أينما تولوا وجوهكم في الصلاة فثم وجه الله قال بعضهم: فثم قبلة الله. ويقال يعني: فثم رضا الله ويقال: فثم ملك الله.[1]

یعنی آپ نماز میں جہاں بھی منہ کرو وہاں اللہ کا قبلہ ہے اور کہا گیا ہے کہ وہاں اللہ کی رضا ہے اور یا وہاں اللہ کی ملک ہے۔

2) علامہ نسفی حنفی کہتے ہیں:

فَثَمَّ وَجْهُ الله، أي جهته التي أمر بها ورضيها[2]

3) علامہ ابو سعودؒ حنفی کہتے ہیں:

---

[1] تفسير السمرقندية ج1ص87.

[2] تفسير نسفي :1:123.

أي هناك جهتُه التي أمر بها فإن إمكان التوليةِ غيرُ مختصَ بمسجد دون مسجد أو مكان دون آخر أو فثَمَّ ذاتُه بمعنى الحضورِ العلميّ أي فهو عالم بما يُفعل فيه ومثيبٌ لكم على ذلك وقرئ بفتح التاء واللام أي فأينما توجهوا القبلة [1]

یعنی وہاں وہ جہت ہے جس کا حکم اللہ نے دیا ہے اور یا وہاں اللہ کی ذات ہے بایں معنی کہ وہ ہر جگہ باعتبار علم حاضر ہے پس تمہارے اعمال کو جاننے والا ہے اور ثواب عنایت فرمائے گا۔

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ میں ظاہر مراد نہیں جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا ہے، لہذا اس سے معیت ذاتی پر استدلال مخدوش ہے، بلکہ علامہ ابو سعود کی عبارت سے معیت علمی ثابت ہوئی، نیز علامہ نے ذاتہ کا معنی حضورِ علمی سے کیا جس سے اللہ حاضر کا معنی بھی معلوم ہوا کہ حاضر بعلمہ ہے۔

4) علامہ عبد القاہر جرجانیؒ کہتے ہیں:

(وجه الله) ليس كأوجه خلقه، وهو خالق الوجوه، متعال عن الحلول في الجهات والأقطار، وهو أقرب من حبل الوريد، سبحانه وتعالى، وقد أول من أول من أصحابنا بأنه الإقبال بالرحمة والرضوان والقبول، وهو ممكن أن يكون مرادا. [2]

یعنی اللہ کا وجہ مخلوق کے وجوہ جیسا نہیں وہ تو وجوہ کا خالق ہے، (اور خالق و مخلوق میں مشابہت نہیں ہو سکتی) اللہ تعالیٰ جہات واطراف میں حلول سے منزہ ہے اور شہ رگ سے قریب بھی ہے (بلا کیف وتشبیہ) اور ہمارے اصحاب میں سے بعض نے اس کی تاویل کی ہے کہ جہاں بھی تم منہ کروگے وہاں اللہ کی رحمت ورضا اور قبولیت متوجہ ہوگی، ممکن ہے کہ یہ تاویلی معنی ہی مراد ہو۔

اس عبارت سے چند امور ثابت ہوئے:

❖ اللہ سبحانہ حلول سے منزہ ہے، اور بلا کیف وتشبیہ مخلوق سے قریب بھی ہے مگر قرب سے ظاہری معنی مراد نہیں کہ حلول لازم آئے، بلکہ معنی قرب میں تفویض ہے۔

---

[1] تفسير أبی سعود ،1:150.

[2] دَرْجُ الدُّرر في تَفسِيرِ الآيِ والسُّوَر ج1 ص231.

❖ بعض نے تاویل کی ہے اور یہ بھی مراد ہو سکتی ہے۔

❖ علامہ کا یہ فرمان اشاعرہ وماتریدیہ اہل سنت کے بالکل موافق ہے کہ صفات مشکلہ میں یا تفویض ہے اور یا تاویل۔

دلیل نمبر (2)

﴿وَإِذا سَأَلَكَ عِبادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذا دَعانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾ (البقرة:186)

جواب

اس آیت کریمہ سے بھی استدلال درست نہیں، اس لیے کہ یہاں سوال ذات کے متعلق نہیں، بلکہ اس سے استدلال ظاہر پرستی پر مبنی ہے۔ چند مفسرین کے اقوال پیش خدمت ہیں۔

تفسیر نمبر (1) علامہ آلوسی حنفیؒ فرماتے ہیں۔

عَنِّي أي عن قربي وبعدي إذ ليس السؤال عن ذاته، والقرب حقيقة في القرب المكاني المنزه عنه تعالى فهو استعارة لعلمه تعالى بأفعال العباد وأقوالهم وإطلاعه على سائر أحوالهم.[1]

یعنی سوال ذات کے بارے میں نہیں بلکہ قرب وبعد کے متعلق ہے۔ قرب کا حقیقی معنی قرب مکانی ہے اور اللہ سبحانہ مکان سے منزہ ہے پس یہ استعارہ ہے اللہ کے علم سے اپنی مخلوق کے تمام افعال واعمال پر۔

تفسیر نمبر (2) علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

قَوْلُهُ تَعَالَى: فَإِنِّي قَرِيبٌ أَيْ بِالْإِجَابَةِ. وَقِيلَ بِالْعِلْمِ. وَقِيلَ: قَرِيبٌ مِنْ أَوْلِيَائِي بِالْإِفْضَالِ وَالْإِنْعَامِ.[2]

---

[1] روح المعانی ج3:137.

[2] تفسیر القرطبی ج1ص686.

یعنی قریب کا معنیٰ ہے کہ دعا قبول فرمائے گا تو قرب بالاجابت ہے یا قرب علمی ہے یا قرب سے مراد خدا تعالیٰ کا اپنے دوستوں پر افضال وانعام مراد ہے۔

تفسیر(3) علامہ عبدالکریم قشیری فرماتے ہیں۔

ثم بين أن تلك القربة ما هى: حيث تقدس الحق سبحانه عن كل اقتراب بجهة أو ابتعاد بجهة أو اختصاص ببقعة فقال: ''أجيب دعوة الداع'' وإن الحق سبحانه قريب من الجملة والكافة بالعلم والقدرة والسماع والرؤية، وهو قريب من المؤمنين على وجه التبرية والنصرة وإجابة الدعوة، وجل وتقدس عن أن يكون قريبا من أحد بالذات والبقعة فإنه أحدى لا يتجه فى الأقطار، وعزيز لا يتصف بالكنه والمقدار. [1]

یعنی جب اللہ قرب مکانی سے منزہ ہے تو قرب کے کیا معنیٰ ہیں؟ پس اللہ جل جلالہ نے (فإنی قريب) کے بعد قرب کا معنیٰ متعیّن کرنے کے لیے (أجيب دعوة الداع) فرمایا، پس اللہ تمام مخلوق کے قریب ہے، علم قدرت، سمع اور رؤیت کے اعتبار سے اور مومنین کے قریب ہے حفاظت ونصرت اور اجابت کے اعتبار سے اور اللہ جل جلالہ کسی ایک کے بھی ذات اور مکان کے اعتبار سے قریب نہیں، کیونکہ وہ تو احدی ذات ہے، جہات واطراف میں نہیں ہو سکتا اور عزیز ہے کنہ اور مقدار سے متّصف نہیں کیا جا سکتا۔

ان عبارات سے چند اُمور ثابت ہوئے:

- ❖ اس آیت کریمہ میں سوال ذات کا نہیں ہے، لہذا جن حضرات نے ذات مراد لی ہے درست نہیں۔
- ❖ اس آیت کریمہ میں قرب ذاتی مراد نہیں بلکہ قرب وصفی مراد ہے۔
- ❖ قرب ذاتی سے متبادر قرب مکانی ہے اور اللہ قرب مکانی سے منزہ ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ سے قرب ذاتی پر استدلال درست نہیں۔

---

[1] تفسير القشيرى ج1 ص156.

دلیل نمبر (3)

﴿يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللهِ وَهُوَ مَعَهُمْ﴾ [النساء: 108]

جواب

اس آیت سے بھی استدلال درست نہیں اور خصم کا یہ کہنا کہ ھو ضمیر ہے اور ضمیر سے اشارہ ذات کی طرف ہوتا ہے۔

یہ استدلال چند وجوہ کی بناء پر بالکل قابلِ التفات نہیں۔

اوّل: تو اس لیے کہ اگر ہر جگہ ضمیر سے ذات مراد لی جائے تو پھر ﴿كل شيئ هالك إلا وجهه﴾ اور ﴿نسوا الله فنسيهم﴾ اسی طرح بہت سی احادیث بھی ہیں مثال کے طور پر (مرضت فلم تعدني) وغیرہ کیا ان نصوص میں بھی ضمیر کو ذات کی طرف راجع کریں گے، اگر جواب ہاں میں ہے تو کیا نسیان اور مرض اللہ کی صفات ہیں؟ کلا و حاشا ہم تو یہ جرات نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی ظاہر پرست کر لے تو ہم کیا کہہ سکتے ہیں، ہم تو بس مفسرین اہل سنت کی تفسیر قبول کرتے ہیں۔

دوم: تمام مفسرین نے یہاں تاویل بالعلم کی ہے جیسا کہ ہم نے باب دوم میں اجماع سے بھی ثابت کیا۔ چند تفاسیر یہاں بھی ملاحظہ فرمالیں۔

1) علامہ جلال الدین سیوطیؒ کہتے ہیں:

وَهُوَ مَعَهُمْ، بِعِلْمِهِ[1]

2) علامہ ابن عطیہؒ کہتے ہیں:

ومعنى وَهُوَ مَعَهُمْ، بالإحاطة والعلم والقدرة[2]

3) امام ابن جریر طبریؒ کہتے ہیں:

وهو معهم، يعني: والله شاهدهم [3]

---

[1] جلالين.

[2] المحرر الوجيز ج2ص110.

[3] جامع البيان في تأويل القرآن 9:191 مؤسسة الرسالة

دلیل نمبر (4)

﴿وَإِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا قَالَ يَاقَوْمِ اعْبُدُوا اللهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ هُوَ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُجِيبٌ﴾ [هود:61]

جواب

بعض حضرات اس آیت سے استدلال معیت ذاتی پر کرتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس آیت سے ان کا مدعا بالکل ثابت نہیں ہوتا۔ مفسرین کی چند تفاسیر ملاحظہ کریں۔

1. امام رازیؒ کہتے ہیں:

إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُجِيبٌ يَعْنِي أَنَّهُ قَرِيبٌ بِالْعِلْمِ وَالسَّمْعِ مُجِيبٌ دُعَاءَ الْمُحْتَاجِينَ بِفَضْلِهِ وَرَحْمَتِهِ.[1]

اللہ علم وسمع کے اعتبار سے قریب ہے، محتاجوں کی دعا اپنے فضل ورحمت سے قبول کرتا ہے۔

2. علامہ بیضاویؒ کہتے ہیں:

إن رَبِّي قَرِيبٌ قريب الرحمة. مُجِيبٌ لداعيه.[2]

اللہ قریب ہے رحمت کے اعتبار سے سائلین کی دعا قبول کرتا ہے۔

3. شیخ المراغیؒ کہتے ہیں:

﴿إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُجِيبٌ﴾ أي قريب من عباده لا يخفى عليه استغفارهم ولا الباعث عليه ومجيب الدعاء من دعاه وسأله إذا كان مؤمنا مخلصا.[3]

اللہ اپنے بندوں کے قریب ہے، بندوں کا اللہ سے استغفار کرنا اللہ پر مخفی نہیں اور مانگنے والوں کی دعا

---

[1] مفاتيح الغيب التفسير الكبير ج8ص368.

[2] تفسير البيضاوى ج3ص140.

[3] تفسير المراغي ج12 ص54،ط: مصطفى المراغى: شركة مكتبة ومطلبعة مصطفى البابى الحلبي.

قبول کرتا ہے جب کہ وہ مؤمن مخلص ہو۔

دلیل نمبر (5)

﴿قُلْ إِنْ ضَلَلْتُ فَإِنَّمَا أَضِلُّ عَلَى نَفْسِي وَإِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوحِي إِلَيَّ رَبِّي إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ﴾[سبا:50]

جواب

اس آیت میں بھی مفسرین نے مذکورہ بالا تاویلات کی ہیں، لہذا تکرار سے بچنے کی خاطر نقل کرنے سے اجتناب کر رہا ہوں۔

دلیل نمبر (6)

﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ ﴾(85)﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنعْلَمُ مَا توَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقربُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ﴾(16)

جواب

1) علامہ واحدیؒ کہتے ہیں:

﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ﴾[الواقعة:85] أي: بالعلم، والقدرة، والرؤية[1]

ہم (اس وقت) اس (مرنے والے) شخص کے تم سے بھی زیادہ نزدیک ہوتے ہیں یعنی علم اور قدرت اور رؤیت کے اعتبار سے (تم سے زیادہ نزدیک ہم ہوتے ہیں۔)

2) علامہ طبریؒ کہتے ہیں:

وقد اختلف أهل العربية في معنى قوله (وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ) فقال بعضهم: معناه: نحن أملك به، وأقرب إليه في المقدرة عليه.

---

[1] تفسير الوسيط للواحدی ج4ص241.

وقال آخرون: بل معنى ذلك (وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ) بالعلم بما تُوَسْوِس به نفسه. (وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ) يقول: ورسلنا الذين يقبضون روحه أقرب إليه منكم-[1]

اہل عربیت کا اس کی تاویل میں اختلاف ہے، بعض قرب بالعلم اور بعض قرب بالقدرت مراد لیتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ ورسلنا تقدیر پہلے مقدر ہے اور مراد قرب ملائکہ کا ہے۔

3) علامہ بغویؒ کہتے ہیں

ونحن أقرب إليه، أعلم به، من حبل الوريد، لأن أبعاضه وأجزاءه يحجب بعضها بعضا، ولا يحجب علم الله شيء. [2]

قرب سے مراد قرب علمی ہے کہ وہ انسان سے اس کے نفس سے بھی زیادہ قریب ہے، کیونکہ انسان کے ابعاض واجزاء توایک دوسرے سے پوشیدہ ہیں اور اللہ کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

4) علامہ ابن عطیہؒ کہتے ہیں:

نحن أقرب إليه من حبل الوريد عبارة عن قدرة الله على العبد، وكون العبد في قبضة القدرة، والعلم قد أحيط به، فالقرب هو بالقدرة والسلطان[3]

قرب سے مراد اللہ کی اپنے بندے پر قدرت اور بندے کا اللہ کے قبضہ میں ہونا ہے اور یہ کہ اللہ کا علم اس پر محیط ہے، پس مراد قرب سے قرب قدرت اور بادشاہت ہے۔

5) علامہ ابن جوزیؒ کہتے ہیں:

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ فيه قولان: أحدهما: ملك الموت أدنى إليه من أهله وَلكِنْ لا تُبْصِرُونَ الملائكة، رواه أبو صالح عن ابن عباس. والثاني: ونحن أقرب إليه منكم بالعلم والقدرة والرؤية وَلكِنْ لا تُبْصِرُونَ أي: لا تعلمون، والخطاب للكفار، ذكره الواحدي. [1]

---

[1] تفسير الطبرى ج22ص342.

[2] تفسير البغوى 4:272.

[3] تفسير ابن عطية 5:159.

[1] زاد المسير 4:230.

حاصلِ عبارت

اس کی تفسیر میں دو اقوال ہیں، اوّل یہ ہے کہ ملک الموت انسان کے نفس سے بھی زیادہ قریب ہے، لیکن ان کو نظر نہیں آتا، اور دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ باعتبار علم وقدرت اور رؤیت کے آپ کے قریب ہے۔

دلیل نمبر (7)

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ [الحديد :4]

جواب

اس آیت کے متعلق تفصیل باب دوم میں گذر چکی ہے۔

دلیل نمبر (8)

﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَى مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّ اللهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ [المجادلة:7]

جواب

اس آیت کی بھی مذکورہ بالا تفسیر مفسرین نے کی ہے یعنی هو مَعَهُمْ بعلمه۔

دلیل نمبر (9)

﴿ءأمنتم من في السماء أن يخسف بكم الأرض فإذا هي تمور﴾ [الملك:16]

جواب

اس آیت سے بعض نے یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ صرف عرش پر نہیں بلکہ آسمانوں میں بھی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ آسمان تو حادث اور مخلوق ہے، اللہ سبحانہ کی ذات آسمانوں کی تخلیق سے پہلے بھی موجود بلا مکان تھی، اور اب آسمانوں اور عرش کی تخلیق کے بعد بھی موجود بلا مکان ہے۔ چند تفاسیر ملاحظہ کر لیں۔

1) تفسیر الوسیط میں ہے۔

وظاهر الآية يدل على أَنه تعالى في السماءِ مع أَنه سبحانه موجود قبل خلقها، وللعلماءِ في هذا وأَمثاله مذهبان: أَحدهما (مذهب السلف) وهم يسلمون بدلالة النص، وعليه أَئمة السلف، والآية عندهم من المتشابه، وفيه يقول صلى الله عليه وسلم: ''آمنوا بمتشابهه'' ولم يقل أَوّلوه، فهم مؤمنون بأَنه عز وجل في السماءِ على المعنى الذي أَراده الله سبحانه مع كمال التنزيه، أَسند البيهقي بسند صحيح عن أَحمد بن أَبي الحواري عن سفيان بن عيينة: كل ما وصف الله تعالى به نفسه في كتابه فتفسيره تلاوته والسكوت عنه.وهذه طريقة الشافعي وأَحمد بن حنبل، ويقول الآلوسي: إِن هذا هو رأَي العصر الثالث، وهم فقهاءُ الأَمصار، كالثوري والأَوزاعي ومالك والليث ومن عاصرهم .... الخ.(المذهب الثاني) مذهب الخلف، وهم يؤولون فيقولون: من في السماء أَمره وقضاؤه فالسماء مصدر أَوامره إِلى ملائكته، ومنها يصدر قضاؤه، فكأَنه قيل: ءَأَمنتم من ملكوته ومصدر أَحكامه في السماءِ، والذي دفعهم إِلى التأَويل هو تنزيهه سبحانه عن المكان.[1]

آیت کا ظاہری معنی ہے کہ اللہ آسمان میں ہے، حالانکہ اللہ سبحانہ تو آسمان کے پیدا ہونے سے پہلے بھی موجود تھے، اس جیسی آیات میں علماء کے دو مذہب ہیں: اوّل مذہب سلف کا ہے کہ یہ

---

[1] تفسير المراغي، الشيخ أحمد 54:12 مصطفى المراغى: شركة مكتبة ومطلبعة مصطفى البابى الحلبي.

متشابہات میں سے ہے، ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں اور تفسیر یا تاویل نہیں کرتے، کیونکہ اللہ کے نبی ﷺ نے متشابہات پر ایمان رکھنے کا حکم دیا ہے تاویل کا نہیں، پس اللہ آسمان میں ہے، اس کا جو معنی اللہ نے مراد لیا ہے وہی درست ہے، ہم کو اس کا معنی مرادی معلوم نہیں اور ظاہری معنی جو موجب تشبیہ ہے مراد نہیں۔ یہ مسلک بہت سے اسلاف کا ہے۔ دوسرا مذہب خلف کا ہے کہ وہ حضرات تاویل (ظنی) کرتے ہیں کہ من فی السماء سے اللہ کا امر و حکم مراد ہے وغیرہ۔ یہ حضرات تاویل کی طرف اس لیے گئے کہ اللہ سبحانہ مکان سے منزہ ہیں۔

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ اہل حق نے ان جیسی آیات میں یا تو تفویض مع التنزیہ کا مسلک اپنایا ہے یا تاویل صحیح کا، اہل حق سے اس کے خلاف منقول نہیں۔

2) امام ثعلبیؒ کہتے ہیں:

ءَأَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّماءِ وقال ابن عباس: أمنتم عذاب من في السماء أن عصيتموه. وقيل: معنى أَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّماءِ: قدرته وسلطانه وعرشه ومملكته، وقيل: إنّما قال: مَنْ فِي السَّماءِ لأنّهم كانوا يعترفون بأنّه إله السماء، ويزعمون إنّ الأصنام آلهة الأرض، وكانوا يدعون الله من جهة السماء، وينتظرون نزول أمره بالرحمة والسطوة منها.وقال المحقّقون معنى قوله: فِي السَّماءِ أي فوق السماء كقوله تعالى: فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ، أي فوقها لا بالمماسة والتحيز و لكن بالقهر والتدبير ''مَنْ فِي السَّماءِ'' أراد بهم الملائكة الذين يسكنون السماء، فهم موكّلون بالعذاب. وأعلم أنّ الآيات والأخبار الصحاح في هذا الباب كثيرة وكلّها إلى العلو مشيرة، ولا يدفعها إلّا ملحد جاحد أو جاهل معاند، والمراد بها- والله أعلم- توقيره و تعظيمه وتنزيهه عن السفل والتحت، ووصفه بالعلو و العظمة دون أن يكون موصوفا بالأماكن والجهات والحدود والحالات لأنّها صفات الأجسام وأمارات الحدث والله سبحانه وتعالى كان ولا مكان فخلق الأمكنة غير محتاج إليها، وهو على ما لا يزل، ألا يرى أنّ الناس يرفعون أيديهم في حال الدعاء إلى السماء مع إحاطة علمه وقدرته ومملكته بالأرض و غيرها أحاطتها بالسماء،

إلّا أنّ السماء مهبط الوحي ومنزل القطر ومحلّ القدس ومعدن المطهرين المقرّبين من ملائكته، و إليها ترفع أعمال عباده وفوقها عرشه وجنّته وبالله التوفيق.[1]

حاصل عبارت

اس طویل عبارت سے کئی فوائد حاصل ہوئے:

من فی السماء میں کئی تاویلات ہیں۔

- مراد یہ ہے کہ اللہ کی قدرت وسلطنت آسمانوں پر ہے۔
- یہ من فی السماء کا جملہ مشرکین عرب کے عقیدہ کے موافق لایا گیا کہ ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ آسمانوں کا معبود ہے اور زمین کا معبود اصنام (خیالاتی خدا) ہیں۔
- یا مراد یہ ہے کہ اللہ کے موکل ملائکہ آسمان میں ہیں۔
- محققین کہتے ہیں کہ مراد فوق السماء ہے، فوقیت بہت سی نصوص سے ثابت ہے، جس سے سوائے جاہل ومعاند کے کوئی انکار نہیں کر سکتا، لیکن فوقیت حسی نہیں بلکہ فوقیت رتبی وتعظیمی اور تدبیر اور قہر کی ہے کہ اللہ تحت وسفل سے منزہ ہے اور صفت علو سے متّصف ہے، لیکن اللہ جہات وحدود سے منزہ ہے، کیونکہ یہ صفات اجسام کی ہیں اور حادث ہونے کی علامت ہے، کیونکہ اللہ موجود تھے اور اس وقت کان ومکان نہیں تھا، پس وہ اب بھی اسی طرح ہے جیسا کہ پہلے تھا تغیر وتبدیل سے پاک ہے۔
- دعا میں آسمان کی طرف ہاتھ اس لیے اُٹھائے جاتے ہے کہ وہ مہبط وحی اور مقربین ملائکہ کی جگہ ہے اور دعا کا قبلہ ہے ورنہ اللہ کے علم ووقدرت میں تو تمام کائنات یکساں ہے۔

3) امام رازیؒ کہتے ہیں:

واعلم أن المشبهة احتجوا على إثبات المكان لله تعالى بقوله: ءَأمنتم من في السماء، والجواب عنه أن هذه الآية لا يمكن إجراؤها على ظاهرها باتفاق

---

[1] تفسير الثعلبى 9:360.

المسلمين، لأن كونه في السماء يقتضي كون السماء محيطا به من جميع الجوانب، فيكون أصغر من السماء، والسماء أصغر من العرش/ بكثير، فيلزم أن يكون الله تعالى شيئا حقيرا بالنسبة إلى العرش، وذلك باتفاق أهل الإسلام محال، ولأنه تعالى قال: قل لمن ما في السماوات والأرض قل لله [الأنعام: 12] فلو كان الله في السماء لوجب أن يكون مالكا لنفسه وهذا محال، فعلمنا أن هذه الآية يجب صرفها عن ظاهرها إلى التأويل [1]

مشبہہ اور مجسمہ نے اس آیت سے اللہ کے لیے مکان ثابت ہونے پر استدلال کیا ہے مگر یہ درست نہیں، کیونکہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اس سے ظاہر مراد نہیں، کیونکہ اگر ظاہر مراد ہو تو پھر معنی یہ ہو گا کہ اللہ آسمان سے بھی چھوٹا ہے اور آسمان تو عرش سے بھی زیادہ چھوٹا ہے، تو العیاذ باللہ! کیا اللہ عرش اور آسمان سے بھی چھوٹا ہے جو کے مخلوق ہیں، پس مسلمانوں کے اتفاق سے ظاہر مراد نہیں۔

[1] تفسیر الکبیر ج 30 ص 592.

مطلب دوم

احادیث کے ظاہر سے استدلال کے جوابات

دلیل نمبر (1)

حدثنا يحيى بن يحيى التميمي، قال: قرأت على مالك، عن نافع، عن عبد الله بن عمر، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رأى بصاقا في جدار القبلة فحكه، ثم أقبل على الناس فقال: إذا كان أحدكم يصلي فلا يبصق قبل وجهه، فإن الله قبل وجهه إذا صلى.[1]

اس حدیث کے ظاہری الفاظ فإن الله قبل وجهه *سے* **بعض حضرات** *نے یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ ہر جگہ موجود ہے۔لیکن ان لوگوں کا یہ استدلال صراحتًا باطل ہے بلکہ ایک حدیث کا جملہ اس طرح ہے* وليبصق عن يساره، أو تحت قدمه اليسرى *جو اس خیال کی تردید کرتا ہے، ذیل میں شارحین حدیث سے اس کا صحیح مطلب نقل کیا جاتا ہے۔*

1. *ابوبکر ابن عربی مالکی (م 543ھ) کہتے ہیں:*

فإنَّ الله قِبَلَ وَجْهِهِ قال علماؤنا: إنّما قال ذلك تشريفًا للقِبْلَةِ، كما قال: أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ الآية، فإنّ الباريُ تعالى يتنزَّهُ ويتقدَّسُ أنّ يحلَّ بالجِهَاتِ أو تكتَنِفُه الأقطار، ولكن في ذلك، معْنيَان: أحدهما: ما قدّمناه لكم من أنّ الله بلُطْفِهِ وسابغِ نِعْمَتِهِ إذا أراد أنّ يُكرمَ شيئًا من خَلْقِهِ أضافَهُ إليه، أو أخبر بنَفْسِهِ عنه. والثّاني: أنّ هذا المصلِّي قد اعْتَقَدَ أنّه بين يَدَي الله كما هو، والْتَزَمَ التَّعظيمَ لِمَن تَوَجَّه له، والبُصَاقُ إهانَةٌ، فكيف يصحُ أنّ يأتِي بفعل يناقضُ اعتقاده، وهذا بديعٌ في فَنَّه فتَأَمَّلْهُ.[2]

---

[1] صحيح البخاري ح 753

[2] المسالِك في شرح مُوَطَّأ مالك ج3ص346،ط: دَار الغَرب الإسلامي.

حاصلِ عبارت

ہمارے علماء کرام فرماتے ہیں ﴿فإن الله قبل وجهه﴾ یہ جملہ تعظیم وتشریف قبلہ کے لیے ہے، جیسا کہ یہ قول باری تعالیٰ: ﴿أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ﴾ کیونکہ اللہ حلول بالجہات سے منزہ ہے۔ پس اس قول کے دو مطلب ہیں۔

1) اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور کامل نعمت اپنی بندوں پر یہ ہے کہ اپنی مخلوق میں سے جس کا اکرام کرنا چاہے تو اپنی طرف اس کی اضافت کرتا ہے، یا اس سے بنفس نفیس خبر دیتا ہے۔

2) دوسرا معنی یہ ہے کہ مصلی نے نماز کی نیت کر کے یہ اعتقاد کیا ہے کہ وہ اللہ کے سامنے کھڑا ہے اور تعظیم کا مظاہرہ اپنے خالق کے سامنے کر رہا ہے، اور قبلہ کی طرف تھوکنا اس اعتقاد کے خلاف ہے، کیونکہ کسی کی طرف تھوکنا اہانت ہے، اس لیے قبلہ کی طرف تھوکنے سے منع فرمایا ہے۔

2. امام ابو سلیمان خطابیؒ (م 388ھ) کہتے ہیں:

وقوله فإن الله قبل وجهه تأويله أن القبلة التي أمره الله عزو جل بالتوجه إليها للصلاة قبل وجهه فليصنها عن النخامة. وفيه إضمار وحذف واختصار كقوله تعالى: وأشربوا في قلوبهم العجل [البقرة: 93] أي حب العجل وكقوله تعالى واسأل القرية [يوسف: 82] يريد أهل القرية ومثله في الكلام كثير وإنما أضيفت تلك الجهة إلى الله تعالى على سبيل التكرمة كما قيل بيت الله وكعبة الله في نحو ذلك من الكلام.[1]

حاصل عبارت

علامہ فرماتے ہیں کہ "فإن الله قبل وجهه" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس قبلہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم فرمایا ہے، وہ اس مصلی کے سامنے ہے۔ پس اس طرف تھوکنے سے پرہیز کریں، پس اس عبارت میں حذف واضمار واختصار ہے۔ اور قبلہ کی اضافت اللہ کی طرف تعظیم وتکریم کے لیے ہے جیسا کہ بیت اللہ کعبۃ اللہ وغیرہ میں۔

---

[1] معالم السنن، وهو شرح سنن أبي داود ج1 ص44، ط: المطبعة العلمية حلب.

3. امام ابوبکر ابن فورکؒ (م 406ھ) کہتے ہیں:

إعلم أَن معنى قَوْله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم إِن الله سُبْحَانَهُ قبل وَجهه يحْتَمل وُجُوهًا أَحدهَا أَن يكون مَعْنَاهُ أَن ثَوَاب الله لهَذَا الْمُصَلِّي ينزل عَلَيْهِ من قبل وَجه هَذَا الْمُصَلِّي وَمثله قَوْله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم يَجِيء الْقُرْآن بَين يَدي صَاحبه يَوْم الْقِيَامَة. [1]

حاصل عبارت

اس عبارت کے معنی متعیّن کرنے میں کئی احتمالات ہیں، ایک یہ ہے کہ اللہ کا ثواب جو اس مصلی پر ہے وہ قبلہ کی طرف سے نازل ہو رہا ہے جیسا کہ اس حدیث يَجِيء الْقُرْآن کا مطلب ہے، یعنی قرآن کا ثواب صاحب قرآن کے سامنے قیامت کے روز آئے گا۔

4. امام ابوزکریا محیی الدین یحیی بن شرف النوویؒ (م 676ھ) کہتے ہیں:

قوله صلى الله عليه وسلم (فإن الله قبل وجهه) أي الجهة التي عظمها وقيل فإن قبلة الله وقيل ثوابه ونحو هذا. [2]

5. علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کہتے ہیں:

فإن الله قبل وجهه فلا يتخمن أحد قبل وجهه في الصلوة قال العيني ولا يصح هذا الكلام على ظاهره لأن الله تعالى منزه عن الحلول في المكان فالمعنى على التشبيه أي كأنه بينه وبين القبلة وقال ابن عبد البر وهذا كلام خرج على التعظيم لشان القبلة وقد نزع بعض المعتزلة القائلين بأن الله في كل مكان وهوجهل واضح لأن في الحديث وهو يبزق تحت قدمه وفيه نقض ما أصلوه وفيه الرد علي من زعم إنه على العرش بذاته والله أعلم. [1]

---

[1] مشكل الحديث وبيانه ج1ص265 ، ط:عالم الكتب بيروت.

[2] شرح النووي بهامش مسلم :1:425 مكتبة البشرى.

[1] فتح الملهم 3:395.

حاصل عبارت

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث سے ظاہر مراد نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ حلول فی المکان سے منزہ ہے پس معنی تشبیہی مراد ہے۔ علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں: یہ کلام قبلہ کی تعظیم کے لیے فرمایا گیا ہے، بعض معتزلہ جو اس کے قائل ہیں کہ اللہ ہر مکان میں ہیں، اس حدیث کے ظاہر سے استدلال کرتے ہیں کہ اللہ ہر مکان میں ہے، لیکن یہ صریح جہالت ہے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ قدم کے نیچے تھوکے، اس میں ان لوگوں کے اعتقاد پر ردّ ہے (یعنی اگر قبلہ کی طرف تھوکنا اس لیے ناجائز ہو کہ اللہ قبلہ کی طرف ہے تو جب آپ کا عقیدہ ہے کہ ہر جگہ اللہ ہے تو قدم کے نیچے تھوکنا کیوں جائز ہے؟)

شارحین کے ان حوالاجات سے چند اُمور واضح ہوئے:

- اس قسم کی تمام احادیث میں علماء اہل سنت نے تاویل کی ہے۔
- معتزلہ اور جہمیہ نے اس حدیث سے جو استدلال کیا ہے ہرگز درست نہیں۔
- اس حدیث سے معتزلہ وجہمیہ کا دعوی ثابت نہیں ہوتا، بلکہ اس پر ردّ ہے کہ اگر قبلہ کی طرف تھوکنا اس وجہ سے منع ہو کہ اللہ کی ذات وہاں ہے، تو پھر یمین اور یسار کی طرف تھوکنا کیوں جائز ہے؟ لہذا اس سے ظاہر مراد لینا غلطی ہے۔
- استوی میں بذاتہ کی قید لگانا بھی بدعت ہے اور اس حدیث میں اس پر صریح ردّ ہے۔ تفصیل باب ششم میں ہے۔

حدیث نمبر (2)

حدثني هارون بن عبد الله حدثنا حجاج بن محمد قال قال ابن جريج أخبرني أبو الزبير أن عليا الأزدي أخبره أن ابن عمر علمهم أن رسول الله ﷺ كان إذا استوى على بعيره خارجا إلى سفر كبر ثلاثا ثم قال ﴿سبحان الذي سخر لنا هذا وما كنا له مقرنين وإنا إلى ربنا لمنقلبون﴾ اللهم إنا نسألك في سفرنا هذا البر والتقوى ومن العمل ما ترضى اللهم هون علينا سفرنا هذا واطو عنا بعده اللهم أنت الصاحب في السفر والخليفة في الأهل اللهم إني أعوذ بك من وعثاء السفر وكآبة المنظر وسوء المنقلب في المال والأهل وإذا رجع قالهن وزاد

فیهن آیبون تائبون عابدون لربنا حامدون-[1]

اس حدیث سے بعض حضرات نے استدلال کیا ہے کہ اللہ ہر جگہ ہے مستدل یہ الفاظ ہیں: أنت الصاحب فی السفر و الخلیفة فی الأهل لیکن اس سے استدلال درست نہیں ۔آج تک کسی اہل حق نے یہ مطلب بیان نہیں کیا، ذیل میں چند عبارات ملاحظہ فرمالیں۔

1) علامہ شرف الدین الحسین بن عبداللہ الطیبی (م743ھ) کہتے ہیں:

(أنت الصاحب): الصاحب هو الملازم، وأراد ذلك مصاحبة الله إياه بالعناية والحفظ، والاستئناس بذكره، والدفاع لما ينوبه من النوائب. و (الخليفة) هو الذي ينوب عن المستخلف، يعني أنت الذي أرجوه وأعتمد عليه في سفري وفي غيبتي عن أهلي، بأن يكون معيني وحافظي، وأن يلم شعثهم ويداوي سقمهم، ويحفظ عليهم دينهم وأمانتهم.[2]

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں (الصاحب فی السفر) کا معنی یہ نہیں جو ان ظاہر پرستوں نے سمجھا ہے، بلکہ اس کی مراد یہ ہے کہ ہمارے محافظ بھی اللہ ہیں اور ہمارے اہل کے محافظ و مددگار بھی ہیں۔

2) امام جلال الدین سیوطی (المتوفی: 911ھ) کہتے ہیں:

اللهمَّ أَنْت الصاحب فِي السّفر والخليفة فِي الْأَهْل قَالَ الْبَاجِيّ يَعْنِي أَنه لَا يَخْلُو مَكَان من أمره وَحكمه فيصحب الْمُسَافِر فِي سَفَره بِأَن يُسلمهُ وَيَرْزقهُ ويعينه ويوفقه ويخلفه فِي أَهله بِأَن يرزقهم ويعصمهم فَلَا حكم لأحد فِي الأَرْض وَلَا فِي السَّمَاء غَيره[1]

حاصل عبارت

علامہ باجی لکھتے ہیں کہ کوئی مکان اس کے امر و حکم سے خالی نہیں، پس مسافر اللہ کی مصاحبت میں رہتا

---

[1]صحیح مسلم ح 1352.

[2] شرح الطيبي على مشكاة المصابيح المسمى ب- الكاشف عن حقائق السنن ج 6ص993،ط: مكتبة نزار مصطفى الباز (مكة المكرمة الرياض).

[1] تنوير الحوالك شرح موطأ مالك ج2ص247، ط:المكتبة التجارية الكبرى مصر.

ہے، اللہ تعالیٰ ہی اس کی حفاظت کرتا ہے اور اس کو رزق دیتا ہے اور مدد کرتا ہے اور توفیق دیتا ہے، اور اس کے اہل کا خلیفہ ہوتا ہے، بایں معنی ان کی حفاظت کرتا ہے اور رزق دیتا ہے، پس زمین وآسمان میں اس کے حکم کے سوا کسی کا حکم نہیں چلتا۔

3) ملا علی قاری (م 1014ھ) کہتے ہیں:

(اللهمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ) أَيِ: الْمُحَافِظُ وَالْمُعِينُ، وَالصَّاحِبُ فِي الْأَصْلِ الْمُلَازِمُ، وَالْمُرَادُ مُصَاحَبَةُ الله إِيَّاهُ بِالْعِنَايَةِ وَالْحِفْظِ وَالرِّعَايَةِ، فَنَبَّهَ بِهَذَا الْقَوْلِ عَلَى الِاعْتِمَادِ عَلَيْهِ وَالِاكْتِفَاءِ بِهِ عَنْ كُلِّ مُصَاحِبٍ سِوَاهُ، وَقَدْ وَرَدَ فِي الْحَدِيثِ الْقُدُسِيِّ: أَنَا يَدُكَ اللَّازِمُ فَلَازِمْ يَدَكَ (وَالْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ) الْخَلِيفَةُ مَنْ يَقُومُ مَقَامَ أَحَدٍ فِي إِصْلَاحِ أَمْرِهِ، قَالَ التُّورِبِشْتِيُّ: الْمَعْنَى أَنْتَ الَّذِي أَرْجُوهُ وَأَعْتَمِدُ عَلَيْهِ فِي سَفَرِي بِأَنْ يَكُونَ مُعِينِي وَحَافِظِي، وَفِي غَيْبَتِي عَنْ أَهْلِي أَنْ تَلُمَّ شَعَثَهُمْ وَتُدَاوِيَ سُقْمَهُمْ وَتَحْفَظَ عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ وَأَمَانَتَهُمْ [1]

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ سفر میں ہمارا بھی معین ومددگار ہے اور ہمارے اہل وعیال کا بھی۔

ان تمام عبارت سے معلوم ہوا کہ "أنت الصاحب فی السفر والخلیفة فی الأهل" سے ظاہری معنی مراد نہیں، بلکہ اس جملہ کا صحیح معنی وہ ہے جو شارحین حدیث نے سمجھا ہے۔

حدیث نمبر (3)

حدثني محمد بن حاتم بن ميمون، حدثنا بهز، حدثنا حماد بن سلمة، عن ثابت، عن أبي رافع، عن أبي هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله عز وجل يقول يوم القيامة: يا ابن آدم مرضت فلم تعدني، قال: يا رب كيف أعودك؟ وأنت رب العالمين، قال: أما علمت أن عبدي فلانا مرض فلم تعده، أما علمت أنك لو عدته لوجدتني عنده؟ يا ابن آدم استطعمتك فلم تطعمني، قال: يا رب وكيف أطعمك؟ وأنت رب

[1] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ج4ص1680، ط: دار الفكر، بيروت لبنان.

العالمين، قال: أما علمت أنه استطعمك عبدي فلان، فلم تطعمه؟ أما علمت أنك لو أطعمته لوجدت ذلك عندي، يا ابن آدم استسقيتك، فلم تسقني، قال: يا رب كيف أسقيك؟ وأنت رب العالمين، قال: استسقاك عبدي فلان فلم تسقه، أما إنك لو سقيته وجدت ذلك عندي -[1]

مطلب حدیث شارحین کی نظر میں

1) *ابو عبداللہ محمد بن علي بن عمر* التَّمِيمي المازري المالكي (م 536ھ) *کہتے ہیں:*

لو عدته لوجدتنى عنده فإنه يريد ثوابى وكرامتى، وعبر عن ذلك بوجوده على جهة التجوز والاستعارة، وكلاهما سائغ شائع في لسان العرب. وقد قدمنا ذكر أمثاله. وعلى هذا المعنى يحمل قوله تعالى: وَوَجَدَ الله عِندَهُ يعنى مجازاة الله تعالى ومثل هذا كثير.[2]

حاصل عبارت

یہ ہے کہ "اگر تو بیمار پرسی کرتا تو میرا ثواب وہاں ملتا" یہ تعبیر بطور مجاز و استعارہ کے استعمال ہوئی ہے اور کلام عرب میں اس کی بہت سی امثال و نظائر ہیں۔

2) *امام بن فورکؒ* (م 406ھ)

وأما قوله أما إنك لوعدته لوجدتني عنده معناه أي وجدت رحمتي وفضلي وثوابي وكرامتي في عيادتك له وهذا أيضا كالأول في باب أنه ذكر الشيء بأسمه وأيد غيره كقوله تعالى واسأل القرية وأشربوا في قلوبهم العجل وهذه طريقة معتادة غير مستنكرة و إذا كان كذلك فالأولى أن يحمل الخبر عليه وعلى مثله يتأول قوله عز وجل ووجد الله عنده على معنى أنه وجد

---

[1] صحيح مسلم ح 2569.

[2] المُعْلم بفوائد مسلم ج3 ص290، ط: الدار التونسية للنشر.

عقابه وحسابه فذكر الله تعالى وأضيف الفعل إليه والمراد فعله على النحو الذي بيناه ونظائره في كلام العرب ومثاله أيضا قوله عليه الصلاةوالسلام في أحد هذا جبل يحبنا ونحبه (أخرجه البخاري) ومعنى ذلك أهله أي يحب الساكنون بفنائه والمقيمون في ساحته ونحبهم و إذا احتمل الخبر ما ذكرناه ولا يجوز على الله تعالى الحلول في الأماكن لإستحالة كونه محدودا ومتناهيا وذلك لاستحالة كونه محدثا وجب أن يكون محمولا على ما قلناه[1]

حاصل عبارت

اس قول(لوعدته لوجدت عنده) کا معنی یہ ہے کہ میرا ثواب ورحمت وہاں پاتا۔اور اس جیسے بہت سے نظائر کلام عرب میں موجود ہیں کہ ذکر ایک کا ہوتا ہے اور مراد دوسرا ہوتا ہے جیسے (واسئل القرية) اور(وأشربوا فى قلوبهم العجل)، اور اس جیسے کلام کے نظائر سے انکار ناممکن ہے، لہذا اس حدیث کو اس معنی پر حمل کرنا ہی بہتر ہے جو ہم نے بیان کیا اور یہی معنی ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا (ووجد الله عنده) یعنی عقاب اور حساب اللہ کا وہاں پاتا۔اور حدیث میں اس کی مثال یہ ہے (هذا جبل يحبنا ونحبه) یعنی جو لوگ اس اُحد کے قریب رہتے ہیں وہ ہم سے محبت کرتے ہیں اور ہم ان سے، جب اللہ سبحانہ حلول امکنہ سے پاک ہے کیونکہ پھر باری تعالیٰ کا محدود ومتناہی ہونا لازم آئے گا اور یہی مستلزم حدوث ہے، لہذا جو تاویل ہم نے ذکر کی اس کا مراد ہونا واجب ہے۔

3) جلال الدین السیوطی(م 911ھ) کہتے ہیں:

لَوَجَدْتنِي عِنْده أَي وجدت ثوابي وكرامتي [1]

4) ملا علی قاریؒ(المتوفی: 1014ھ) کہتے ہیں:

---

[1] مشكل الحديث وبيانه 1: 153 عالم الكتب بيروت.

[1] الديباج على صحيح مسلم بن الحجاج، دار ابن عفان للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية 5: 512الخبر.

أَيْ: لَوَجَدْتَ رِضَائِي (عِنْدَهُ؟)[1]

حدیث نمبر (4)

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي قَابُوسَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ، ارْحَمُوا مَنْ فِي الأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ، الرَّحِمُ شُجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمَنِ، فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلَهُ اللهُ وَمَنْ قَطَعَهَا قَطَعَهُ اللهُ. هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.[2]

1) *علامہ شرف الدین الحسین بن عبد اللہ الطیبی (م743ھ) کہتے ہیں:*

اختلف في المراد من قوله من في السماء فقيل: هو الله سبحانه وتعالى، أي ارحموا من في الأرض شفقة يرحمكم الله تعالى فضلا. وتقدير الكلام: يرحمكم من في السماء ملكه وقدرته، وإنما نسب إلى السماء لأنها أوسع وأعظم من الأرض، أو لعلوها وارتفاعها، أو لأنها قبلة الدعاء ومكان الأرواح القدسية الطاهرة. وقيل: المراد منه الملائكة، أي تحفظكم الملائكة من الأعداء والمؤذيات بأمر الله تعالى ويستغفروا لكم ويطلبوا لكم الرحمة من الله الكريم. أقول: ويمكن الجمع بينهما بأن يقال:يرحمكم الله بأمره للملائكة أن تحفظكم.[1]

حاصل عبارت

من فی السماء کا *معنی یہ ہے، یعنی جس کی ملکیت وقدرت آسمانوں میں ہے۔ ایک سوال وارد ہوتا*

---

[1] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح 3:1123 دار الفكر، بيروت لبنان.

[2] سنن الترمذي ح 1924.

[1] شرح الطيبي على مشكاة المصابيح المسمى ب-الكاشف عن حقائق السنن ج10 ص3185، ط: مكتبة نزار مصطفى الباز (مكة المكرمة الرياض).

ہے کہ اللہ کی ملکیت وقدرت توزمین میں بھی ہے پھر صرف آسمان کی طرف کیوں منسوب کیا؟ اس کا جواب دیتے ہوئے علامہ فرماتے ہیں: اور آسمان کی طرف نسبت اس لیے کی کہ آسمان زمین سے بہت بڑا ہے اور اس وجہ سے کہ آسمان بلند ہے بنسبت زمین کے، اور تیسری وجہ یہ ہے کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے اور پاکیزہ روحوں کا مسکن ہے۔

حدیث کی دوسری تاویل یہ ہے کہ مراد من فی السماء سے ملائکہ ہیں، مطلب یہ ہے کہ آپ زمین والوں پر رحم کرو آسمان والے فرشتے اللہ کے حکم سے آپ کی حفاظت تمام دشمنوں اور ضرر رسیدہ جانوروں سے کریں گے اور اللہ سے آپ کے لیے استغفار اور رحم طلب کریں گے،علامہ طیبی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ دونوں میں جمع ممکن ہے کہ اللہ آپ پر رحم کرکے فرشتوں کو آپ کی حفاظت کا حکم فرمائیں گے۔

2) ملا علی قاریؒ (م 1014ھ) کہتے ہیں:

يَرْحَمكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ : وَهُوَ مَجْزُومٌ عَلَى جَوَابِ الْأَمْرِ، وَفِي نُسْخَةٍ بِالرَّفْعِ أَيْ: مِنْ مُلْكِهِ الْوَاسِعِ وَقُدْرَتِهِ الْبَاهِرَةِ فِي السَّمَاءِ، أَوْ مَنْ أَمْرُهُ نَافِذٌ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، فَهُوَ مِنْ بَابِ الِاكْتِفَاءِ، وَخَصَّ السَّمَاءَ بِالذِّكْرِ تَشْرِيفًا أَوْ لِأَنَّ الْأَرْضَ تُفْهَمُ بِالْأَوْلَى، أَوْ لِأَنَّ السَّمَاءَ مُحِيطَةٌ بِهَا وَهِيَ كَحَلَقَةٍ بِجَنْبِهَا فِي وَسَطِهَا فَلَا تُذْكَرُ مَعَهَا ; لِحَقَارَتِهَا، وَقِيلَ: الْمُرَادُ مَنْ سَكَنَ فِيهَا وَهُمُ الْمَلَائِكَةُ، فَإِنَّهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينِ آمَنُوا وَيَقُولُونَ: رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينِ تَابُوا [غافر: 7] الْآيَةَ-[1]

حاصل عبارت

من فی السماء کا معنی یہ ہے کہ جس کی ملکیت وقدرت آسمانوں میں ہے یا جس کا حکم آسمانوں اور زمین دونوں میں نافذ ہے، پس یہ اکتفاء کے باب میں سے ہے، آسمان کو شرافت کے لیے ذکر کیا یا اس لیے کہ جب آسمان میں حکم ہونا معلوم ہوا تو زمین میں بطریقہ اولیٰ معلوم ہوا، کیونکہ زمین آسمان سے اشرف بھی نہیں اور بڑی بھی نہیں، اور یا اس لیے زمین کا ذکر نہیں کیا کہ زمین آسمان سے اتنی چھوٹی ہے جیسا کہ میدان کے وسط

---

[1] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ج 8 ص 3113.

میں ایک حلقہ ہو تو چھوٹا ہونے کی وجہ سے زمین کا ذکر نہیں فرمایا۔

تیسری تاویل یہ ہے "من" سے مراد ملائکہ ہیں کہ وہ رحم والوں کے لیے استغفار اور رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

حدیث نمبر (5)

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ زِيَادَةَ بِنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُحَمَّدِبْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ، عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ اشْتَكَى مِنْكُمْ شَيْئًا، أَوْ اشْتَكَاهُ أَخٌ لَهُ فَلْيَقُلْ رَبَّنَا اللهُ الَّذِي فِي السَّمَاءِ، تَقَدَّسَ اسْمُكَ، أَمْرُكَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، كَمَا رَحْمَتُكَ فِي السَّمَاءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ فِي الْأَرْضِ، اغْفِرْ لَنَا حُوبَنَا وَخَطَايَانَا، أَنْتَ رَبُّ الطَّيِّبِينَ، أَنْزِلْ رَحْمَةً مِنْ رَحْمَتِكَ وَشِفَاءً مِنْ شِفَائِكَ عَلَى هَذَا الْوَجَعِ، فَيَبْرَأَ-[1]

1) علامہ طیبیؒ کہتے ہیں:

(ربنا) مبتدأ، و(الله) خبره، و(الذي) صفة مادحة عبارة عن مجرد علو شأنه ورفعته، لا عن المكان لأنه منزه عن المكان ومن ثم نزه اسمه عما لا ينبغي، فيلزم منه تقدس المسمى بالطريق الأولى.[2]

حاصل عبارت

علامہ فرماتے ہیں، کہ فی السماء صفت مادحہ ہے اور مراد اس سے مکان نہیں کیونکہ اللہ مکان سے منزہ ہے بلکہ مراد اس سے صرف علو شان ورفعت ہے۔

2) ملاعلی قاریؒ کہتے ہیں:

---

[1] سنن أبي داودح 389.

[2] شرح الطيبي :1345.

فِي السَّمَاءِ أَيْ: رَحْمَتُهُ، أَوْ أَمْرُهُ، أَوْ مُلْكُهُ الْعَظِيمُ، أَوِ الَّذِي مَعْبُودٌ فِي السَّمَاءِ كَمَا أَنَّهُ مَعْبُودٌ فِي الْأَرْضِ. قَالَ تَعَالَى: وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلَهٌ [الزخرف: 84] ، وَهَذَا مِمَّا اخْتَلَفَ فِيهِ السَّلَفُ وَالْخَلَفُ بَعْدَ اتِّفَاقِهِمْ عَلَى تَنْزِيهِ الله تَعَالَى عَنْ ظَاهِرِهِ الْمُوهِمِ لِلْمَكَانِ وَالْجِهَةِ.[1]

حاصل عبارت

علامہ لکھتے ہیں کہ فی السماء کا معنی یہ ہے کہ جس کی رحمت آسمانوں میں ہے یا اس کا حکم یا اس کی بادشاہت مراد ہے، یا معنی یہ ہے کہ وہ ذات جو آسمانوں میں بھی معبود ہے جیسا کہ زمین میں معبود ہے، سلف اور خلف کا اس جیسی نصوص کی مراد میں اختلاف ہے لیکن ظاہری معنی جو مکان اور جہت کا وہم پیدا کرتا ہے باتفاق سلف وخلف مراد نہیں ہو سکتا۔

حدیث نمبر (6)

في حديث بعث علي بن أبي طالب قال عليه الصلوة ولسلام ألا تأمنوني وأنا أمين من في السماء، يأتيني خبر السماء صباحا ومساء-[2]

امام قرطبیؒ کہتے ہیں:

أنا أمين من في السماء ؛ لاحجة فيه لمن يرى أن الله تعالى يختص بجهة فوق؛ لما تقدم من استحالة الجسمية، وأيضا: فيحتمل أن يراد ب - (من في السماء): الملائكة، فإنه أمين عندهم، معروف بالأمانة. أو السماء ؛ بمعنى العلو والرفعة المعنوية. وهكذا القول في قوله تعالى: ءأمنتم من في السماء. وقد تقدم أن التسليم في المشكلات أسلم.[1]

---

[1] مرقاة المفاتيح ج3 ص1136.

[2] صحيح البخاري ح4351.

[1] المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم ج9 ص81.

حاصل عبارت

اس حدیث سے بعض لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے جہت فوق ثابت ہونے پر استدلال کیا ہے، لیکن ان کا استدلال درست نہیں ہے، اس لیے کہ جہت مستلزم ہے جسمیت کو اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ جسمیت سے پاک ہے، پس من فی السماء سے مراد ملائکہ ہے، کیونکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم امین ہیں، ملائکہ کے نزدیک اور امانت میں معروف ہیں۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ سماء بمعنی علو ہے اور مراد علو معنوی ہے اور یہی معنی اللہ تعالیٰ کے اس قول کا بھی ہے" ءأمنتم من في السماء"صفات متشابہات میں اسلم طریقہ بس یہی ہے کہ تفویض کی جائے۔

حدیث نمبر (7)

(قطعة من حديث أبي هريرة)، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ أَنَّكُمْ دَلَّيْتُمْ بِحَبْلٍ إِلَى الأَرْضِ السُّفْلَى لَهَبَطَ عَلَى الله. ثُمَّ قَرَأَ هُوَ الأَوَّلُ وَالآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ، هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الوَجْهِ. [1]

اس حدیث کے اس لفظ (لهبط علی الله) سے بعض نے استدلال کیا ہے کہ اللہ ذاتاً ہر جگہ ہے، اس استدلال کی حیثیت سوائے ظاہر پرستی کے کچھ نہیں، ذیل میں شارحین حدیث کے اقوال ملاحظہ کرلیں۔

مطلب حدیث شارحین کی نظر میں:

1) امام محمد بن عیسی ترمذیؒ (م279ھ) کہتے ہیں:

وَفَسَّرَ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ هَذَا الحَدِيثَ، فَقَالُوا: إِنَّمَا هَبَطَ عَلَى عِلْمِ الله وَقُدْرَتِهِ وَسُلْطَانِهِ. عِلْمُ الله وَقُدْرَتُهُ وَسُلْطَانُهُ فِي كُلِّ مَكَانٍ، وَهُوَ عَلَى العَرْشِ كَمَا وَصَفَ فِي كِتَابِهِ.

بعض اہل علم نے اس کی تفسیر کی ہے یعنی وہ رسی اللہ کے علم وقدرت پر گرے گی، مطلب یہ ہے کہ اللہ کے علم وقدرت سے باہر نہیں ہوگی، پس اللہ کا علم وقدرت ہر جگہ ہے اور اللہ عرش پر ہے (بلا

---

[1]سنن الترمذي، رقم الحديث 3318 ج3 ص 1246 ط: مكتبة البشرى.

کیف) جیسا کہ قرآن میں ہے۔

2) علامہ طیبیؒ کہتے ہیں:

وفي قول الترمذي إشعار إلى أنه لا بد لقوله ''لهبط على الله'' من هذا التأويل المذكور، ولقوله: على العرش استوى من تفويض علمه إليه تعالى والإمساك عن تأويله، كما سبق أن بعضًا من خلاف الظاهر يحتاج إلى التأويل ومنها ما لا يجوز الخوض فيه.[1]

علامہ فرماتے ہیں کہ امام ترمذی کے قول میں اس طرف اشارہ ہے کہ حدیث کے اس لفظ (لهبط على الله) میں تاویل مذکور ضروری ہے، اور استوی علی العرش میں تفویض ضروری ہے۔

3) ملا علی قاریؒ کہتے ہیں:

وَالْمَعْنَى لَوْ أَرْسَلْتُمْ حَبْلٍ إِلَى الْأَرْضِ السُّفْلَى لَهَبَطَ: بِفَتْحِ الْمُوَحَّدَةِ أَيْ لَنَزَلَ (عَلَى الله)، أَيْ عَلَى عِلْمِهِ وَمُلْكِهِ، كَمَا صَرَّحَ بِهِ التِّرْمِذِيُّ فِي كَلَامِهِ الْآتِي، وَالْمَعْنَى أَنَّهُ تَعَالَى مُحِيطٌ بِعِلْمِهِ وَقُدْرَتِهِ عَلَى سُفْلِيَّاتِ مُلْكِهِ، كَمَا فِي عُلْوِيَّاتِ مَلَكُوتِهِ دَفْعًا لِمَا عَسَى يَخْتَلِجُ فِي وَهْمِ مَنْ لَا فَهْمَ لَهُ أَنَّ لَهُ اخْتِصَاصًا بِالْعُلُوِّ دُونَ السُّفْلِ.[2]

یعنی معنی یہ ہے کہ اگر آپ کوئی رسی سفلی زمین میں بھی چھوڑ دیں تو وہ بھی اللہ کے علم وقدرت سے باہر نہیں ہو سکتی، وہ اپنے علم سے تمام کائنات پر محیط ہے سفلی مخلوق میں سے ہو یا علوی میں سے، یہ جملہ نبی پاک ﷺ کا ان لوگوں کے وہم کو دفع کرتا ہے، جو اللہ کے لیے فوق حسی سے اختصاص پیدا کر کے یہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ عرش پر حسًّا ہے۔

حدیث نمبر (8)

حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة، حدثنا محمد بن فضيل، وأبو معاوية، عن

---

[1] شرح الطيبي ض 11 ص 3629.

[2] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح 9:3668.

عاصم، عن أبي عثمان، عن أبي موسى، قال: كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم في سفر، فجعل الناس يجهرون بالتكبير، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: أيها الناس اربعوا على أنفسكم، إنكم ليس تدعون أصم ولا غائبا، إنكم تدعون سميعا قريبا، وهو معكم» قال وأنا خلفه، وأنا أقول: لا حول ولا قوة إلا بالله، فقال يا عبد الله بن قيس: ألا أدلك على كنز من كنوز الجنة، فقلت: بلى، يا رسول الله قال: قل: لا حول ولا قوةإلا بالله.[1]

بعض لوگ اس حدیث سے معیت وصفی علمی کی نفی اور معیت ذاتی کا اثبات کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر معیت علمی مراد ہوتی تو (قریبًا) کے بعد(وهو معكم)کی ضرورت نہ ہوتی۔ ان حضرات کا یہ استدلال مخدوش ہے۔ اوّلا اس لیے کہ (أصم) کے بعد(غائبًا)اور (قريبا) کے بعد(وهو معكم) برائے تاکید ہے اس سے معیت وصفی کی نفی کس طرح ثابت ہو سکتی ہے۔

ثانیًا اس لیے کہ اہل سنت والجماعت کے اجل علماء محدثین نے معیت علمی مراد لیا ہے نہ کہ معیت ذاتی اور وہ حضرات بلاغت وادب کے ماہرین تھے بخلاف ان اہل ظاہر کے جو علم ادب کے ابجد سے بھی واقف نہیں، ذیل میں شارحین حدیث کے چند اقوال ذکر کیے جاتے ہیں۔

1) امام نوویؒ (م 676ھ) کہتے ہیں:

وأنتم تدعون الله تعالى وليس هو بأصم ولاغائب بل هو سميع قريب وهو معكم بالعلم والإحاطة.[2]

یعنی تم اللہ کو بلاتے ہو اور وہ اصم یا غائب نہیں بلکہ سمیع اور قریب ہے اور اللہ علم واحاطہ کے اعتبار سے تمہارے ساتھ ہے۔

2) امام عینیؒ کہتے ہیں:

وأنتم تدعون الله تعالى وهو سميع قريب، وهو معكم بالعلم والإحاطة.[1]

---

[1] صحيح مسلم ح139.

[2] صحيح مسلم ح 2704.

[1] شرح سنن أبي داود ج5 ص438، ط: مكتبة الرشد الرياض.

پھر ایک جگہ فرماتے ہیں:

وَلم يرد بِالْقربِ قرب الْمسَافَة لِأَنَّهُ تَعَالَى منزه عَن الْحُلُول فِي مَكَان بل الْقرب بِالْعلمِ أَو هُوَ مَذْكُور عل سَبِيل الِاسْتِعَارَة. [1]

علامہ نے دونوں جگہ معیت علمی مراد لیا ہے اور معیت ذاتی جو حلول کو مستلزم ہے اس سے اللہ تعالیٰ منزہ ہے۔

3) ملاعلی قاریؒ کہتے ہیں:

(وهو معكم) أي: حاضر بالعلم والإطلاع على حالكم أين ما كنتم، سواء أعلنتم أو أخفيتم، وهو بظاهره مقابل لقوله: (ولا غائبا) ثم زاد في تحقيق هذه المعية المعنوية الدالة على غاية الشرف والعظمة بقوله: (والذي تدعونه أقرب إلى أحدكم من عنق راحلته) : بل هو أقرب من حبل الوريد، فهو بحسب مناسبة المقام تمثيل وتقريب إلى فهم اللبيب، والمعنى قرب القريب فيكون ترقيا من قوله: وهو معكم. [2]

یعنی اللہ تمہارے ساتھ علم اور اطلاع کے اعتبار سے حاضر ہے تم جہاں بھی ہو خواہ ظاہر ہو یا پوشیدہ۔ یہ قول (وهو معكم) ظاہراً مقابل ہے اس قول (ولا غائباً) کے، پھر اس معنوی معیت کی تحقیق میں کہ جو غایت تشرف اور عظمت پر دلالت کرتی ہے، نبی ﷺ نے یہ قول زیادہ کیا (والذي تدعونه أقرب إلى أحدكم من عنق راحلته) یعنی جس کو تم پکارتے ہو وہ سواری کی گردن کی رسی سے بھی زیادہ تمہارے قریب ہے، بلکہ اللہ توشہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، پس یہ مقام کی مناسبت سے تمثیل وتقریب ہے لبیب عاقل کے فہم کے لیے۔ تو معنی یہ ہوا کہ اللہ قریبوں سے قریب ہے پس یہ ترقی ہے هو معكم سے۔ علامہ ملاعلی قاریؒ نے معیت سے مراد معیت معنویہ علمیہ لی ہے اور اس پر قرینہ مابعد آنے والی عبارت کو قرار دیا ہے۔ پس شارحین حدیث کی تمام عبارات سے ثابت ہوا کہ انہوں نے ان تمام احادیث میں ظاہر مراد نہیں لیا بلکہ تاویل کی ہے، لہذا ان تمام احادیث سے تحقیق کی نظر سے دیکھنے والا باآسانی یہ نتیجہ سمجھ سکتا ہے کہ اس میں کوئی بھی دلیل معیت ذاتی پر موجود نہیں ہے۔

---

[1] عمدة القاري شرح صحيح البخاري ج25 ص92، ط: دار إحياء التراث العربي بيروت

[2] مرقاة المفاتيح ج4 ص1597.

مطلب سوم

معیت ذاتیہ پر بعض اقوال اور اس پر تبصرہ

اس مطلب میں معیت ذاتیہ پر اقوال مرویہ ذکر کیے جائیں گے اور اس پر مختصر تبصرہ بھی کیا جائے گا۔

امام ابو حنیفہ کی طرف معیت ذاتی کی نسبت کا جائزہ

(1): ولیس قرب الله تعالیٰ ولابعده من طریق طول المسافة و قصرها، ولکن علی معنی الکرامة ، والمطیع قریب منه تعالیٰ بلاکیف والعاصي بعید منه بلاکیف ، والقرب والاقبال یقع علی المناجي و کذلك جواره تعالیٰ في الجنة والوقوف بین یدیه والرؤیة في الأخرة بلاکیف.

استدلال

اگرچہ یہ عبارت معیت ذاتی مراد نہ ہونے پر صریح ہے، لیکن بعض حضرات نے (بلاکیف) کے لفظ سے استدلال کیا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک اللہ بلاکیف ہر جگہ ہے اور استدلال اس طرح ہے، کہ (بلا کیف) کی قید صفت کے ساتھ نہیں لگتی۔ لیکن یہ بات درست نہیں، کیونکہ امام صاحب کا یہ لفظ (ان لوگوں کے خلاف حجت ہے، کیونکہ ان کا نظریہ یہ ہے کہ اللہ ہر جگہ ہے، ہر کسی کے قریب ہے باعتبار ذات کے اور امام صاحب فرمارہے ہیں "کہ مطیع کے قریب ہے بلاکیف اور عاصی سے بعید ہے بلاکیف،" لہذا ہر جگہ باعتبار ذات ہونا امام صاحب کی ہرگز مراد نہیں۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم آگے امام بیاضی کا قول نقل کریں گے کہ امام صاحب کے نزدیک اس قرب سے قرب حقیقی مراد نہیں بلکہ قرب بمعنی کرامت عبد ہے اور بعد بمعنی اہانت عبد ہے۔

عز بن عبدالسلام کی طرف معیت ذاتی کی نسبت کا جائزہ

(2): قال الشیخ عز بن عبدا لسلام (ت606 ہ) الوجه الثامن: لما کان الروح في الجسد لا یعلم له أینیة علمنا أنه منزه عن الکیفیة والأینیة فلا

يوصف بأين ولا كيف بل الروح موجودة في كل الجسد ما خلا منها شيء من الجسد، وكذلك الحق سبحانه وتعالى موجود في كل مكان ما خلا منه مكان وتنزه عن المكان والزمان.[1]

یعنی جس طرح روح جسم میں موجود ہے اور اس کا پتہ نہیں چلتا کہ جسم میں کہاں ہے، پس روح کے لیے کیفیت اور اینیت نہیں ہے، حاصل یہ کہ روح بدن کے تمام اجزا میں موجود ہے اور این وکیف سے پاک ہے، اسی طرح بلا تشبیہ اللہ بھی ہر جگہ موجود ہے اور مکان وزمان سے پاک بھی ہے۔

تبصرہ

یہ بات ہماری فہم سے بالاتر ہے کہ آخر اس عبارت میں معیت ذاتی کا ذکر کہاں ہے؟ کہ بعض حضرات اس عبارت کو معیت ذاتی کے استدلال میں ذکر کرتے ہیں، اس عبارت میں تو صاف طور پر اللہ سے ''این'' اور ''کیف'' کو نفی کیا گیا ہے، اور عبارت میں صاف موجود ہے کہ اللہ سبحانہ مکان وزمان سے منزہ ہے۔ مگر شاید ہمارے دوست نے اس لفظ ''وكذلك الحق سبحانه وتعالى موجود في كل مكان'' سے معیت ذاتی سمجھا ہو، ہم عرض کرتے ہیں کہ علامہ کی عبارت میں تو ذاتی وغیرہ کی قید نہیں۔ لہذا اس عبارت میں ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ ہر مکان میں باعتبار علم وقدرت موجود ہے۔ پس جب عبارت میں احتمال موجود ہے تو معیت ذاتی پر استدلال درست نہیں ہو سکتا۔

تو اصولی طور پر علامہ عز بن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدے کو سمجھنے کے لیے حضرت کی اور دیگر عبارات کو ملاحظہ کرنا ہوگا، اور حضرت کی معیت علمی پر صریح عبارات ہم پہلے باب سوم میں درج کر چکے ہیں، یہاں بھی فائدہ کے لیے حضرت کی اسی کتاب سے (جس سے ہمارے دوست نے عبارت نقل کر کے غلط سمجھا ہے) معیت علمی پر عبارت نقل کی جاتی ہے۔

علامہ صاحب قرب کے مراتب پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(3): قال الإمام الصوفي عز بن عبدالسلام في كتابه النافع حل الرموز ومفاتيح الكنوز ما نصه: قربه من خلقه على ثلاثة أقسامٍ: الأول قرب عام

---

[1] حل الرموز ومفاتيح الكنوز 112 ط:دار الكتب العلمية.

وهو قرب العلم والقدرة ، والإرادة ، وهو قوله تعالى :﴿ مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُم﴾والثاني : قرب الخاصة من المؤمنين وهو قرب الرحمة والبِرِّ واللطُف، وهو قوله تعالى:﴿ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُم﴾

والثالث :قرب خاصة الخاصة من المقربين ، وهو قرب الحفظ والكلاءةِ والإجابة وذلك للأنبياء والمرسلين ، وهو قوله تعالى: ﴿ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيد﴾[1]

حاصل عبارت

اللہ کا قرب تین قسموں پر ہے ، پہلی قسم قرب عام ہے اور یہ قرب باعتبار علم وقدرت وارادہ ہے جیسا کہ اس قول باری تعالیٰ﴿ مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُم﴾سے ثابت ہوتا ہے۔

دوسری قسم قرب خاص ہے جو مؤمنین سے متعلق ہے ، اور یہ قرب باعتبار رحمت ولطف واحسان کے ہے جیسا کہ اس قول باری تعالیٰ﴿ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُم﴾سے ثابت ہوتا ہے۔

تیسرا قسم قرب خاص الخاصہ مؤمنین کے ساتھ متعلق ہے ، اور یہ قرب باعتبار حفاظت ونصرت کے وقبولیت کے ہے ، اور یہ قرب انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ہے جیسا کہ اس قول باری تعالیٰ﴿ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيد﴾سے ثابت ہوتا ہے۔

کیا علامہ کی یہ صریح عبارت دیکھنے کے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ علامہ عزبن عبدالسلام معیت ذاتی کے قائل ہیں ؟

عبارت کا صحیح مطلب

حضرت نے اپنی کتاب میں ایک فصل قائم کرکے لکھا ہے کہ مجھے اس حدیث ’’من عرف نفسه عرف ربه‘‘ سے کچھ اسرار معلوم ہوئے ہیں جو میں ذکر کرتا ہوں ، اور پھر اس فصل میں حضرت نے اس حدیث سے تقریبا دس اسرار ورموز نکالے ہیں ، اور آٹھویں سر میں یہ مذکورہ عبارت ذکر کی ہے ، جس کا صحیح معنی

---

[1] حل الرموز ومفاتيح الكنوز 112 ط:دار الكتب العلمية.

یہ ہے کہ جس طرح انسان کے بدن میں روح موجود ہے مگر روح کے لیے مکان اور زمان نہیں ہے، اسی طرح حق تعالیٰ کے لیے بھی مکان وزمان منفی ہے، اور جس طرح روح تمام بدن میں موجود ہے اسی طرح اللہ سبحانہ زمان ومکان سے منزہ ہوتے ہوئے ہر مکان میں (باعتبار علم وقدرت) کے موجود ہے۔

اس فصل کے آخر میں حضرت نے خود لکھا ہے کہ یہ تعلیق محال کی ہے محال کے ساتھ، یعنی جس طرح روح کی حقیقت جاننا محال ہے تو اس پر تعلیق کرتے ہوئے اللہ سبحانہ کا کماحقہ جاننا بھی محال ہے۔

اور اس سے پہلے الوجہ السابع کے تحت حضرت نے لکھا ہے کہ جس طرح روح کے لیے کیف نہیں، اسی طرح اللہ کے لیے کیف نہیں۔ اور اسی فصل میں الوجہ الخامس کے تحت حضرت نے لکھا ہے کہ معیت ذاتی سے اللہ منزہ ہے۔

ظاہر ہے کہ حضرت اسرار تصوف بیان فرماتے ہیں، ایک روایت سے توجیہات نکالتے ہیں، معیت ذاتی کا عقیدہ بیان نہیں کرتے، پھر اس عبارت سے معیت ذاتی پر استدلال کیسے درست ہوسکتا ہے۔

علامہ سیوطی کی طرف معیت ذاتی کی نسبت کا جائزہ

(4): قال الإمام جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي الروح في الجسد لا يعلم له أينية علمنا أنه منزه عن الكيفية والأينية فلا يوصف بأين ولا كيف بل الروح موجودة في كل الجسد ما خلا منها شيء من الجسد، وكذلك الحق سبحانه و تعالى موجود في كل مكان ما خلا منه مكان وتنزه عن المكان.[1]

علامہ سیوطی نے یہ عبارت علامہ عز سے نقل کی ہے، علامہ سیوطی کی تفسیر در منثور اور جلالین دونوں میں معیت ذاتی کا ردّ موجود ہے اور ہر جگہ معیت علمی یا قدرتی کا اثبات موجود ہے، لہذا یہ انصاف نہیں کہ اس محتمل عبارت سے علامہ کی طرف معیت ذاتی کا قول منسوب کی جائے۔

علامہ سیوطی کے قول کی صحیح تشریح

اس قول کی صحیح تشریح یہ ہے کہ اللہ ہر مکان میں باعتبار صفت علم وقدرت موجود ہیں۔ اگر یہ معنی نہ لیا

[1] الحاوي للفتاوى 2:227.

جائے تو پھر یہ عبارت خود متناقض ہے کہ پہلے حصے میں اللہ کے لیے ہر مکان کو ثابت کیا ہے اور دوسرے حصے میں اللہ سے مکان کو نفی کیا گیا ہے۔ باقی علامہ سیوطی نے یہ عبارت علامہ عز سے نقل کی ہے جس پر بحث گذر چکی ہے۔

علامہ قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح سے عبارت کا حل

اصل میں اس عبارت میں علامہ عز بن عبد السلام احاطہ حق تعالیٰ کا بیان کر رہے ہیں، اور روح وجسم کی احاطہ کے مثال دے کر یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ محیط ہے ہر چیز کو مگر احاطہ جسمانی ومکانی نہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ حجۃ الاسلام علامہ قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق سے نقل کر کے زیر بحث موضوع کو باحسن انداز سمجھایا جائے۔

علامہ نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

> بہر حال احاطہ خداوندی سے اگر کچھ مناسبت رکھتا ہے، وجود کا احاطہ، شی موجود کو، یا روح کا احاطہ ذی روح کو۔ جیسے روح تمام بدن کو گھیرے ہوئے ہوتی ہے، کوئی جزو بدن اس کے احاطے سے خارج نہیں، جس عضو کو کچھ اس کے مناسب حکم کرتی ہے، اسے تسلیم کرتا ہے، جو کچھ بدن پر سر سے لے کر پاؤں تک اندر باہر گذرتی ہے، سب کی اس کو خبر ہے۔ اس سے زیادہ تمام کائنات خدوانداکریم کی مطیع اور اس کے آگے حاضر ہیں۔ یا جیسے وجود شئ موجود کو تمام وکمال گھیرے ہوئے ہے کہ اسی سے اس کی ہستی اور نمود ہے، ایسے ہی؛ بلکہ اس سے زیادہ خداوند کریم کی نسبت سمجھنا چاہیے۔... القصہ جب سوائے خالق کے اور موجودات میں بھی احاطہ پایا جاتا ہے، تو لاجرم خدا میں بھی ہونا چاہیے۔ نہیں تو لازم آئے گا کہ خدا میں یہ کمال نہ ہو اور مخلوقات میں ہو۔ اور جب خالق میں بھی ہوا، تو بے شک مخلوقات کو اسی کا دیا ہوا ہو گا۔ کیونکہ خدا کے سوا کوئی اور خالق ہی نہیں۔ اس صورت میں لازم ہے کہ جیسے اس کی ذات نرالی ہے، کسی میں ملتی نہیں۔ چنانچہ اوپر ثابت ہو چکا ہے۔ ایسے ہی اس کا احاطہ بھی نرالا ہونا چاہیے، نہیں تو پھر تناسب ذات اور صفات کا، جو اوپر اس کا ضروری ہونا ذات خداوندی میں ثابت ہو چکا ہے نہ رہے گا۔[1]

---

[1] الاعتقادات 106 ط: مؤسسة الأشراف بيروت لبنان.

علامہ مہائمی اور معیت ذاتی

قال المفسر مهايمي (المتوفى 835ھ) تحت قوله تعالىٰ ﴿ونحن أقرب إليه من حبل الوريد ﴾لا بالمكان ولا بالزمان ولا بالمرتبة بل بالذات من غير اختلاط ولا حلول ولا اتحاد.[1]

ترجمہ: اللہ کا قرب نہ تو مکانی ہے نہ زمانی نہ رتبی بلکہ ذاتی ہے لیکن اختلاط و حلول اور اتحاد کے بغیر۔

تبصرہ

علامہ مہائمی کی تفسیر اشاراتی تفسیر ہے، اور صوفیائے کرام کی تفاسیر سے استدلال درست نہیں۔ نیز ہم نے پہلے عرض کی ہے کہ بعض ہندی صوفیائے کرام معیت ذاتی کے قائل ہے اور اس کو عقیدہ نہیں ذوق سمجھتے ہیں۔

جیسا کہ حضرت تھانوی نے لکھا ہے:

نیز ہم تو یہ مانتے ہیں کہ بعض صوفیائے کرام معیت ذاتی بلا کیف کا قول کرتے ہیں۔ ہمارے دوست کو چاہیے کہ اس طرح کی کوئی دلیل پیش کریں، جس میں معیت ذاتی بلا کیف کو جمہور کا مذہب قرار دیا گیا ہو۔

امام بیضاوی کی طرف معیت ذاتی کی نسبت کا جائزہ

علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال معیت علمی پر ہم باب سوم میں نقل کر چکے ہیں، علامہ سورۃ ق آیت 16 کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ أي ونحن أعلم بحاله ممن كان أقرب إليه مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ، تجوز بقرب الذات لقرب العلم لأنه موجبه.

ہمارے ایک صاحب نے پتہ نہیں کس طرح اس عبارت کو معیت ذاتی پر حمل کر دیا ہے، حالانکہ یہ

---

[1] تبصير الرحمن للمهايمي 2 / 162 ط: وحيدى كتب خانه پشاور.

عبارت معیت علمی پر صریح دلالت کرتی ہے، اور مفسر بیضاوی فرماتے ہیں کہ یہاں قرب ذات کو قرب علمی سے مجاز قرار دیا گیا ہے۔

اس عبارت پر ہم کیا تبصرہ کریں، خود عبارت کو دیکھ کر اندازہ کر لیا جائے کہ اتنی صریح عبارت کو کس طرح اپنے مطلب کی طرف زبردستی پھیرا گیا ہے۔

پھر اس کے بعد ہمارے اس صاحب نے اس جیسی چند عبارات نقل کی ہیں، وہ عبارات معیت علمی پر اتنی صریح ہیں کہ ان کے متعلق کوئی تبصرہ نہ کرنا ہی بہتر ہے۔

علامہ آلوسی کی طرف معیت ذاتی کی نسبت کا جائزہ

وذكر بعض المحققين أن التعبير بذلك من باب المشاكلة وَهُوَ مَعَهُمْ على الوجه اللائق بذاته سبحانه، وقيل: المراد أنه تعالى عالم بهم وبأحوالهم فلا طريق إلى الاستخفاء منه تعالى سوى ترك ما يؤاخذ عليه-

(روح المعانی سورۃ نساء کی آیت نمبر 108 کے تحت)

ہمارے ایک کرم فرمانے اس عبارت میں بس یہ دیکھا کہ وَهُوَ مَعَهُمْ على الوجه اللائق بذاته سبحانه، کہ اللہ ان کے ساتھ ہیں جیسا کہ اللہ کی ذات کے لائق ہے اور علامہ کی طرف معیت ذاتی کا قول منسوب کیا، حالانکہ اس عبارت میں معیت ذاتی کا تذکرہ بھی نہیں ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی معیت اللہ کی ذات کے لائق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا استوی اس کی ذات کے لائق ہے۔ اور دلائل سے ثابت ہے کہ ہر مکان میں ہونا اللہ کی ذات کے لائق نہیں، کیونکہ اللہ مکان سے منزہ ہے، پس اس عبارت سے علامہ کی طرف معیت ذاتی کی نسبت کرنا درست نہیں ہے۔

(2) لا تَحْزَنْ إِنَّ الله مَعَنا بالعصمة والمعونة فهي معية مخصوصة وإلا فهو تعالى مع كل واحد من خلقه.

(سورہ توبہ آیت نمبر 40 کے تحت)

اس عبارت سے علامہ کی آلوسی کی طرف معیت ذاتی کے قول کی نسبت کرنا جہالت ہے کیونکہ ہم نے علامہ کی عبارت سے معیت ذاتی مراد نہ ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ معیت

کی دو قسمیں ہیں: معیت خاص اور معیت عام جیسا کہ ہم نے باب اوّل میں نقل کیا ہے کہ معیت عام سے معیت علمی اور قدرتی ہے اور خاص سے مراد مدد و نصرت ہے۔

علامہ عبدالوھاب شعرانی کی طرف

علامہ نے ایک مناظرہ ذکر کیا ہے جس پر ہم مدلل بحث کریں گے، اس میں معیت ذاتی اور علمی کے قائلین کے درمیان مناظرہ ہوا ہے، اسی مناظرہ سے ہمارے کرم فرمانے معیت ذاتی کا قول علامہ شعرانی کی طرف منسوب کیا ہے، کاش کہ ہمارے کرم فرمانے معمولی تکلیف گوارا کرکے اس سے پہلے علامہ شعرانی کا اپنا نظریہ اور مسلک بھی مطالعہ کر لیا ہوتا تو آج ہمیں اس کی وضاحت لکھنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔

علامہ شعرانی کا اپنا قول

قلت وهذه المسألة من المغضلات لاختلاف السلف فيها قديماوحديثا ولكن من يقول : إن المعية راجعة للصفات لا للذات أكمل في الأدب ممن يقول إنه تعالى معنا بذاته وصفاته ، وإن كانت الصفة الإلٰهية لا تفارق ا لموصوف .[1]

یعنی جو کہتے ہیں کہ معیت صفاتی مراد ہیں وہ ادب کے زیادہ قریب ہیں بنسبت ان کے جو کہتے ہیں اللہ ہمارے ساتھ ذات اور صفات کے اعتبار سے قریب ہیں، اگرچہ صفات موصوف سے الگ نہیں ہوسکتی۔

نیز اسی کتاب میں ایک سوال لکھتے ہیں:

(فإن قلت)فهل هو تعالى معنا في جميع هذه المواطن بالذات أم بالصفات كالعلم بنا والرؤية لنا والسماع لكلامنا (فالجواب)كما قاله الشيخ العارف بالله تقي الدين بن أبي منصور في رسالته : لا يجوز أن يطلق على الذات المتعالية معية كما أنه لا يجوز أن يطلق عليها استواء على العرش، وذلك لم

---

[1] اليواقيت والجواهر ،امام عبدا لوهاب شعراني 90 ط: دار الكتب العمية بيروت.

يرد لنا تصريح بذلك في كتاب ولا سنة فلا نقول على الله ما لا نعلم .[1]

یعنی یہ جائز نہیں کہ معیت ذاتی مراد لی جائے کیونکہ اس پر قرآن وسنت میں تصریح نہیں آئی ہے پس ہم بغیر علم اللہ کے متعلق بات نہیں کرسکتے۔

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ معیت کے ساتھ بذاتہ کی قید قرآن وسنت میں نہیں ہے بلکہ ایجاد بندہ ہے۔

ابن عجیبہ اور معیت ذاتی

قال الإمام الصوفي أبو العباس أحمد بن محمد بن المهدي بن عجيبة الحسني الأنجري الفاسي الصوفي (المتوفى: 1224هـ) وهو معكم أينما كنتم بالعلم والقدرة والإحاطة الذاتية، وما ادعاه ابنُ عطية من الإجماع أنه بالعلم، فإن كان مراده من أهل الظاهر فمسلّم، وأمّا أهل الباطن فمجمِعون على خلافه، انظر الإشارة.

وهو معكم أينما كنتم بذاته وصفاته، على ما يليق بجلال قدسه وكمال كبريائه؛ إذ الصفة لا تفارق الموصوف فإذا كانت المعية بالعلم لزم أن تكون بالذات، فافهم، وسلم إن لم تذق...حدثني شيخي، الفقيه المحرر " الجنوي ": أن علماء مصر اجتمعوا للمناظرة في صفة المعية، فانفصل مجلسهم على أنها بالذات، على ما يليق به. وسمعته أيضا يقول: إن الفقيه العلامة " سيدي أحمد بن مبارك " لقي الرجل الصالح سيدي " أحمد الصقلي "، فقال له: كيف تعتقد: {وهو معكم أين ما كنتم} ؟ فقال: بالذات، فقال له: أشهد أنك من العارفين. هـ. قلت: فبحر الذات متصل، لا يتصور فيه انفصال، ولا يخلو منه مكان ولا زمان، كان ولا زمان ولا مكان، وهو الآن على ما عليه كان... فهو تعالى منزه عن البينونة والحلول

---

[1] اليواقيت والجواهر ،امام عبدا لوهاب شعراني 90 ط: دار الكتب العمية بيروت.

والافتراق والاجتماع، وإنما هو ذوق العشق، ولا يعلم تأويله إلا العاشقون.[1]

حاصل عبارت

اس عبارت سے چند امور حاصل ہوئے:

- ❖ معیت سے مراد معیت بالعلم والقدرۃ کے ساتھ ساتھ معیت ذاتیہ بھی ہے، پس اللہ باعتبار ذات وصفات ہر جگہ موجود ہے۔
- ❖ علامہ ابن عطیہ نے صفت معیت میں اجماع کا جو دعویٰ کیا ہے، اگر مراد اس سے اجماع علماء ظاہر کا ہو یعنی متکلّمین کا، تو درست ہے او ر اگر علماء باطن یعنی صوفیہ کا تو باطل ہے ،کیونکہ علماء باطن کا اجماع اس کے خلاف ہے۔
- ❖ علامہ کہتے ہیں کہ صفت اور موصوف میں تلازم ہے، جہاں صفت ہو وہاں موصوف بھی ہو گا پس اللہ تعالیٰ کے لیے معیت وصفی سے ذاتی خود بخود لازم آتا ہے۔
- ❖ یہ مسلک ذوقی ہے جو اہل ذوق صوفیہ کرام کے فہم میں آسکتا ہے ہر کسی کے فہم میں نہیں۔
- ❖ علماء مصر کا صفت معیت پر مناظرہ ہوا تھا اور آخر میں اتفاق اس پر ہوا کہ اللہ کی معیت ذاتی ہے۔
- ❖ ابن عجیبہ کے شیخ احمد بن مبارک نے شیخ صالح صقلی سے سوال کیا کہ اس معیت کے متعلق آپ کا کیا نظریہ ہے تو اس نے کہا معیت ذاتی کا تو شیخ احمد نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ عارفین میں سے ہیں۔
- ❖ یہاں معیت ذاتی سے معنی متبادر مراد نہیں بلکہ وہ منفی ہے ،کیونکہ اللہ تعالیٰ اجتماع وافتراق بینونت اور حلول سے منزہ ہے۔

تبصرہ عجیبہ بر قول ابن عجیبہ

علامہ ابن عجیبہ نے ابن عطیہ کے اجماع نقل کرنے پر رد کیا ہے مگر یہ درست نہیں، اوّل تو اس لیے

---

[1] البحر المديد في تفسير القرآن المجيد 7:312 ط دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الثانية

کہ اجماع صرف ابن عطیہ نے نہیں بلکہ بہت سے حضرات نے نقل کیا ہے۔ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے اس رسالہ میں۔اور دوم اس لیے بھی یہ قول درست نہیں کہ خود ابن عجیبہ نے صرف دعوی کیا ہے اور صوفیہ کے معیت ذاتی مراد ہونے پر کوئی قول نقل نہیں کیا ہے اور تعجب ہے کہ یہ دعوی بھی کیسے کیا جاسکتا ہے جبکہ بہت سے اہل باطن نے اس صفت معیت میں تاویل بالعلم کیا ہے، حتیٰ کہ امام الطائفہ جنید بغدادی کا قول بھی ہم نقل کرچکے ہیں کہ وہ بھی تاویل بالعلم کرتے ہیں۔علامہ کی اس عبارت میں تصریح ہے کہ یہ مسلک صوفیہ عارفین کا ہے، ہر کسی کا نہیں بلکہ متکلّمین کا اجماع معیت بالعلم مراد ہونے پر خود علامہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔

پہلے ہم نقل کرچکے ہیں کہ صوفیائے کرام کی تفاسیر حجت نہیں بن سکتیں۔

ابو اسحاق الزجاج کی طرف معیت ذاتی کی نسبت

علامہ زجاج کی یہ عبارت

وقوله عزَّ وجلَّ: (وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ (186)أَلمعنى إذا قال قائل: اينَ الله. فالله عزَّ وجلَّ قريب لا يخلو منه مكان .كما قال: (مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ)وكما قال: (وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ).

بعض حضرات نے اسی عبارت کو معیت ذاتی کی دلیل بنایا ہے حالانکہ اس قول کا مطلب خود زجاج کے نزدیک بھی یہ ہے کہ اللہ ہر جگہ ہے باعتبار علم اور اس پر دلیل زجاج کی مندرجہ ذیل عبارت ہے:

وقوله عزَّ وجلَّ: (مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ).

أي ما يكون من خَلْوَةِ ثلاثةٍ يسرون شيئاً وَيتناجون به إلا وهو رابعهم عالم به، وهو في كل مكانٍ، أي بالعلم. [1]

نیز علامہ زجاج لغت کا ماہر عالم ہے علم الکلام والعقیدہ کا نہیں، لہذا تمام مفسرین اور متکلّمین نے اس قرب سے قرب علمی مراد لیا ہے، اگر بالفرض ہم زجاج کا مسلک قرب ذاتی مان لیں تب بھی جمہور کے مقابلہ میں قابل اعتبار نہیں۔

---

[1] معانی القرآن للزجاج ،254:ط: عالم الكتب بيروت.

فائدہ

علامہ طبری نے اپنی تفسیر میں اللہ کے اس قول ﴿وللہ المشرق والمغرب فأینما تولوا فثم وجه اللہ ﴾[بقرہ:115] کے تحت اس طرح عبارت لکھی ہے وأنه تعالى لا يخلو منه مكان اس پر علامہ ابن کثیر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وفي قوله وأنه تعالى لا يخلو منه مكان إن أراد علمه تعالى فصحيح فإن علمه تعالى محيط بجميع المعلومات وأمّا ذاته تعالى فلا تكون محصورة في شيء من خلقه ،تعالى الله عن ذلك علوا كبيرا. [1]

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اگر علامہ طبری کی اس قول وأنه تعالى لا يخلو منه مكان سے مراد یہ ہو کہ اللہ کے علم سے کوئی مکان خالی نہیں تو یہ قول درست ہے کیونکہ اللہ کے علم نے تمام معلومات کا احاطہ کیا ہوا ہے اور ذات باری تعالیٰ تو اپنی مخلوق کی کسی بھی چیز میں محصور نہیں ہو سکتا اللہ بلند و برتر ہیں اس عیبوں سے۔

مفسر صوفی مظہری اور معیت ذاتی

1. قال الإمام العلامة الصوفی محمد ثناء الله المظهری تحت قوله تعالىٰ ﴿إن الله مع الصبرين﴾ قيل بالعون والنصر وإجابة الدعوة قلت بل معية غير متكيفة يتضح على العارفين ولا يدرك كنهه غير أحسن الخالقين. [2]

ترجمہ: اللہ کے صبر کرنے والوں کے ساتھ ہونے کا معنی مفسرین نے یہ بیان کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مدد اور نصرت اور قبول دعاء کے اعتبار سے صابروں کے ساتھ ہے، میں کہتا ہوں کہ ساتھ ہونے سے ایک بلاکیف قرب مراد ہے کہ جو عارفین پر روشن ہے اور اس کی پوری حقیقت عالم الغیب کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

2. وقال تحت قوله تعالى ﴿وإذا سألك عبادي عني فإني قريب﴾ قال

---

[1] ابن کثیر ،1:272.

[2] التفسير المظهري، المظهري، محمد ثناء الله، مكتبة الرشدية 1: 152 مكتبة الرشدية.

المفسرون معناه إنی قریب منهم بالعلم لا یخفی علیّ شیء قال البیضاوي هو تمثیل لکمال علمه بأفعال العباد وأقوالهم واطلاعه علی أحوالهم بحال من قرب مکانه منهم قلت وهذا التأویل منهم مبنی علی أن القرب عندهم منحصر في القرب المکاني والله تعالی منزه عن المکان ومماثلة المکانیات والحق أنه سبحانه قریب من الممکنات قربا لا یدرك بالعقل بل بالوحی أو الفراسة الصحیحة ولیس من جنس القرب المکاني ولا یتصور شرحه بالتمثیل إذ لیس کمثله شیء.

ترجمہ: مفسرین نے کہا ہے کہ إني قریب کا معنی ہے کہ علم کے اعتبار سے تمہارے قریب ہوں ،کوئی چیز مجھ پر پوشیدہ نہیں ۔بیضاوی نے کہا کہ إني قریب بطور تشبیہ اور تمثیل کے فرمایا ہے،اللہ تعالیٰ کو جو بندوں کے افعال واقوال واحوال کا انکشاف تام ہے،اس کو اس شخص کے حال سے جو کسی شے کے قریب ہو اور اس کا پورا حال معلوم ہو تشبیہ دی ہے۔میں کہتا ہوں کہ یہ تاویل کرنے کی یہ وجہ ہے کہ قرب کو انہوں نے قرب مکانی میں منحصر کیا ہے اور اللہ تعالیٰ مکان سے منزہ اور پاک ہے،اس لیے اس تاویل کی ضرورت ہوئی اور حق یہ ہے کہ اللہ سبحانہ کو ممکنات سے قرب واقعی ہے کہ اس قرب کا ادراک عقل سے ممکن نہیں،بلکہ اس کا ادراک یا تو عقل سے ہوتا ہے اور یا فراست صحیحہ سے،اور وہ قرب قرب مکانی کی جنس سے نہیں ، اور نہ اس کو کسی مثال سے بیان کرسکتے ہیں، اس لیے کہ جب اللہ تعالیٰ بے مثل اور بے نظیر ہے تو اس کا قرب بھی ایسا ہی ہے۔[1]

حاصل عبارت

اس عبارت سے چند امور ثابت ہوئے:

- معیت وقرب میں عام مفسرین کا مسلک معیت علمی وقرب علمی کا ہے۔
- ان حضرات نے معیت وقرب کو صرف قرب مکانی میں منحصر کیا ہے ،اس لیے معیت سے علم وقدرت مراد لیا ہے۔
- حضرت مجدد مظہریؒ کی نظر میں معیت وقرب سے مراد قرب کا حقیقی معنی ہے ، لیکن مکانی نہیں

---

[1] التفسیر المظهري، مترجم مولانا عبدالدائم جلالی، 229 :ط: دار الإشاعت کراچی.

بلکہ ایسا قرب ہے جس کا ادراک عقل سے ممکن نہیں، بلکہ اس کا ادراک صرف وحی اور فراست صحیحہ سے ہوسکتا ہے، یعنی حضرت کے نزدیک قرب میں مکانی ظاہری معنی تو بالکل مراد نہیں ہوسکتا، کیونکہ اللہ سبحانہ مکان سے منزہ ہے اور معنی مراد میں تفویض ہے، گویا کہ جس طرح تمام نصوص متشابہات میں اسلاف تنزیہ مع التفویض کے قائل ہیں، اس میں بھی یہی مسلک حق ہے۔ معیت بلا کیف کی حقیقت پر اللہ کے سوا کوئی عالم نہیں۔

تبصرہ

حضرت قاضی صاحب ایک صوفی عالم ہیں، اس لیے ایک ذوقی انداز میں قرب ومعیت کی تفسیر کرتے ہیں اور صاف کہتے ہیں کہ علمائے ظاہر اس قرب سے قرب علمی مراد لیتے ہیں، اختلاف علمائے ظاہر وباطن کا ہو تو یہ اختلاف ہے ہی نہیں، علمائے ظاہر پر ہی امت مسائل وعقائد میں اعتماد رکھتی ہے، علمائے باطن کے دقائق علمائے ظاہر کی سمجھ میں نہیں آتے تو عوام اس کو کیا سمجھیں گے اور عمل کریں گے۔ نیز اکابر صوفیائے کرام کے حوالہ جات ہم نقل کرچکے ہیں کہ معیت علمیہ کے قائل ہیں، قاضی صاحب سے اتفاق نہیں رکھتے۔

نیز قاضی صاحب خود اس قرب کو ذوقی وعرفانی کہتے ہیں کہ یدرك ذلك القرب بالوحي والفراسة الصحیحۃ اور کہتے ہیں کہ یہ صرف عارفین پر روشن ہے۔ پس اس تفسیر کو تفسیر صوفیہ کہنا لازم ہے۔

صوفیائے کرام کی تفسیر حجت نہیں

حضرت حکیم الامت تھانوی لکھتے ہیں: اکثر صوفیہ کرام کے کلام میں بعض آیتوں کے خلاف ظاہری معنی پر محمول ہونا پایا جاتا ہے، ایسے مواقع پر ناظرین کو دو غلطیاں واقع ہوجاتی ہیں، بعض لوگ تو یوں اعتقاد کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی تفسیر یہی ہے (جیسا کہ مذکورہ معیت کی بحث میں قائلین معیت ذاتی یہ گمان کرتے ہیں) اور علمائے ظاہر نے جو تفسیر کی وہ غلط ہے، حالانکہ یہ اعتقاد بالکل باطل ہے اور اور شعار زنادقہ کا ہے، اور اس سے تمام شریعت ناقابل اعتبار اور منہدم ہوجاتی ہے، اور بعض لوگ ان حضرات پر طعن کرنے لگتے ہیں، انہوں نے قرآن مجید میں تحریف کردی اور تفسیر بالرائے کرتے ہیں۔[1]

[1] شریعت وطریقت للتھانوی، ط: م390 مکتبہ البشری کراچی۔

حضرت تھانوی کی ضروری وصیت

اول تو مسائل کلامیہ میں عموماً اور ان میں سے ان مباحث میں جن کا تعلق ذات وصفات سے ہے خصوصا بدوں قطعی یا نقلی کے محض ظنیات کی بناء پر کہ کشف سب سے انزل ہے، کوئی حکم کرنا خصوص حکم جازم کرنا۔ بلکہ بلا ضرورت کچھ گفتگو کرنا سخت محل خطرہ وخلاف مسلک سلف صالحین ہے۔...اسلم ایسے مسائل میں یہی ہے کہ نصوص سے تجاوز نہ کریں۔ اور سلف کے مسلک پر اور ان کے اس ارشاد پر کہ أبهموا ما أبهمه الله تعالیٰ پر عمل رکھیں۔[1]

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ اسلم یہ ہے کہ جو نص ہے اس سے تجاوز نہ کریں لہذا معیت کے مسئلہ میں بھی اسلم یہی ہے کہ قید ذاتی نہ لگائی جائے کیونکہ یہ تجاوز ہے، نیز جب اللہ نے مبہم رکھا ہے تو اس کو مبہم ہی رکھا جائے، یہی سلامتی ہے۔

علامہ حقی اور معیت ذاتی

قال الإمام المفسر إسماعيل حقي بن مصطفى الإستانبولي الحنفي الخلوتي المولى أبو الفداء (المتوفى: 1127هـ) هُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ ما كُنْتُمْ فى الأرض وهو تمثيل لاحاطة علمه تعالى بهم وتصوير لعدم خروجهم عنه أينما داروا وفي الحديث أفضل ايمان المرء أن يعلم ان الله معه حيث كان...قال موسى عليه السلام اين أجدك يا رب قال يا موسى إذا قصدت إلى فقد وصلت إلى في التأويلات النجمية وهو معكم لا بالمعية المفهومة للعوام والخواص أيضا.بل بالمعية المذوقة بالذوق الكشفى الشهودى أى أنا معكم بحسب مراتب شهوداتكم إن كنتم فى مشهد الفعلى فأنا معكم بالتجلى الذاتي ما أتقدم ولا أتأخر عنكم وقال بعض الكبار تلك المعية ليست هى مثل ما يتصور بالعقل حسا أو ذهنا أو خيالا أو وهما تعالى شأنه عن ذلك علوا كبيرا وإنما هى معية تفرد الحق سبحانه بعينها وتحققها وعلمها لا يعلم

---

[1] شریعت وطریقت للتھانوی، ط:292 مکتبہ البشری کراچی۔

سرها إلا الله ومن أطلعه عليه من الكمل ويحرم كشفها ترحما على العقول القاصرة عن درك الأسرار الخفية كما قال ابن عباس رضى الله عنهما أبهموا ما أبهم الله وبينوا ما بين الله يعنى إذا اقتضى المقام الإبهام كما إذا طلب بيان المبهم على ما هو عليه في نفسه وعقل الطالب قاصر عن دركه فلا جرم أنه حرام لما فيه من هلاكه وأما إذا طلب بيان المبهم لا على ما هو عليه في نفسه بل على وجه يدركه عقله يضرب تأويل يستحسنه الشرع ففيه رخصة شرعية اعتبرها المتأخرون دفعا لانقلاب قلب الطالب وترسيخا على عقيدته حتى تندفع عن صدره الوساوس والهواجس والمراد على هذا إما معية حفظه أو معية أمره أو غير ذلك مما لا اضطراب فيه لا شرعا ولا عقلا ولا خارجا والأين المذكور في الآية متناول لجميع الأينات الأزلية والأبدية من المعنوية والروحانية والمثالية والحسية والدنيوية والبرزخية والنشرية والحشرية والنيرانية والجنانية والغيبية والشادية مطلقا كلية كانت أو جزئية وهذه الأينية كالمعية من المبهمات والمتشابهات وما يعلم تأويلها إلا الله وما يتذكر سرها إلا أولوا الألباب[1]

حاصل عبارت

اس عبارت سے حاصل شدہ امور:

- یعنی معیت سے مراد اکثر حضرات کے نزدیک معیت علمیہ ہے۔
- تاویلات نجمیہ (تاویلات نجمیہ ایک اشاراتی تفسیر ہے) میں معیت سے ایک اور معنی مراد لیا ہے جو عوام و خواص کے نزدیک سمجھے جانے والے معنی کے علاوہ ہے، بلکہ ان کے نزدیک مراد معیت سے معیت ذوقی کشفی ہے اور یہ ایسا معنی ہے جو صرف ذوق سے تعلق رکھتا ہے۔(من لم يذق لم يدر)۔
- کبار علماء سلف سے منقول ہے کہ معیت سے وہ معنی مراد نہیں جو ذہن میں آتا ہو بلکہ معیت کا معنی

---

[1] روح البیان 9:352 دار الفکر – بیروت'

صرف اللہ سبحانہ جانتا ہے، اس قول کی مختصر تعبیر تفویض المعنیٰ ہے۔

- ❖ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جو چیز اللہ نے مبہم رکھی ہے اس کو مبہم رکھو، اس قول کے مد نظر معیت کو مبہم رکھنا ہی بہتر ہے، بالذات وغیرہ قیود کی حاجت نہیں۔
- ❖ ''أین'' اور معیت کا جو اس آیت میں ذکر ہے، دونوں متشابہات میں سے ہیں، (اور متشابہات کے متعلق دو قول ہیں تفویض یا تاویل، لہذا معیت میں بھی یا تو تاویل بالعلم والقدرۃ اختیار کرنا چاہیے یا تفویض، تیسرا مسلک اہل سنت والجماعت سے منقول نہیں۔)
- ❖ تاویلات نجمیہ اشاراتی تفسیر ہے اور صوفیائے کرام کی تفاسیر حجت نہیں۔

ہمارے بعض کرم فرماؤں نے تو عجیب عجیب استدلالات معیت ذاتی کے متعلق کیے ہیں، حتیٰ کہ کہ جو عبارات معیت علمی پر صریح ہیں ان سے بھی معیت ذاتی پر استدلال کیا ہے۔ جن کے جوابات دینے کی چنداں ضرورت نہیں ہے، کیونکہ ایک ادنیٰ طالب علم جیسا کہ بندہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ اس سے مراد معیت ذاتی نہیں ہو سکتا۔ نیز اکثر عبارات میں تصریح ہے کہ یہ صوفیائے کرام کا مسلک ہے اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ معیت ذاتی بلاکیف صوفیائے کرام کا مسلک ہے، اس کی ہم توجیہ ضرور کریں گے مگر بطور عقیدہ ہم اختیار نہیں کر سکتے۔ اس لیے ہم صرف ان اقوال پر تبصرہ کرینگے جن سے بظاہر معیت ذاتی معلوم ہوتا ہے۔

علامہ زاہد کوثری کی طرف معیت ذاتی کی نسبت

أما قول من يقول: إنه تعالى في كل مكان بالنظر إلى نقل المصنف فظاهره قول بالتجسيم على حد قول من يقول إنه في مكان دون مكان إلا إذا أراد تنزيهه تعالى عن الحلول في المكان والزمان فضاقت عبارته عن ذلك فيكون خطأه في التعبير .[1]

اس عبارت میں علامہ نے توجیہ کے طور پر لکھا ہے کہ اللہ ہر جگہ ہے، اس کا ظاہر تو تجسیم ہے، البتہ اگر اللہ کو مکان اور زمان کے حلول سے منزہ مانیں تو یہ قول درست ہو سکتا ہے۔ لیکن پھر بھی اس طرح کی تعبیر کو

---

[1] حاشية الكوثري على كتاب ابن قتيبه الاختلاف في اللفظ والرد على الجهمية والمشبهة 33 ط: دار الكتب العلمية.

علامہ کوثری غلط کہہ رہے ہیں، مگر ہمارے صاحب نے عبارت کا یہ حصہ «فضاقت عبارته عن ذلك فيكون خطأه في التعبير» نقل نہیں کیا، کیونکہ علامہ کوثری جس تعبیر کو خطاء کہتے ہیں، ہمارے صاحب اس تعبیر کو جمہور کا قول کہتے ہیں۔

اور اس عبارت کا صحیح معنی تب ممکن ہے کہ اللہ فی کل مکان سے مراد باعتبار علم وقدرت لیا جائے۔ لہذا اس عبارت سے یہ تاثر دینا کہ علامہ کوثری کا عقیدہ معیت ذاتی کا ہے نامناسب ہے۔

علامہ مجدد الف ثانی کی طرف معیت ذاتی کی نسبت

علامہ مجدد صوفیائے کرام میں معیت ذاتی کے منکر ہیں اور صاف لکھتے ہیں کہ جمہور کا قول حق ہے کہ معیت علمی ہے۔ مگر برا ہو جہل کا کہ بعض لوگ ان کی طرف معیت ذاتی کی نسبت کرتے ہیں اور اللہ سے نہیں ڈرتے۔ حضرت لکھتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے:

"کہ بعض مشائخ کے کلام میں جو یہ ملتا ہے کہ قرب ومعیت ذاتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ احوال وشہود احوال کے اثناء میں ان کو ظاہر ہوئے ہوں گے، بعد ازاں اس مقام سے گذر گئے ہوں گے، جیسا کہ اس فقیر نے پیشتر اپنے حال کی نسبت لکھا ہے۔"

اسی مکتوب میں یہ بھی ہے کہ بہتر یہی ہے کہ جو علمائے اہل سنت والجماعت نے بیان کیا ہے کہ قرب واحاطہ علمی ہے۔[1]

حضرت مجدد نے معیت ذاتیہ پر ردّ کیا ہے اور پھر خود ایک سوال اُٹھایا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ مشائخ کی عبارت میں معیت ذاتی موجود ہے، اس کا جواب دیا ہے، لہذا خود حضرت مجدد کا مسلک بھی معیت ذاتی کا نہیں اور کہتے ہیں صوفیائے کرام اس حال سے گذرنے کے بعد معیت ذاتی کے قائل نہیں رہتے، بلکہ معیت علمیہ کے قائل ہو جاتے ہیں۔ باقی مجدد صاحب کی تمام عبارات پہلے درج کی جا چکی ہے۔

---

[1] مکتوبات امام ربانی اردو ترجمہ مولانا قاضی عالم الدین نقشبندی 182: ط: اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاہور

علمائے دیوبند کی طرف منسوب اقوال کا جائزہ

فتاوی دار العلوم دیوبند اور مسئلہ معیت

سوال: خدا تعالیٰ کی ذات وصفات کے متعلق بندہ کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ سب جگہ موجود ہے، کوئی خاص جگہ اس کے قیام کی نہیں ہے؟

جواب: عقائد مندرجہ بالا موافق اہل سنت والجماعت ہیں۔ ھکذا في شرح العقائد[1]

تبصرہ

یہ سوال بھی مبہم ہے، اور جواب بھی، سائل کی کیا مراد ہے، اگر مراد یہ ہو کہ اللہ ہر جگہ موجود ہے علم اور قدرت کے اعتبار سے، تب تو کوئی حرج نہیں۔ اور اگر سائل اور مجیب دونوں نے ذات مراد لی ہو، تو ہم نے اہل سنت والجماعت کی مسلّم شخصیات کی عبارات سے ثابت ہے کہ ذات مراد لینا ہر جگہ درست نہیں۔ لہذا سوال اور جواب دونوں کو ہی علم وقدرت پر محمول کرنا چاہیے۔

ورنہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ سائل نے اللہ کے لیے مکان ثابت کیا، کیونکہ اس عبات میں تو بلا کیف کا لفظ بھی نہیں، لہذا صریح تجسیم لازم آئے گی۔

ایک اور سوال میں سائل لکھتا ہے، زید وعمرو میں سے ایک کہتا ہے کہ اللہ جل شانہ کا مقام عرش پر ہے بلا کیف واتصال، دوسرا کہتا ہے اللہ جل جلالہ ہر جگہ پر ہے بلا کیف واتصال، صحیح کیا ہے؟

جواب میں لکھتے ہیں: یہ دونوں امر صحیح ہیں اور نص میں وارد ہیں، اس میں بحث نہ کرنی چاہیے۔[2]

تبصرہ

یعنی بلا کیف واتصال ماننا دونوں صحیح ہیں اور معیت ذاتی میں تو اتصال لازم ہے لہذا یہاں معیت ذاتی مراد نہیں ہو سکتا۔ نیز نص میں مطلق استواء ذکر ہے بلا قید ذاتی کے۔ اسی طرح معیت بھی مطلق ہے لہذا نص

---

[1] فتاوی دار العلوم دیوبند جلد 18 ص 74 ط: مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان۔

[2] فتاوی دار العلوم دیوبند جلد 18 ص 18 ط: مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان۔

میں جو وارد ہے بلاشک دونوں صحیح ہیں مگر قید ذاتی نص میں نہیں ہے، اس لیے اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

عبارت کا صحیح محمل

عبارت کا درست محمل یہ ہے کہ اللہ کا استواء اور معیت دونوں بلا کیف ہیں اور ظاہر ہے کہ بلا کیف ہونے سے بلا این ہونا خود متحقق ہوتا ہے۔ اگر یہ معنی نہ لیا جائے تو پھر اس عبارت میں تو عرش کو مقام کہا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ عرش کو جب مقام مان لیا، مکان ہونا ثابت ہو گیا، اور ثبوت مکان اللہ کیلئے محال ہے جیساکہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔

نیز مذکورہ فتاویٰ میں کوئی کلامی عقائد کا جزئیہ درج نہیں حاشیہ پر درج ہے: ولا يتمكن في مكان لأن التمكن عبارة عن نفوذ بعد في آخر متوهم۔ جس عبارت میں تمکن کی صراحۃً نفی ہے، اسی کو تمکن کی دلیل میں درج کیا جانا عجیب ہے۔

سید الطائفہ مولانا رشید احمد گنگوہی کا خط

مولانا نے مرید کے احوال پر ایک خط لکھا ہے: خلاصہ یہ پہلے فقط یہ بات متصور تھی کہ اسم کا نور محیط ہوتا ہے، اب لفظ اللہ کے ساتھ یوں تصور کرو کہ ذات اللہ تعالیٰ کی محیط ہے "﴿وهو بكل شيء محيط﴾ خود ثابت ہے اور نور لطیف جو مخیل ہو اس کو مخیلہ میں نور ذات ہی تصور کرو، صفات اگر خود بخود آویں، آویں مگر تم نظر قصدی ذات کی طرف رکھو... جب خیال ذکر ذات قائم ہو جائے تو زبان اور انفاس کی کسی کو ضرورت نہیں ... حق تعالیٰ باوجود ماوراء الوراء کے قریب عبد کے ہے ﴿هو معكم أين ما كنتم﴾ ایسے تشاویش کی ضرورت نہیں اور معکم علم سے معیت تعبیر کرنا کچھ حاجت نہیں، ھو ضمیر ذات ہے جہاں علم وہاں ذات، پس تکلف کی کیا حاجت ہے، حق تعالیٰ فوق اور تحت سے بری ہے، فوق اور تحت اور ہر جا موجود ہے۔ عروج روح وقلب کا فوق کی جانب اس خیال سے نہیں کہ حق تعالیٰ فوق العرش ہے، نہیں سب جگہ ہے قلب مومن کے اندر بھی ہے، پس فوق کا خیال مت کرو۔[1]

---

[1] مکاتیب رشیدیہ، 42

تبصرہ

حضرت مولانا نے یہ اپنے ایک مرید کو خط لکھا ہے، اور مراقبہ ذات کی تلقین کے متعلق ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ شیخ اور مرید کے اپنے احوال ہیں، یہ عقائد و نظریات کا بیان نہیں، بلکہ احوال کا بیان ہے، لہذا یہ مخصوص خط لے کر اس کو علمائے دیوبند کا عقیدہ ظاہر کرنا کہاں کا انصاف ہے؟

اس خط سے بالکلیہ طور پر ہمارے معیت ذاتی کے قائلین بھی اتفاق نہیں کرتے اور اس کی چند وجوہات ہیں:

1) یہاں بتایا جارہا ہے کہ صفات اگر خود بخود خیال میں آویں تو آویں ورنہ نظر قصدی صفات کی طرف مت کرو، حالانکہ ذات کا تصور بغیر صفات کے نہیں ہوسکتا۔

2) قلب مومن کے اندر بھی ہے حالانکہ قلب مومن کے اندر اللہ کی ذات ہمارے حضرات بھی نہیں مانتے ورنہ پھر وہی سوال اُٹھے گا جو جہمیہ پر ہمارے اکابر نے اُٹھایا تھا کہ کیا قاذورات میں بھی اللہ کی ذات ہے۔(العیاذ باللہ)

3) یہاں جگہ کا ذکر ہے حالانکہ اللہ مکان سے پاک ہے جیسا کہ ہمارے حضرات بھی مانتے ہیں۔

لہذا جب یہ خط مکمل طور پر ظاہر پر محمول نہیں ہے اتفاقی طور پر۔ تو ہم کو کیوں اس خط کے ظاہر ماننے پر مجبور کیا جاتا ہے، عجیب بات ہے، خود تو خط پورے طور پر ظاہر پر محمول نہ کرنے سے یہ لوگ دیوبندیت سے نہیں نکلے اور ہم نکلے؟

ایک فائدہ

حضرت کے خطوط میں ایک حصہ سے زیادہ خطوط مریدوں کے احوال کے متعلق ہیں جو عامہ کے ذہن سے باہر ہے اور اس میں ایسی باتیں موجود ہیں جو ظاہر پر محمول نہیں کی جاسکتیں، حضرت خود بھی ایک دوسرے مقام پر کہتے ہیں:

> حق تعالیٰ محیط بکل شيء ہے ومعکم ہے، اللہ نور السموات والأرض ہے، یہ سب حق ہے مگر احاطہ ومعیت ونوریت جو مفہوم ہم مخلوقات کی ہے اس سے وراء الوراء ہے۔[1]

---

[1] مکاتیب رشیدیہ، 44۔

تائیدات از عبارات اکابر

مراقبہ ذات کے متعلق علامہ گنگوہی کا خط معیت ذاتیہ پر دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ مراقبہ میں توجہ ذات ہوتی ہے۔ ورنہ تفکر ذات سے تو منع نصوص میں ثابت ہے پھر صوفیائے کرام کیوں ترغیب دے رہے ہیں؟

مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اور صوفیہ کا جو مراقبہ ذات کا شغل ہے وہ توجہ ہے جو تفکر سے عام ہے۔ تفکر تصور مع الحرکت ہے جس میں تصورات خاصہ میں ترتیب دینا ہوتا ہے ایصال الی الکنہ کے لیے جو ممتنع الادراک ہے۔ اور توجہ مطلق تصور اجمالی پر بھی صادق ہے اور وہ دعاء وذکر کے لوازم سے ہے، اس لیے وہ منہی عنہ نہیں۔[1]

شیخ الاسلام حسین احمد مدنی کا قول مراقبہ ذات کے متعلق اللہ حاضری ،اللہ ناظری الخ میں بھی صرف دھیان یعنی تفکر نہیں مطلوب ہے، بلکہ زبان سے بھی کہنا چاہیے، البتہ معنی کا خیال رکھتے ہوئے اور اسم سے مسمی کی طرف منتقل ہوتے ہوئے ذکر کرتے رہیں۔ چونکہ صفات حضور وناظریت ومعیت کے ہیں۔ اسم جلالہ کی نہیں ہیں، لہذا یہ دھیان رہنا چاہیے کہ وہ ذات مقدسہ بلا کم وکیف، بیچگون ان معانی کے ساتھ متّصف اور مشاہد ہیں۔[2]

مفتی محمود الحسن گنگوہی کی طرف معیت ذاتی کی نسبت کا جائزہ

سابق میں تفصیلی ذکر ہے وہاں ملاحظہ کرلیا جائے۔

علامہ سرفراز خان صفدر کی طرف معیت ذاتی کی نسبت کا جائزہ

علامہ سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال پر تفصیلی بحث سابق میں گذری ہے۔

مولانا عبد الماجد دریاآبادی کی طرف معیت ذاتی کی نسبت کا جائزہ

مولانا صاحب سورۃ توبہ آیت نمبر 40 کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

---

[1] امداد الفتاوی ج 6 ص 31۔

[2] مکتوبات شیخ الاسلام 1:170 ط: مجلس یادگار شیخ الاسلام۔

معناً سے معیت نصرت ہی مراد ہے ورنہ معیت ذاتی ہر مخلوق کو ہر آن حاصل رہتی ہے۔

تبصرہ

مولانا عبد الماجد دریا آبادی کی تمام عبارات دیکھنے کے بعد بآسانی ہم سمجھ سکتے ہیں کہ مولانا کی معیت ذاتی سے مراد بھی معیت علمی ہے۔ مولانا معیت باعتبار علم وقدرت کو معیت ذاتی کہتے ہیں، اور یا معیت عام سے تعبیر کرتے ہیں۔

بطور تائید مولانا کی عبارت دیکھنے کے لیے کی طرف رجوع کریں۔

یہاں صرف مولانا سے اس تعبیر "اللہ ہر جگہ ہے" پر تردید ذکر کرتے ہیں۔

مولانا سورۃ بقرہ آیت نمبر 115 (وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ الله) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

> یعنی وہ خدائے واحد جو ہر مکان، ہر ظرف کی قید سے پاک، ہر سمت وجہت سے منزہ ہے۔ اس کی ذات پاک کی تجلیات ہر طرف ہیں۔ سب کہیں ہیں۔ جدھر بھی رُخ کروگے جلوہ اسی کا پاؤ گے۔ اس کی تجلیات کو کسی خاص جہت کے ساتھ محدود ومخصوص کرلینا عین جہل ہے۔
>
> .... هذا يدل على نفي الجهة والمكان عنه تعالى لإستحالة ذلك عليه (ابن العربي) [1]

فائدہ

اس آیت کریمہ سے بعض حضرات نے اللہ کے ہر جگہ ہونے پر استدلال کیا ہیں، لیکن مولانا عبد الماجد رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ کے ہر جگہ نہ ہونے پر استدلال کیا ہے، پھر مولانا کو یہ لوگ کس طرح اپنے عقیدے کا ہم نوا سمجھتے ہیں؟ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔

اللہ ہر جگہ ہے جہمیہ کا عقیدہ ہے

مولانا سورۃ نساء آیت نمبر 108 پر حاشیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[1] تفسیر ماجدی 58 ط: پاک کمپنی لاہور۔

''ھو معھم''، معتزلہ، قدریہ، جہمیہ، وغیرہ نے اس قسم کی آیتوں سے حق تعالیٰ کی معیت مکانی پر استدلال کیا ہے۔

قالت الجھمية والقدرية والمعتزلة ھو بكل مكان تمسكا بھذه الآية وما كان مثلها- (قرطبی)

لیکن اہل سنت اسے شان تنزیہی کے منافی سمجھتے ہیں اور انہوں نے مراد صرف معیت علمی لی ہے۔

أي بالعلم والرؤية والسمع ھذا قول أھل السنة (قرطبی) يريد بالعلم والقدرة والرؤية (کبیر)-[1]

فائدہ

مولانا دریاآبادی صاحب جس عقیدے کو جہمیہ کا عقیدہ کہتے ہیں، افسوس کہ مولانا کا مسلک نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض لوگ یہی عقیدہ مولانا کی طرف منسوب کررہے ہیں، اس پر ہم سوائے «إنا لله وإنا إليه راجعون» پڑھنے کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

کیا حاضر وناظر سے معیت ذاتی ثابت ہوتا ہے؟

حاضر کا معنی «حاضر بعلمه» اور ناظر کا معنی «ناظر ببصره» لہذا اس لفظ سے معیت ذاتی بالکل ثابت نہیں ہوسکتا۔

ضروری تنبیہ

اس کے علاوہ علمائے دیوبند کی بعض اور عبارات بھی ہیں، جس سے ہمارے بعض حضرات معیت ذاتی پر استدلال کررہے ہیں۔ جن میں سے اکثر عبارات پر ہم نے تفصیلی کلام اس کتاب میں جگہ جگہ کیا ہے، لیکن یہ بات ذہن میں رکھئے کہ ہم اس تعبیر ''اللہ ہر جگہ ہے باعتبار ذات لیکن بلا کیف''کو ضرورت کے درجے میں درست سمجھتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ ہمارے صوفیائے کرام کے کلام میں اس طرح کی جو عبارات درج ہیں

[1] تفسیر ماجدی 248ط: پاک کمپنی لاہور۔

، ہم اس کی توجیہ کرتے ہیں، اور صوفیائے کرام کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ حضرات حلولیہ بالکل نہ تھے۔

ہمارا دعویٰ

البتہ بلا خوف تردید ہم کہتے ہیں کہ معیت ذاتی کا عقیدہ جمہور اہل سنت والجماعت کا نہیں، اور نہ علمائے دیوبند کا ہے۔ اور ساتھ ساتھ عوام مسلمانوں کے سامنے معیت ذاتی کے بیان کو مناسب نہیں سمجھتے، بلکہ اسے عوام کے لیے مہلک سمجھتے ہیں۔

پس جو حضرات معیت ذاتی کو جمہور کا عقیدہ سمجھتے ہیں، ہم درخواست کرتے ہیں کہ آپ اس طرح کی کوئی عبارت پیش کرو جس میں صاف صاف ہو کہ یہ معیت ذاتی جمہور کا عقیدہ ہے، اور معیت ذاتی کے منکر بے دین ہیں۔ لہٰذا اپنے دعویٰ کو صحیح لکھو اور علمائے اہل سنت کی عبارات سے ثابت کرو۔ تب ہم کو جواب دینے کا پابند کرو۔

باب ہفتم

مسئلہ معیت پر ایک مناظرہ اور اس پر تبصرہ

علامہ عبدالوہاب شعرانی نے اپنی مشہور کتاب "الیواقیت والجواہر" میں ایک مناظرہ ذکر کیا ہے ،یہ مناظرہ مصر کے مشہور محقق عالم علامہ خضر شنقیطی نے بھی ذکر کیا ہے اور اس پر شاندار ناقدانہ تذکرہ بھی کیا ہے ،قارئین کرام کے فائدہ کے لیے اس باب میں ہم یہ مناظرہ ذکر کرتے ہیں۔علامہ شعرانی کا نظریہ ہم نقل کر چکے ہیں کہ ان کے نزدیک معیت علمی کے قائلین معیت ذاتی کے قائلین سے زیادہ ادب واحتیاط رکھنے والے ہیں۔

ما نصه وقد وقع في هذه المسئلة عقد مجلس في الجامع الأزهر في سنة خمس وتسعمائة عام بين الشيخ بدر الدين العلائي الحنفي وبين الشيخ إبراهيم المواهبي الشاذلي وصنف فيها رسالة وأنا أذكر لك عيونها لتحيط بها علما فأقول وبالله التوفيق ومن خطه نقلت (قال الشيخ بدر الدين العلائي الحنفي والشيخ زكريا والشيخ برهان الدين بن أبي شريف وجماعة: الله معنا بأسمائه وصفاته لا بذاته فقال الشيخ إبراهيم بل هو معنا بذاته وصفاته)فقالو له ماالدليل علي ذ لك ؟ فقال: قوله تعالي ﴿وهو معكم﴾[الحديد: 4]﴿والله معكم﴾ [محمد: 35]ومعلوم أن الله علم علي الذات فيجب اعتقاد المعية الذاتية ذوقاً وعقلاًلثبوتها نقلاًوعقلاًفقالوا له:أوضح لنا ذلك؟ فقال:حقيقةالمعيةمصاحبة شيئ لآخر سواء كان واجبين كذات الله تعالي مع صفاته أو جائزين كالإنسان مع مثله أو واجباً وجائزاً وهو معية الله تعالي لخلقه بذاته وصفاته المفهومة من قوله تعالي ﴿والله معكم﴾[محمد: 35] ﴿وإن الله لمع المحسنين﴾،﴿إن الله مع الصابرين﴾وذلك لما قدمنا من أن مدلولل الإسم الكريم الله إنما هو الذات الملازمة لها الصفات المتعينة لتعلقها بجميع الممكنات ،وليست كمعيةمتحيزين لعدم مماثلته تعالي لخلقه الموصوفين بالجسمة المفتقرة للوازمها

الضرورية كالحلول في الجهة الأينية الزمانية والمكانية،فتعالت معيته تعالي عن الشبه والنظير لكماله تعالي وارتفاعه عن صفات خلقه ﴿ليس كمثله شيئ وهو السميع البصير﴾ [الشورى :11].

قال ولهذا قررنا انتفاء القول بلزوم الحلول في حيز الكائنات علي القول بمعية الذات مع أنه لا يلزم من معية الصفات دون الذات انفكاك الذات عن الصفات ولا بعدها وتحيزها وسائرلوازمها ،وحينئذ فيلزم من معية الصفات لشيئ معية الذات له وعكسه لتلازمها مع تعاليهما عن المكان ولوازم الإمكان لأنه تعالي مباين لصفات خلقه تبايناً مطلقاً.

وقد قال العلامة الغزنوي في شرح عقائد النسفي: إن قول المعتزلة وجمهور النجارية أن الحق تعالى بكل مكان بعلمه وقدرته وتدبيريه دون ذاته باطل لأنه لا يلزم من علم مكان أن يكون في ذلك المكان بالعلم فقط إلا إن كانت صفاته تنفك عن ذاته كما هو صفة علم الخلق لا علم الحق علي أنه يلزم من القول بأن الله تعالي معنا بالعلم فقط دون الذات اسقلال الصفات بنفسها دون الذات وذلك غير معقول،فقالو له :هل وافقك أحد غير العزنوي في ذلك ؟ فقال: نعم ذكر شيخ الإسلام ابن اللبان رحمه الله تعالى في قوله تعالى ﴿ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ﴾أن في هذه الآية دليلا على أقربيته تعالى قربا حقيقيا كما يليق بذاته لتعاليه عن المكان؛إذ لوكان المراد بقربه تعالى من عبده قربه بالعلم أو القدرة أو التدبنير مثلا لقال: ولكن لا تعلمون فلما قال ﴿ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ﴾﴾دل على أن المراد به القرب الحقيقي المدرك بالبصر لو كشف الله عن بصرنا ؛ فإن من المعلوم أن البصر لاتعلق لإدراكه بالصفات المعنوية وإنما يتعلق بالحقائق المرئية.

وكذلك القول في قوله تعالى ﴿ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾هو يدل أيضا على ما قلناه لأن (أفعل من) يدل علي الإشتراك في اسم القربوإن اختلف اليكيف والإشتراك بين قرب الصفات وقرب حبل الوريد؛ لأن

قرب الصفات معنوي وقرب حبل الوريد حسي ففي نسبة أقربيته تعالي إلي الإنسان من حبل الوريد الذي هو حقيقي دليل على أن قربه تعالى حقيقي أي بالذات اللازم لها بالصفات. قال الشيخ إبراهيم : وربما قررناه لكم انتفي أن يكون المراد قربه تعالى منا بصفاته دون ذاته وأن الحق الصريح هو قربه منا بالذات أيضا إذ الصفا ت تعقل مجردة عن الذات التعالى ا ه.فقال العلائي: فما قولكم في قوله تعالى ﴿ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ﴾ فإنه يوهم أن الله تعالى في مكان فقال الشيخ إبراهيم لا يلزم من ذلك في حقه تعالي المكان؛ لأن (أين) في الآية إنما أطلقت لإفادة معية الله تعالى للمخاطبين في الأين اللازم لهم لا له تعالى كم قدمنا ، فهو مع صاحب كل أين بلا أين .

ترجمہ:اور 905ھ میں جامع ازہر میں اس مسئلہ کے بارے میں شیخ بدرالدین حنفی اور شیخ ابراہیم شاذلی کے درمیان ایک نشست منعقد ہوئی اور شیخ ابراہیم نے اس کے متعلق ایک رسالہ تصنیف فرمایا۔اور میں آپ کے لیے اس کے چیدہ چیدہ نکات ذکر کرتا ہوں تاکہ تجھے اس کا پورا علم ہو سکے۔پس میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں اور انہی کی عبارات میں نقل کرتا ہوں۔شیخ بدرالدین علائی حنفی شیخ زکریا شیخ برہان الدین بن ابی شریف اور ایک جماعت نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اسماء وصفات کے ساتھ ہمارے ساتھ ہیں نہ کہ اپنی ذات کے ساتھ۔توشیخ ابرہیم نے فرمایابلکہ وہ اپنی ذات وصفات کے ساتھ ہمارے ساتھ ہے۔انہوں نے کہاکہ اس پر دلیل کیا ہے ؟ توشیخ ابرہیم نے کہاکہ اللہ کا قول ﴿وھو معکم﴾اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد﴿ و الله معكم﴾اور یہ معلوم ہے کہ اللہ ذات کا اسم علم ہے پس ذوقاًاور عقلاً معیت ذاتیہ کا عقیدہ واجب ہے کہ یہ عقل ونقل کے ساتھ ثابت ہے۔

ان حضرات نے کہاکہ اسے ہمارے لیے وضاحت کے ساتھ بیان کریں۔توآپ نے کہاکہ حقیقت معیت ایک چیز کا دوسری کے ساتھ ہونا ہے۔برابر ہے کہ دونوں واجب ہوں جیسے اللہ کی ذات اپنی صفات کے ساتھ۔یا دونوں جائز ہوں جیسے انسان اپنے جیسے کے ساتھ۔یاواجب اور جائز ہواور وہ اپنی مخلوق کے لیے اللہ تعالیٰ کی اپنی ذات وصفات کے ساتھ معیت ہے۔جوکہ اللہ تعالیٰ کے اس قول﴿و الله معكم﴾[محمد:35]﴿و إن الله لمع المحسنين﴾،﴿إن الله مع الصابرين﴾ جیسی آیات سے سمجھ میں آتی ہے۔اور اس کی وجہ وہ ہے جو ہم پہلے نقل کر چکے کہ اسم کریم اللہ کا مدلول وہ ذات ہی تو ہے جسے صفات متعیّنہ لازم ہیں۔کیونکہ یہ تمام ممکنات کے ساتھ متعلق ہے۔

اور یہ مکان میں محصور دو جسموں کی معیت کی طرح نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی مماثلت سے پاک ہے جو کہ جسمیت کے ساتھ موصوف ہیں۔ جسے اپنے لوازم ضروریہ کی احتیاج ہے جیسے اینیت زمانیہ اور مکانیہ کی جہت میں حلول پس اللہ تعالیٰ کی معیت اللہ کے کمال کی وجہ سے اور اپنی خلق کی صفات سے مبرا ہونے کی وجہ سے شبیہ اور نظیر سے بلند وبالا ہے ﴿لیس کمثله شیئ وهو السمیع البصیر﴾ (الشوری:11) اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سنتا ہے دیکھتا ہے۔

نیز شیخ ابراہیم نے فرمایا: اسی لیے معیت ذات کے قول پر ہم نے حیز کائنات میں حلول لازم ہونے کے قول کی نفی کی تقریر کی ہے۔ باوجود یہ کہ ذات کے بغیر معیت صفات کا ذات سے جدا ہونا ہے ان کا دور ہونا یا محصور ہونا لازم نہیں اور اس وقت کسی چیز کے لیے معیت صفات سے اس کے لیے معیت ذات اور اس کا عکس لازم آتا ہے، کیونکہ دونوں کے مکان اور لوازم مکان سے بلند وبالا ہونے کے باوجود دونوں ایک دوسرے کو لازم ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی صفات سے مطلقاً جدا ہے۔ جبکہ علامہ غزنوی نے عقائد نسفیہ میں فرمایا ہے کہ معتزلہ اور جمہور نجاریہ کا یہ کہنا کہ حق تعالیٰ ہر مکان میں اپنے علم، قدرت، اور تدبیر کے ساتھ ہے نہ کہ اپنی ذات کے ساتھ باطل ہے، کیونکہ یہ لازم نہیں کہ جو کسی مکان کا علم رکھے، وہ اس مکان میں صرف علم کے ساتھ ہو مگر جب کہ اس کی صفات اس کی ذات سے جدا ہو جاتی ہوں جیسا کہ خلق کے علم کی صفت ہے نہ علم حق کی۔ انتہی

علاوہ ازیں اس قول سے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ صرف علم کے ساتھ ہے نہ کہ ذات کے ساتھ، صفات کا ذات کے بغیر خود مستقل ہونا لازم آتا ہے۔ اور یہ غیر معقول ہے۔ انہوں نے شیخ ابراہیم سے کہا کیا اس مسئلہ میں غزنوی کے علاوہ کسی نے آپ کی موافقت کی ہے؟ فرمایا ہاں شیخ الاسلام ابن اللبان نے اللہ تعالیٰ کے قول ﴿ونحن أقرب الخ﴾ (اور ہم تم سے قریب ہوتے ہیں تم دیکھ نہیں سکتے) کے بارے میں ذکر فرمایا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے سے قرب حقیقی کی صورت میں اقربیت پر دلیل ہے جیسا کہ اس کی ذات کے لائق ہے۔ کہ وہ مکان سے برتر وبالا ہے۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کے اپنے بندے سے قرب سے مراد مثلاً علم یا قدرت یا تدبیر کے ساتھ قرب ہوتا تو فرماتا ﴿ولكن لا تعلمون﴾ لیکن تم نہیں جانتے یا اس جیسا کوئی اور جملہ۔ تو جب اس نے ﴿ولكن لا تبصرون﴾ فرمایا کہ تم نہیں دیکھتے تو یہ دلالت کرتا ہے کہ اس سے مراد قرب حقیقی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہماری نگاہ سے پردہ اُٹھا دے تو بصر کے ساتھ اس کا ادراک ہو سکتا ہے اس لیے کہ یہ بات معلوم ہے کہ آنکھ کے ادراک کا صفات معنویہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ وہ تو صرف

دیکھے جانے والے حقائق سے متعلق ہے۔شیخ نے فرمایا کہ یہی گفتگو اللہ تعالیٰ کے قول ﴿ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ﴾ میں بھی ہے، اگرچہ کیف مختلف ہے۔اور قرب صفات اور قرب حبل الورید میں کوئی اشتراک نہیں۔کیونکہ قرب صفات معنوی ہے جبکہ قرب حبل الورید حسی ہے۔پس اللہ تعالیٰ کی انسان کی طرف حبل الورید سے اقربیت کی نسبت میں جو کہ حقیقی ہے اس پر دلیل ہے کہ حق تعالیٰ کا قرب حقیقی ہے یعنی بالذات جسے صفات لازم ہیں۔

شیخ ابراہیم نے فرمایا کہ تمہارے سامنے ہم نے جو تقریر کی ہے اس سے نفی ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کے ہم سے قرب سے مراد قرب بالصفات ہے نہ کہ بالذات۔اور یہ کہ حق صریح اس کا ہم سے قرب بالذات بھی ہے۔کیونکہ برتروبالا ذات کے بغیر صرف صفات سمجھ میں نہیں آسکتیں۔جیسا کہ گذرا

پس شیخ علائی نے ان سے کہا کہ آپ کا اللہ تعالیٰ کے قول ﴿ وھو معکم أین ما کنتم ﴾ کے بارے میں کیا ارشاد ہے کیونکہ اس سے وہم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مکان میں ہے؟

تو شیخ ابرہیم نے فرمایا اس سے اللہ کے بارے میں مکان لازم نہیں آتا کیونکہ آیت میں این کا اطلاق مخاطبین کے لیے ہے اللہ تعالیٰ کی معیت کا اس این میں فائدہ دینے کے لیے ہے جو کہ ان کو لازم ہے نہ کہ حق تعالیٰ کو۔جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں پس وہ ہر صاحب این کے ساتھ ہے بلا این کے۔انتہی

اسی گفتگو کے دوران شیخ عارف باللہ تعالیٰ سیدی محمد المغربی الشاذلی جو کہ امام جلال الدین سیوطی کے شیخ ہیں، تشریف لے آئے اور فرمایا کہ آپ لوگ یہاں کیسے جمع ہوئے؟ تو ان حضرات نے آپ کی خدمت میں مسئلہ پیش کیا۔آپ نے فرمایا تم لوگ اس امر کا ذوقی علم چاہتے ہو یا سماعی؟ انہوں نے کہا سماعی تو آپ نے فرمایا ک اللہ تعالیٰ کی معیت ازلیہ ہے۔اس کی ابتدا نہیں اور تمام اشیاء اس کے علم میں ازل سے یقینی طور پر ابتداء کے بغیر ثابت ہیں، کیونکہ اشیاء اس علم کے ساتھ اس طرح متعلق ہیں کہ اس تعلق پر عدم محال ہے، کیونکہ اس کے واجب الوجود علم کا معلوم کے بغیر پایا جانا محال ہے۔اور اس علم کا اشیاء کے ساتھ طاری ہونے کا محال ہونا اس لیے ہے کہ اس سے اللہ کے علم کا نہ ہونے کے بعد حادث ہونا لازم آتا ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ کی معیت ازلیہ ہے، اسی طرح وہ ابدیہ بھی ہے، اس کے لیے انتہا نہیں، پس اللہ تعالیٰ ان اشیاء کے عدم سے عینی طور پر علم الٰہی کے مطابق حادث ہونے کے بعد یقینا ان کے ساتھ ہیں اور اشیاء اپنی بساطت، ترکیب، اوراضافت اور تجرید کے جہانوں میں جہاں بھی ہوں ازل سے غیر محدود زمانوں تک یہی حال ہوگا۔آپ کی گفتگو نے حاضرین کو مدہوش کر دیا، آپ نے ان سے فرمایا کہ معیت کے بارے میں جو تقریر میں نے کی ہے اس

پر عقیدہ اور اعتماد رکھو اور جو اس کے منافی ہے اسے ترک کر دو، تم اپنے مولا کی تنزیہ کا حق ادا کرنے والے ہو جاؤ گے اور اپنی عقول کو تشبیہ کے شبہات سے خلاصی بخشنے والے ہو گے۔ اور اگر تم میں سے کسی کا ارادہ ہو کہ اس مسئلہ کا عرفان ذوقی حاصل کرے تو اپنی لگام میرے سپرد کر دے، میں اسے اس کے معمولات لباس، مال اور اولاد سے جدا کر کے خلوت میں داخل کروں گا اور اسے سونے اور مرغوب چیزوں کے استعمال سے روک دوں گا اور ذوق وکشف کے طور پر اس مسئلہ کے علم تک اس کی رسائی کا میں ضامن ہوں۔

علامہ خضر شنقیطی کا ناقدانہ تبصرہ

علامہ لکھتے ہیں کہ اس کلام میں تناقض اور خلط ملط اور غلطیاں ہیں اور اللہ کی طرف تشبیہ اور تحیز کی نسبت بھی ہے:

تناقض تو یہ ہے کہ اول کہا کہ:

يلزم من معية الصفات دون الذات انفكاك الذات عن الصفات ولا بعدها وتحيزها وسائز لوازمها ثم كرَّ على ما قال بالنقض والإبطال فقال: على أنه يلزم من القول بأن الله تعالى معنا بالعلم فقط دون الذات اسقلال الصفات بنفسها دون الذات وذلك غير معقول، فانظر هذا التناقض الشيع. ومن التخليط والجهل قوله:

فانظر هذاالتخليط أيقول عاقل إن علم الخلق الذي هو صفة لهم معنوية ذاتية يمكن انفكاكها عنهم واسقلالها بنفسها ؟ أيمكن أيقول أحد : إن المعاني والأعراض تستقل بنفسها فتنقلب حينيذٍ جوهراً ويبطل كونها معنى وعرضاً لقول الناظم في تعريف العرض والجوهر:فأول له وجود قائما بالغير والثاني بنفسه دائما .اھ

یعنی اوّل کہا کہ ”کہ ذات کے بغیر معیت صفات کا، ذات سے جدا ہونا یا ان کا دور ہونا یا محصور ہونا لازم نہیں آتا“ اور پھر خود ہی اس کے خلاف کہا ”علاوہ ازیں اس قول سے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ صرف علم کے ساتھ ہے نہ کہ ذات کے ساتھ، صفات کا ذات کے بغیر خود مستقل ہونا لازم آتا ہے۔ اور یہ غیر معقول ہے“۔ اس صریح تناقض کو دیکھو۔

تخلیط کلام

اس کے بعد علامہ شنقیطی لکھتے ہیں:

ومن التخليط والجهل قوله : إلا إن كانت صفاته تنفك عن ذاته كما هو صفة علم الخلق لا علم الحق-

مگر جب کہ اس کی صفات اس کی ذات سے جدا ہو جاتی ہوں جیسا کہ خلق کے علم کی صفت ہے نہ علم حق کی۔ علامہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کیا کوئی عاقل اس طرح کہہ سکتا ہے کہ علم مخلوق کا جواِن کی صفت ہے ذاتی اور معنوی ہے اور اس کا جدا ہونا ممکن ہے، کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ اعراض مستقل بنفسہا ہیں، یہ کوئی بھی نہیں کہہ سکتا ہے (تو ہم کس طرح یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ کا علم ذات سے جدا ہوتا ہے، پس یہ شیخ ابرہیم نے مغالطہ دیا ہے، ورنہ اہل سنت میں سے کوئی بھی صفت کے ذات سے انفکاک کا قائل نہیں۔

سخت غلطی

اور اس کلام میں ایک سخت غلطی یہ ہوئی ہے کہ معتزلہ کی طرف یہ نسبت کی ہے کہ معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ ہر مکان میں باعتبار علم ہے۔ یہ بات جو معتزلہ کی طرف منسوب کی ہے بالکل صریح غلطی ہے، کیونکہ یہ بات ایک عالم کو معلوم ہیں کہ معتزلہ اللہ کی صفات نہیں مانتے، بلکہ کہتے ہیں کہ اللہ عالم ہے علم کے بغیر اور قادر ہے قدرت کے بغیر۔ پھر علامہ نے اس بات کو غلط ثابت کرنے کے لیے بہت سی عبارات نقل کی ہیں۔

نوٹ : معتزلہ کا مشہور مذہب یہی ہے کہ اللہ عالم بلا علم ہے، اسی طرح تمام صفات کے منکرین ہیں مگر بہت سے حضرات نے معتزلہ کی طرف یہ عبارت بھی منسوب کی ہے کہ اللہ ہر مکان میں ہیں علم اور تدبیر سے جیسا کہ ہم نے بہت سی عبارات اس کتاب میں نقل کی ہیں۔

علامہ مزید لکھتے ہیں کہ اس کلام میں تشبیہ اور تحیز کی نسبت بھی ہے اللہ کی طرف اور وہ اس طرح ہے کہ جب معیت کو ذاتی مانا کہ اللہ باعتبار ذات مخلوق کے ساتھ ہیں تو تشبیہ لازم آتی ہے حالانکہ اللہ سبحانہ بلند و برتر ہیں معیت ذاتی اور تشبیہ سے۔ اس کلام (معیت ذاتی) کے بطلان پر پہلی بات یہ ہے کہ متقدمین اور متاخرین اہل سنت والجماعت میں سے کسی نے بھی معیت ذاتی کا قول نہیں کیا ہے بکہ اس کو تاویل بالعلم یا بالنصر یا بالحفظ پر محمول کیا ہے، کیونکہ معیت ذاتی ماننے سے دو محالات لازم آتے ہیں اور دونوں بالاجماع کفر ہیں۔

محال اوّل

یہ ہے اکہ اگر ہم معیت کو ذاتی فرض کرلیں کہ اللہ ہر مخلوق (انس ،وجن ،اور حیوانات وغیرہ) کے ساتھ ہر جگہ اور ہر وقت باعتبار ذات موجود ہیں تو اللہ جلّ جلالُہ کا اتصاف بالحدوث لازم آئے گا حالانکہ دلائل قطعیہ سے ثابت ہے کہ اللہ جلّ جلالُہ جہت ومکان وزمان اور اتصاف بالحدوث سے منزہ اور پاک ہیں۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ اللہ جلّ جلالُہ ذات قدیمہ ہے اور معیت کی حقیقت یہ ہے کہ ایک چیز دوسری چیز کے ساتھ مصاحب وپیوست ہوجائے۔پس جب اللہ جلّ جلالُہ کی ذات کی مصاحبت کسی ایسی چیز (مخلوق) کے ساتھ آئے جو متحیز اور مکان خاص کا محتاج ہو تو لامحالہ کے اللہ جلّ جلالُہ لیے بھی وہ تحیز اور مکان لازم آئے گا۔(حالانکہ یہ بالاجماع کفر ہے)نیز بعض اوقات مصاحب مکان ایک ایسے مکان میں ہوتا ہے کہ وہاں مکان کی تنگی کی وجہ سے دوسرا نہیں آسکتا اور کبھی مصاحب مکان ، بدبودار مکان میں ہوتا ہے (پس یہ سب محالات اس وجہ سے لازم آئے کہ معیت کو ذاتی مانا۔

نیز حضرات شیخین (امام بخاری ومسلم) نے حضرت نس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے ایک روایت نقل کی ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے بیان کی ہے کہ میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں تھا پس ہم نے مشرکین کے قدموں کے نشانات دیکھے ،پس میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر ان میں سے کسی نے قدم اُٹھایا تو ہم قدموں کے نیچے دیکھ لیں گے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا(یا أبا بكر ما ظنك باثنين الله ثالثهما)اے ابوبکر ان دونوں کے متعلق آپ کا کیا گمان ہے کہ تیسرا ان کا اللہ ہے۔پس معیت ذاتی کا قائل ضرور بضرور اس حدیث سے یہ سمجھے گا کہ اللہ جلّ جلالُہ غار میں بالذات تھا اور اسی طرح اس آیت کریمہ﴿ مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ﴾ میں بھی یہی سمجھے گا کہ بالذات تیسرا اور چوتھا ہے حالانکہ یہ سب ایسی باتیں ہیں کہ کان اور زبان اس جیسی باتوں سے بچانا لازم ہیں، پس اس معیت ذاتی کے ماننے کی وجہ سے جو یہ محالات لازم آئے، اس کے باوجود مخلوق کے خالق سے انفصال ثابت کرنے کے لیے اس قول میں کیا فائدہ ہے:

> وليست كمعية متحيزين لعدم مماثلته تعالى لخلقه الموصوفين بالجسمة المفتقرة للوازمها الضرورية كالحلول في الجهة الأينية الزمانية والمكانية، فتعالت معيته تعالى عن الشبه والنظير-

پس کونسا انفصال اس (معیت ذاتی ماننے) کے بعد حاصل ہوسکتا ہے، کیا یہ ممکن ہے کہ جو مخلوق

مصاحب ہیں ذات سبحانہ کا یہ جہت اور مکان میں نہیں ہے اور کیا یہ معقول ہے کہ صحبت و معیت تو مخلوق کا اللہ سبحانہ سے بالذات ہو اور پھر بھی اس ذاتی معیت کے ساتھ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ جہت اور مکان میں نہ ہو یہ سب باتیں عقل میں آنے والے نہیں ہیں غیر معقول ہیں۔

اس کے بعد علامہ نے بہت ہی فیصلہ کن عبارت لکھی ہے، فرماتے ہیں:

ولو كان منزها لله تعالى لفوض الأمر إليه أو أول بها أول به الخلف والسلف ،

یعنی اگر یہ معیت ذاتی کا قائل اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کو تشبیہ اور تجسیم سے منزہ اور پاک مانتا تو یہ تو اس صفت معیت میں تفویض کرتا اور یا وہ تاویل کرتا جو متقدمین اور متاخرین نے کی ہیں یعنی تاویل بالعلم وغیرہ۔ اس کے بعد اس مذہب کی قباحت بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

ومذهبه أشنع وأبشع بكثير من المجسمة الجاعلين الله تعالى مستويا على العرش بذاته الشريفة ؛ لأن هؤلاء نسبوه إلى العلو وإلى مكان واحد، وهذا القائل نسبه إلى أماكن متعددة كثيرة جدّاً وجهات كثيرة-

کہ ان معیت ذاتی کے قائلین کا مذہب ان مجسمہ سے بھی برا اور قبیح ہے کہ جو کہتے ہیں کہ بالذات عرش پر مستوی ہیں، کیونکہ یہ لوگ تو اللہ تعالیٰ کے لیے صرف ایک جہت علو اور ایک مکان ثابت کرتے ہیں اور قائلین معیت ذاتی اللہ تعالیٰ کے لیے بہت مکانات اور جہات ثابت کرتے ہیں۔

یہ محال اول کا بیان ہوا۔

محال ثانی

محال ثانی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر تمام مخلوق کے ساتھ ذات کے اعتبار سے قریب ہیں تو ذات الٰہی کا تعدد لازم آتا ہیں، اس طرح کہ ہر مخلوق غیر ہے دوسرے کا اور اللہ تعالیٰ ذات قدیمہ ہیں، پس جب تمام مخلوق کے ساتھ بیک وقت ذات کے اعتبار سے موجود ہیں، پس افراد (مخلوق) کے تباین سے ذات کا تعدد لازم آئے گا اور یہ بدیہی البطلان ہیں۔

اس کے بعد علامہ ان کے مناظرہ پر مزید تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں، یعنی ان قائلین معیت ذاتی کا استدلال ایسی عبارات و نصوص سے ہیں کہ اس میں ان کے لیے دلیل بھی نہیں ہے، کیونکہ ان لوگوں کا دعویٰ

بھی یہ ہے کہ اللہ ہر جگہ ہیں باعتبار ذات یعنی معیت ذاتی ہیں اس آیت میں اور دلیل بھی اس آیت سے ہے ﴿وهو معكم﴾ ﴿والله معكم﴾ ﴿إن الله لمع المحسنين﴾

وأما استدلاله بما لادليل له فيه فلم أر له نظيرا إلا قول القائل: كما يتداوي صاحب الخمر بالخمر ، فإن هذا الرجل القائل يحمل المعية على الظاهرها من جعلها بالذات لما سئل عن الدليل على ذلك استدل بنفس الآيات المتشابهة المطلوب منه الدليل على جواز حملها على ظاهرها التي هي قوله تعالى: ﴿ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ﴾ ﴿والله معكم﴾ ﴿وإن الله لمع المحسنين﴾ وهذاأيضا من باب المكابرة التي قال أهل الأصول إنها جعل الدعوى جزاء من الدليل إلا أنه هو جعل الدعوى هي الدليل كله لا جزاء منه سوى أنه زاد الاستدلال بآيتين أخريين من المتشابه وهما قوله تعالى: ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ﴾ والثانية قوله تعالى : ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾ فقد عزى لابن اللبان أنه قال عند قوله تعالى: في قوله تعالى ﴿ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ﴾ أن في هذه الآية دليلا على أقربيته تعالى قربا حقيقيا كما يليق بذاته لتعاليه عن المكان؛ إذ لوكان المراد بقربه تعالى من عبده قربه بالعلم أو القدرة أو التدبير مثلا لقال : ولكن لا تعلمون فلما قال ﴿ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ﴾ دل على أن المراد به القرب الحقيقي المدرك بالبصر لو كشف الله عن بصرنا ؛ فإن من المعلوم أن البصر لاتعلق لإدراكه بالصفات المعنوية وإنما يتعلق بالحقائق المرئية.

علامہ لکھتے ہیں کہ اس کلام کا بطلان خود بخود واضح ہے اور عقلا اور نقلا بھی مردود ہے بطلان بنفسہ یہ ہے کہ اس میں تناقض ہے ،کیونکہ اوّل کہا کہ قرب حقیقی ہے جو اللہ کی ذات کے لائق ہو اس لیے کہ اللہ مکان سے منزہ وبرتر ہے، پھر اس کے بعد کہا کہ قرب حقیقی جو مدرک بالبصر ہو، اگر اللہ ہماری آنکھوں سے پردہ اٹھائے الخ یہ قرب حقیقی جو مدرک بالبصر ہو، اگر حجاب نہ تو قرب مکانی ہی ہوگا اور اس قرب مکانی کو پہلے نفی کی ہے کیونکہ قرب معنوی آنکھوں سے نہیں دیکھا جاسکتا، لہذا جو اوّل نفی کیا بعد میں خود ثابت کردیا۔

نقلی طور پر بھی یہ کلام مردود ہے کیونکہ تمام مفسرین نے قرب سے مراد قرب علمی لیا ہے نہ کہ قرب

ذاتی، پھر علامہ نے مختلف نصوص جمع کی ہیں جیسا کہ ہم نے اس رسالہ میں نقل کئے ہیں۔

شیخ ابراہیم کا رجوع معیت ذاتی سے

اس کے بعد علامہ نے لکھا ہیں کہ اس شیخ ابراہیم نے اپنے مسلک معیت ذاتی سے شیخ شاذلی کے تحقیق بیان کرنے کے بعد رجوع کیا اور شیخ سیدی محمد مغربی شاذلی کا کلام اہل سنت کے کلام کے موافق ہے، کیونکہ انہوں نے معیت کو علم ازلی کے تعلقات سے مانا اور ازل میں معیت ثابت کیا اور جو چیز ازل میں ثابت ہو ضروری ہے کہ وہ صفات قدیمہ باری تعالیٰ میں سے ہوگا، کیونکہ اللہ کی ذات وصفات کے علاوہ کوئی ازلی نہیں، شیخ کا کلام معیت ذاتی کے محال ہونے پر بہت ہی عمدہ کلام ہے، کیونکہ اگر معیت ذاتی ہو اور علمی ازلی نہ ہو تو جس مخلوق سے معیت ہے وہ حادث ہیں تو صفت باری تعالیٰ کا حادث ہونا لازم آئیگا، نیز جب مخلوق ختم ہو تو انتہائے مخلوق کی وجہ سے صفت معیت کی بھی انتہا لازم آئیگی اور یہ باطل ہے پھر آخر میں علامہ لکھتے ہیں۔

وهذا آخر الكلام على استحالة المعية بالذات وهو كاف غاية الكفاية لمن أراد الله تعالى به الخير ، والبدعي لا يرجع عن بدعته إلى يوم المصير.

باب ہشتم

اس باب میں تین مطالب ہیں

- ❖ مطلب اوّل: اسلاف اُمت کی احتیاط در متشابہات
- ❖ مطلب دوم: استوی کے ساتھ بذاتہ کہنا بدعت ہے۔
- ❖ مطلب سوم (این اللہ) سے سوال کا جواب

مطلب اوّل

اس باب میں ہم اسلاف اُمت کے اقوال نقل کرتے ہیں کہ ان حضرات نے صفات متشابہات میں کیا طریقہ اپنایا ہے اور کتنی احتیاط کی ہے، اسلاف امت کے نقش قدم پر چلنے والوں کے لیے ان کے یہ اقوال نفیسہ مینارہ نور ثابت ہونگے۔ ان شاء اللہ

(1) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا صفات متشابہات میں احتیاط

قال القرطبى فى تفسيره: فمن ذلك ما حدثنا إسماعيل بن إسحاق القاضي أنبأنا سليمان بن حرب عن حماد بن زيد عن يزيد بن حازم عن سليمان بن يسار أن صبيغ بن عِسل قدم المدينة فجعل يسأل عن متشابه القرآن وعن أشياء ؛ فبلغ ذلك عمر رضي الله عنه فبعث إليه عمر فأحضره وقد أعد له عراجين من عراجين النخل. فلما حضر قال له عمر : من أنت ؟ قال : أنا عبدالله صبيغ. فقال عمر رضي الله عنه : وأنا عبدالله عمر ؛ ثم قام إليه فضرب رأسه بعرجون فشجه ، ثم تابع ضربه حتى سال دمه على وجهه ، فقال : حسبك يا أمير المؤمنين فقد والله ذهب ما كنت أجد في رأسي. [1]

حاصل عبارت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں صبیغ بن عسل ایک شخص تھا وہ صفات متشابہات کے بارے میں سوالات کرتا تھا، یہ بات جب حضرت عمر کو پہنچی تو اس کو بلایا اور کہا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ اللہ کا بندہ صبیغ تو حضرت نے جواب دیا کہ میں اللہ کا بندہ عمر ہوں اور اس کے بعد کھجور کی چابک (کھجور کے گچھا سے بنا ہوا مارنے کا آلہ) اس کے سر پر مارنے لگے، یہاں تک کہ اس کے سر سے خون جاری ہوا اور وہ شخص چیخ چیخ کر پکار کر رہا تھا کہ اللہ کی قسم! اے امیر المومنین! میرے سر سے ہر وہ چیز (بیماری تجسیم) نکل گئی جو میں محسوس کرتا

[1] تفسير القرطبى 2:391.

تھا۔ اس مار کی برکت سے اللہ نے اس کو توبہ کی توفیق دی اور وہ توبہ تائب ہوا۔

(2) اسلاف اُمت کی احتیاط

قال البيهقي: فأما الاستواء فالمتقدمون من أصحابنا رضي اللهّ عنهم كانوا لا يفسرونه ولا يتكلمون فيه كنحو مذهبهم في أمثال ذلك...سفيان بن عيينة يقول: كل ما وصف اللهّ تعالى من نفسه في كتابه فتفسيره تلاوته والسكوت عليه.[1]

حاصل عبارت

استوا کے متعلق ہمارے متقدمین کا طریقہ یہ تھا کہ انہوں نے نہ تو استوی کی تفسیر کی اور نہ اس میں کلام کیا اور یہ ان کا طریقہ تھا تمام متشابہات میں۔

حضرت سفیان فرماتے ہیں کہ تمام متشابہات کی تفسیر صرف اس کی تلاوت کر لینا اور اس کے معنی کے بارے میں خاموشی ہے۔

فائدہ: اس عبارت سے اسلاف کی متشابہات میں احتیاط معلوم ہوئی کہ وہ تو تفسیر و تاویل سے بھی بھاگتے تھے۔ چہ جائیکہ وہ اپنی طرف سے کوئی قید ذاتی وغیرہ کا اضافہ کریں کہ جو نص میں مذکور نہ ہو۔

3: علامہ عبدالکریم شہرستانی کا قول اسلاف کی احتیاط کے متعلق

قال الإمام أبو الفتح محمد بن عبد الكريم بن أبى بكر أحمد الشهرستاني (المتوفى: 548هـ)، وكانوا يحترزون عن التشبيه إلى غاية أن قالوا: من حرك يده عند قراءة قوله تعالى: ﴿خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ أو أشار بأصبعيه عند روايته: قلب المؤمن بين أصبعين من أصابع الرحمن وجب قطع يده وقلع أصبعيه.[2]

---

[1] الأسماء والصفات للبيهقي 378.

[2] الملل والنحل 119: ط: مكتبة الحقانية پشاور.

وقال أيضا : واحتاط بعضهم أكثر احتياط حتى لا يقرأ اليد بالفارسية، ولا الوجه، ولا الاستواء، ولا ما ورد من جنس ذلك، بل إن احتاج في ذكره إلى عبارة عبر عنها بما ورد لفظا بلفظ. فهذا هو طريق السلامة، وليس هو من التشبيه في شيء. [1]

حاصل عبارت

حضرات اسلاف تشبیہ سے اس حد تک بچتے تھے کہ جو کوئی قرآنی الفاظ :﴿خلقت بيدي﴾ (میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا) پڑھتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو حرکت دے یا یہ حدیث:

قلب المؤمن بين إصبعين من أصابع الرحمن

(مؤمن کا دل رحمن کی دو انگلیوں کے درمیان ہے)

روایت کرتے ہوئے اپنی انگلیوں سے اشارہ کرے۔ تو واجب ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ اور ان میں سے بعض نے اس حد تک احتیاط کی کہ وہ قرآن وحدیث کے عربی لفظ ید، وجہ، اور استوی کا کسی دوسری زبان میں ترجمہ تک نہیں کرتے تھے اور اس کو جیسے وہ وارد ہے، اسی طرح ذکر کرتے تھے (یعنی اردو زبان میں ترجمہ کرتے ہوئے ید کو ید ہی کہتے تھے) یہ طریقہ واقعی سلامتی والا ہے اور تشبیہ سے خالی ہے۔

(4) امام ترمذی کا قول اسلاف کی احتیاط کے متعلق

قال الإمام محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، أبو عيسى (المتوفى: 279ھ) وقد روي عن النبي ﷺ روايات كثيرة مثل هذا ما يذكر فيه أمر الرؤية أن الناس يرون ربهم وذكر القدم وما أشبه هذه الأشياء.

والمذهب في هذا عند أهل العلم من الأئمة مثل سفيان الثوري، ومالك بن أنس، وابن المبارك، وابن عيينة، ووكيع وغيرهم أنهم رووا هذه الأشياء،

---

[1] نفس مصدر 120.

ثم قالوا: تروى هذه الأحاديث ونؤمن بها، ولا يقال: كيف؟ وهذا الذي اختاره أهل الحديث أن يرووا هذه الأشياء كما جاءت ويؤمن بها ولا تفسر ولا تتوهم ولا يقال: كيف، وهذا أمر أهل العلم الذي اختاروه وذهبوا إليه. [1]

حاصل عبارت

یعنی صفات متشابہات میں اہل علم ائمہ کرام جیسے سفیان ثوری، ومالک اور ابن مبارک وابن عیینہ اور وکیع وغیرہ ائمہ کا مذہب یہ ہے کہ ان باتوں کو جیسی وہ ہیں (یعنی حقیقی یا مجازی معنی کا تعین کیے بغیر) روایت کریں گے اور ان پر ایمان رکھیں گے اور یہ بھی نہیں پوچھیں گے کہ ان کی (حقیقت) وکیفیت کیا ہے؟ اور یہ محدثین کا مذہب بھی ہے اور اہل علم نے بھی یہ اختیار کیا ہے۔

(5) امام محدث حمیدی کی احتیاط در باب متشابہات

قال الحميدي قال: أصول السنة -فذكر أشياء- ثم قال: وما نطق به القرآن والحديث مثل وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ الله مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ ومثل السَّماوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ وما أشبه هذا من القرآن والحديث لا نزيدفيه، ولا نفسره، ونقف عند ما وقف عليه القرآن والسنة، ونقول: الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى ومن زعم غير هذا فهو مبطل جهمي-[2]

حاصل عبارت

یعنی صفات متشابہات میں ہم زیادت بھی اپنی طرف سے نہیں کرتے اور نہ ہم اس کی تفسیر کرتے ہیں

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث 2557.

[2] المسند الحميدي 221 بتحقيق المحدث حبيب الرحمن الأعظمي، ط: دار الكتب پشاور وأورده الذهبي في تذكرة الحفاظ (2/ 414).

اور اس پر توقف کرتے ہیں جس پر قرآن و سنت نے توقف کیا اور استوی میں ہم کہتے ہیں الرحمن علی العرش استوی اور جس نے اس کے خلاف کیا پس وہ باطل پھیلانے والا اور جہمی ہے۔

(6) ابو عبیدہ کی احتیاط در باب متشابہات

فقال أبو عبيد هذه الأحاديث عندنا حق يرويها الثقات بعضهم عن بعض إلا أنا إذا سئلنا عن تفسيرها قلنا ما أدركنا أحدا يفسر منها شيئا ونحن لا نفسر منها شيئا نصدق بها ونسكت. [1]

یعنی ہم کہتے ہیں کہ جو صفات متشابہات احادیث میں معتبر اور ثقہ راویوں سے روایت ہیں وہ حق ہیں لیکن اگر کوئی ہم سے اس کی تفسیر کے متعلق پوچھے تو ہم کہتے ہیں کہ ہم نے اسلاف میں سے کسی کو اس کی تفسیر کرتے ہوئے نہیں دیکھا، لہذا ہم بھی تفسیر نہیں کرتے، البتہ تصدیق کرتے ہیں اور سکوت کرتے ہیں (یعنی ہم تفویض کرتے ہیں نہ ظاہر مراد لیتے ہیں اور نہ تاویل کرتے ہیں۔)

(7) امام محمد الشبانی کی احتیاط

أسند اللالكائي بسنده عن محمد بن الحسن الشيباني اتفق الفقهاء كلهم من المشرق إلى المغرب على الإيمان بالقرآن والأحاديث التي جاء بها الثقات عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في صفة الرب عز وجل من غير تغيير ولا وصف ولا تشبيه، فمن فسر اليوم شيئا من ذلك، فقد خرج مما كان عليه النبي صلى الله عليه وسلم، وفارق الجماعة، فإنهم لم يصفوا ولم يفسروا، ولكن أفتوا بما في الكتاب والسنة ثم سكتوا، فمن قال بقول جهم فقد فارق الجماعة. [2]

---

[1] شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة 1: 288 برقم: 928.

[2] نفس مصدر: 232، برقم: 740۔

حاصل عبارت

حضرت امام محمد فرماتے ہیں: مشرق اور مغرب کے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ صفات باری تعالیٰ جو قرآن واحادیث صحیحہ میں منقول ہیں، ان پر بغیر تشبیہ، بغیر تفسیر کے، ایمان رکھنا ضروری اور واجب ہے۔ اور جو جہم کی طرح تفسیر کرے گا، وہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب کے طریقے سے دور اور جماعت اہل سنت والجماعت سے خارج ہو گیا۔

فائدہ

ہم نے اسلاف کے چند اقوال نقل کر دیے جس سے ان حضرات کی صفات متشابہات میں احتیاط معلوم ہوتی ہے، جو ہماری اس بحث میں معاون ہونگے۔

مطلب دوم

استوی بذاتہ پر ردّ

غیر مقلدین کا عقیدہ استوی علی العرش کے متعلق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ذاتاً، وحقیقۃً وحساً عرش پر ہے اور اس عقیدہ کی مختلف تعبیرات اختیار کرتے ہیں جیسے استوی حقیقۃً استوی بذاتہ اور جس قدر نصوص اس عقیدہ کے خلاف معلوم ہوتے ہیں اس میں بلاخوف تاویل کرتے ہیں، چناچہ جتنی نصوص سے ظاہراً معیت ذاتی معلوم ہوتی ہے اور عرش پر ذاتاً اللہ کے ہونے کی نفی ہوتی ہو، وہاں اس میں تاویل کے قائل ہیں، البتہ استوی ، ید وغیرہ میں تاویل کو بدعت کہتے ہیں، ہم کہتے ہیں یہ معیار آپ نے کہاں سے لیا ہے کہ جہاں آپ کے باطل عقیدہ پر رد ہو وہاں تو تاویل جائز ہو اور جہاں ظاہر آپ کے موافق ہو وہاں بدعت ہو؟ ذیل میں ہم اسلاف کی چند عبارات نقل کرتے ہیں جن سے غیر مقلدین کے عقیدہ کا بطلان روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا۔ اور ہماری مطلوبہ بحث میں معاون کی حیثیت سے کام دے گا۔

(1) حضرت علی المرتضی کا استوی بذاتہ پر ردّ

قال الصحابي الجليل والخليفة الراشد سيدنا علي رضي الله عنه مانصه إن الله خلق العرش إظهارا لقدرته لا مكانا لذاته. [1]

ترجمہ: حضرت علی فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت وعظمت کے اظہار کے لیے عرش کو پیدا کیا اور اس کو اپنی ذات کے لیے مکان نہیں بنایا۔

(2) ابن جماعہ شافعی کا استوی بذاتہ پر ردّ

قال العلامة أبو عبد الله، محمد بن إبراهيم بن سعد الله بن جماعة الكناني الحموي الشافعي، بدر الدين (المتوفى: 733هـ) فمن جعل الاستواء في حقه ما يفهم من صفات المحدثين وقال استوى بذاته أو قال استوى حقيقة فقد ابتدع

---

[1] الفرق بين الفرق، بتحقيق الشيخ زاهد الكوثري 200.

بهذه الزيادة التي لم تثبت في السنة ولا عن أحد من الأئمة المقتدى بهم [1]

ترجمہ: جس نے استوی کو اس معنی میں لیا جو محدثات اور مخلوقات کی صفات میں سے ہے اور اس نے کہا: کہ وہ اپنی ذات کے ساتھ عرش پر مستقر ہوا، یا اس نے کہا: وہ حقیقۃً مستقر ہو گیا۔ تو اس نے اس زیادت کے ساتھ بدعت والا راستہ اختیار کیا، کیونکہ یہ زیادت تو قرآن وسنت سے ثابت نہیں ہے اور نہ ہی ائمہ مقتدین سے۔

فائدہ : غیر مقلدین کا یہ کہنا "نثبت ما أثبت الله لنفسه و ننفي ما نفاه" خالص جھوٹ اور خیانت پر مبنی ہے کیونکہ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بذاتہ کا لفظ اپنے لیے ثابت نہیں کیا ہے تو یہ جہلا اس لفظ کو کیوں ثابت کرتے ہیں۔

(3) علامہ ابن جوزی کا استوی بذاتہ پر ردّ

أبو الفرج عبد الرحمن بن الجوزي الحنبلي(المتوفى 597هـ) ومن قال استوى بذاته فقد أجراه مجرى الحسيات [2]

یعنی جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ اپنی ذات سمیت عرش پر مستوی ہوئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کو محسوسات کے مثل بنالیا۔

(4) وقد حمل قوم من المتأخرين هذه الصفة على مقتضى الحس فقالوا: (استوى على العرش بذاته)، وهي زيادة لم تنقل، إنما فهموها من إحساسهم، وهو ان المستوي على الشيء إنما تستوي عليه ذاته. [3]

ترجمہ: علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں: متاخرین میں سے کچھ لوگوں نے صفت (استوی علی العرش) کو محسوسات کے طریقے پر لیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ عرش پر استوی کیا۔ یہ (یعنی

---

[1] إيضاح الدليل في قطع حجج أهل التعطيل 1:107 دار السلام للطباعة والنشر مصر، بتحقيق: وهبي سليمان غاوجي الألباني.

[2] دفع شبه التشبيه بأكف التنزيه 102 بتحقيق حسن السقاف، دار الإمام النووي.

[3] الباز الأشهب 53.

اپنی ذات کے ساتھ کا) ایسا اضافہ ہے جس کی ان کے پاس کوئی نقلی دلیل نہیں ہے بلکہ اس کو انہوں نے مخلوق پر قیاس کر کے سمجھا اور اس طرح کہ جو کوئی کسی شی پر مستوی ہوتا ہے وہ اس پر اپنی ذات کے ساتھ مستوی ہوتا ہے۔

(5) علامہ ذہبی کا استوی بذاتہ پر ردّ

قال شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد الذَهَبي اثناء ترجمة ابن زاغوني بعد نقل قصيدته عال على العرش الرفيع بذاته سبحانه عن قول غاو ملحد، ثم قال الذهبي: قد ذكرنا أن لفظة "بذاته" لا حاجة إليها، وهي تشغب النفوس، وتركها أولى. [1]

ترجمہ: علامہ ذہبی نے ابن زاغونی کے ترجمہ میں ان کے قصیدہ نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: ہم نے اوپر بیان کر دیا ہے کہ لفظ (بذاته) کی یہاں کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تو دِلوں کو فساد عقیدہ کی طرف لے جانے والا ہے۔

ويقول في موضع آخرنقول ينزل، وننهى عن القول ينزل بذاته، كما لا نقول: ينزل بعلمه، بل نسكت ولا نتفاصح على الرسول ﷺ بعبارات مبتدعة، والله أعلم. [2]

ہم کہتے ہیں کہ ینزل اور بذاتہ قید سے ہم رُکتے ہیں جس طرح ہم ینزل بعلمه نہیں کہتے بلکہ سکوت کرتے ہیں اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ عبارات مبتدعہ سے فصاحت کا مقابلہ نہیں کرتے۔ (یعنی جب ایک عبارت رسول کریم ﷺ نے نہیں کہی اور ہم کہیں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ گویا ہم فصاحت میں اللہ کے رسول سے آگے ہیں اور یہ تو صریح گمراہی ہے پس جو الفاظ ثابت ہوں صرف انہیں پر اکتفاء کرنے میں سلامتی ہے۔)

(6) علامہ ذہبی اسماعیل بن محمد تمیمی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھتے ہیں:

قال: الصواب الكفّ عن إطلاق ذلك، إذ لم يأت فيه نصّ، ولو فرضنا أن

---

[1] سير أعلام النبلاء 19:607 مؤسسة الرسالة.

[2] سير أعلام النبلاء 20:331.

المعنى صحيح، فليس لنا أن نتفوه بشيء لم يأذن به الله خوفا من أن يدخل القلب شيء من البدعة، اللهم احفظ علينا إيماننا.[1]

صحیح بات یہ ہے کہ (بذاته) کے لفظ کا استعمال ہی نہ کریں، کیونکہ یہ نص میں وارد نہیں ہوا۔ اور اگر ہم فرض کرلیں کہ (بذاته) کا معنی درست ہے تب بھی ہم ایسا لفظ منہ سے نہ نکالیں جس کی اجازت اللہ تعالیٰ نے نہیں دی ہے تاکہ دل میں بدعت داخل نہ ہو، اے اللہ ہمارے ایمان کی حفاظت فرما۔ آمین

ويقول في موضع آخر بعد نقل قول يحي بن عمار: (بل نقُول هُوَ بِذَاتِهِ على الْعَرْش) قال الذهبي: قلت "قَوْلك بِذَاتِهِ" هَذَا من كيسك[2]

ترجمہ: علامہ ذہبی یحی بن عمار کا قول: (ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ عرش پر ہیں اور ان کے علم نے ہر چیز کو گھیرا ہوا ہے) نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: (قَوْلك بِذَاتِهِ هَذَا من كيسك) یعنی بذاتہ کا لفظ یحییٰ بن عمار نے اپنی عقل سے نکالا ہے۔

(7) حافظ ابن حجر کا استوی بذاتہ پر ردّ

قال الحافظ ابن حجر العسقلاني عند شرحه لحديث (إن أحدكم إذا قام في صلاته فأنه يناجي ربه و إن ربه بينه وبين القبلة) الحديث، وَفِيهِ أي الحديث الرَّدّ عَلَى مَنْ زَعَمَ أَنَّهُ عَلَى الْعَرْش بِذَاتِهِ.[3]

ترجمہ: حافظ ابن حجرؒ حدیث (تم میں کوئی شخص اپنی نماز میں کھڑا ہوتا ہے، تو وہ اپنے پرودگار سے مناجات کرتا ہے اور اس کا پروردگار اس کے اور قبلہ کے درمیان میں ہوتا ہے) الخ کی شرح میں لکھتے ہیں اس سے اس شخص کا رد ہے کہ جو یہ دعوی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بذات خود عرش پر ہیں۔

یعنی اس حدیث میں ان لوگوں پر ردّ ہے کہ جو کہتے ہیں کہ اللہ عرش پر بذاتہ ہے۔

---

[1] سير أعلام النبلاء 86:20.

[2] كتاب العلو 263.

[3] فتح الباري 302:2 بتحقيق الشيخ شعيب الأرنؤوط.

(8) مفسر ابو حیان کا استوی بذاتہ پر ردّ

قال المفسر أبو حيان في تفسيره : ما نصه وأما استواؤه تعالىٰ علي العرش فحمله علي ظاهره من الاسقرار بذاته علي العرش قوم ، تعالىٰ الله عما يقول الظالمون والجاحدون علوا كبيرا. [1]

ترجمہ: علامہ ابو حیان مفسر اپنی تفسیر میں بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا عرش پر استوی تو ایک قوم نے ظاہر پر محمول کر کے کہا: اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ عرش پر مستقر ہو گئے۔ ان ظالم اور منکرین کے اقوال سے اللہ سبحانہ بہت بلند ہیں۔

(9) ابو نصر قشیری کا استوی بذاتہ پر رد

وقال الإمام أبو نصر القشيري لو كان الأمر علي ما توهمه الجهلة من أنه استوى بالذات لأشعر ذلك بالتغير وإعوجاج سابق علي وقت الاستوء فإن الباري تعالىٰ كان موجودًا قبل العرش ، ومن أنصف علم أن قول من يقول العرش بالرب استوي " أمثل من قول من يقول "الرب بالعرش استوي" فالرب اذا موصوف بالعلو وفوقية الرتبة والعظمة منزه عن الكون في المكان وعن المحاذاة"ونقله الحافظ محمد مرتضي زبيدي في شرحه علي الإحياء. [2]

ترجمہ: ابو نصر قشیری فرماتے ہیں کہ اگر معاملہ ایسا ہی ہوتا جیسا کہ یہ جاہل لوگ وہم میں پڑ گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ عرش پر مستوی ہیں تو یہ اس تبدیلی اور تغیر کو زیادہ بتلانے والی ہوتی جو استواء علی العرش سے پہلے زمانہ گذر چکا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تو عرش سے بھی پہلے موجود

---

[1] النهر الماد 1:809 ،ط:دارالجنان بيروت باحالة (تفسير أولي النهي لقوله تعالىٰ الرحمن علي العرش استوي) ص77.

[2] إتحاف السادة المتقين 2:108 بإحالة (تفسير أولي النهي لقوله تعالىٰ الرحمن علي العرش استوى) ص78.

تھے۔ جو انصاف سے غور کرے گا وہ یہ جان لے گا کہ یہ قول "یہ عرش تو رب العزت کے لطف وکرم سے قائم ہے" زیادہ قرین صواب ہے بہ نسبت اس قول "رب العزت تو عرش پر قائم ہے" کے۔ اس لیے کہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ علو اور فوقیت رتبہ اور عظمت سے موصوف ہوں گے، وہ جگہ اور مکان اور محاذات سے منزہ اور پاک ہیں۔

(10) علامہ میدانی کا استوی بذاتہ پر ردّ

قال الإمام عبد الغني الميداني الحنفي الدمشقي (المتوفي سنة :1298ھ) في شرح قول الطحاوي "وهو عزوجل مستغن عن العرش ومحيط بكل شيء "مانصه وهو مستغن بذاته عن العرش.[1]

یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ ذات کے لحاظ سے عرش سے مستغنی ہے۔

(11) ابوبکر حصنی دمشقی کا استوی بذاتہ پر ردّ

قال الإمام أبو بكر الحصني الدمشقي(المتوفي سنة869ھ) وكان الإمام أحمد رضي الله عنه يقول أمروا الأحاديث كما جاءت وعلى ما قال جرى كبار أصحابه كإبراهيم الحربي وأبي داود والأثرم ومن كبار أتباعه أبو الحسين المنادي وكان من المحققين وكذلك أبو الحسن التميمي وأبو محمد رزق الله بن عبد الوهاب وغيرهم من أساطين الأئمة في مذهب الإمام أحمد وجروا على ما قاله في حالة العافية وفي حالة الإبتلاء فقال تحت السياط فكيف أقول ما لم يقل وقال في آية الإستواء هو كما أراد فمن قال عنه أنه قال في الإستواء أنه من صفات الذات أو صفات الفعل أو أنه قال إن ظاهره مراد فقد افترى عليه وحسيبه الله تعالى فيما نسب إليه مما فيه الحاقة عزوجل بخلقه الذي هو كفر صراح لمخالفته كلامه فيما نزه نفسه به سبحانه وتعالى

[1] شرح العقيدة الطحاوية للميداني 93 ط زمزم ببلشرز.

عما يقولون.[1]

حاصل عبارت

حضرت امام احمد فرماتے تھے کہ احادیث کو ایسے ہی چلاؤ جیسی کہ وہ ہیں۔(یعنی ان کے کسی بھی معنی کا تعین کئے بغیر)اور جیسے انہوں نے فرمایا ان کے شاگردوں نے ویسا ہی طریقہ اختیار کیا مثلا ابراہیم حربی،ابوداؤد اور اثرم نے اور ان کے پیروں کاروں میں سے ابوالحسین منادی نے جوکہ محقق لوگوں میں سے تھے اسی طرح ابوالحسن تمیمی اور ابو محمد رزق اللہ وغیرہ نے جو امام احمد کے مذہب کے ستونوں میں سے تھے۔انہوں نے بھی موافق و مخالف ہر قسم کے حالات میں اسی طرح عمل کیا۔اور حضرت نے فرمایا کہ جس نے استوی میں یہ کہا کہ استوی صفات الذات یا صفات الفعل میں سے ہے اور یا کہا کہ اس کا ظاہر مراد ہے،پس اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور اللہ اس شخص سے حساب کرنے والا ہے کہ اس نے اللہ کی طرف ایسی صفات منسوب کردیں جس سے اللہ کو مخلوق سے ملحق کیا اور یہ تو صریح کفر ہے،قرآن کے قطعی اور یقینی حکم تنزیہ کی مخالفت ہے۔

(12)شیخ وہبی سلیمان غاوجی کا استوی بذاتہ پر ردّ

قال الشيخ وهبي سليمان غاوجي في مقدمة إيضاح الدليل ما نصه، وقد تقدم معنا قبل أنه لم يرد في القرآن والسنة زيادة كلمة بذاته عند ذكر الاستواء على العرش فيقال : الرحمن على العرش استوى ولا يقال بذاته لما فيه من إيهام التشبيه والتجسيم تعالى الله جل جلاله عن ذلك علوا كبيرا.[2]

یعنی استوی وغیرہ میں بذاتہ نہیں کہنا چاہیے کیونکہ اس میں تشبیہ اور تجسیم کا ایہام ہے،اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔

---

[1] دفع شبه من شبه وتمرد ونسب ذلك إلى السيد الجليل الإمام أحمد:285، الشمولة في كتابه النافع (العقيدة وعلم الكلام) للإمام الكوثري.

[2] إيضاح الدليل في قطع حجج أهل التعطيل 81 دار السلام للطباعة والنشر مصر بتحقيق: وهبي سليمان غاوجي الألباني.

فائدہ:

ان تمام عبارات سے ثابت ہوا کہ صفات متشابہات میں اسلاف اُمت نے معمولی زیادت کو بھی بدعت کہا ہے اور ہمیشہ ان حضرات نے سلامتی کا راستہ یعنی تفویض المعنیٰ الی اللہ اختیار کیا ہے، پس اس میں ہمارے جیسے کمزور اور کم علم لوگوں کے لیے بھی خیر اور سلامتی ہے۔

مطلب سوم ''أين الله ''سوال کا صحیح جواب

اس مطلب میں ہم اس تفصیل میں نہیں جاتے کہ ''این'' کے ذریعے سوال اللہ کے بارے میں درست ہے یا نہیں، یہ ایک تفصیلی بحث ہے جو ہم اپنی دوسری کتاب «تمهيد الفرش فی تحديد العرش» کے مقدمہ میں کر چکے ہیں، یہاں صرف اس سوال کے جواب میں اسلاف اُمت کے چند اقوال ذکر کرتے ہیں۔ جس سے سائل کا سوال کا جواب بھی ہوگا، اور ساتھ ساتھ سائل کو یہ تنبیہ بھی کہ آپ کا سوال غلط ہے۔ یعنی جواب علی اسلوب الحکیم ہوگا۔

(1) حضرت علی المرتضی کا جواب

قال رجل لعلي يا أمير المؤمنين أين الله قال أين سؤال عن مكان وكان الله ولا مكان[1](أبو الشيخ عن ابن عباس)

حاصل جواب

حضرت علی رضی اللہ عنہ ''أين الله'' کے جواب میں فرمایا، کہ لفظ این سے تو مکان کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے، (اور اللہ مکان سے منزہ ہے لہذا اللہ کے متعلق این سے سوال کرنا غلط ہے) اور اللہ تعالیٰ اس وقت بھی موجود تھا، جبکہ مکان نہیں تھا۔ (پس اللہ سبحانہ مکان سے پاک ہے۔)

(2) حضرت علی المرتضی کا دوسرا جواب

قال السهيلي : السؤال بأين عن ذات ربنا سبحانه وتعالى، فهذا سؤال لا يجوز وهو سؤال فاسد لا يجاب عنه سائله، وإنما سبيل المسئول أن يبين له فساد السؤال كما قال علي كرم الله تعالى وجهه حين قيل له: أين الله؟ الذي

---

[1]التيسير بشرح الجامع الصغير،5 1455 مكتبة الإمام الشافعي –الرياض.

أين الأين لا يقال فيه أين [1]

امام سہیلی فرماتے ہیں کہ لفظ این کے ذریعے اللہ کے متعلق سوال ممنوع ہے یہ سوال غلط ہے، لہذا سائل کے سامنے جواب کے بجائے اس کے سوال کی غلطی بیان کرنا ضروری ہے، جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا "أين الله" کہ اللہ کہاں ہے؟ تو آپ نے جواب دیا جو مکان کا پیدا کرنے والا ہے اس کے بارے میں این سے سوال ہی غلط ہے۔

(3) امام ابو حنیفہ کا جواب

قلت أَرَأَيْت لَو قيل أَيْن الله تَعَالَى؟ فَقَالَ: يُقَال لَهُ كَانَ الله تَعَالَى وَلَا مَكَان قبل ان يخلق الْخلق، وَكَانَ الله تَعَالَى وَلم يكن أَيْن ولا خلق ولاشئ [2]

امام ابو حنیفہ کے شاگرد ابو مطیع کہتے ہیں کہ میں نے امام صاحب سے پوچھا کہ اگر کوئی مجھ سے سوال کرے کہ اللہ کہاں ہے؟ (اس کا جواب کیا ہے) امام صاحب نے فرمایا، آپ کہیں کہ اللہ مخلوق پیدا کرنے سے پہلے موجود تھا جبکہ اس وقت مکان نہیں تھا، اور اللہ موجود تھا اور کوئی چیز نہیں تھی۔ (پس اب بھی وہ اسی طرح موجود بلا مکان ہے جس طرح پہلے سے تھے۔)

(4) یحیی بن معاذ رازی کا جواب

قيل ليحى بن معاذ : أخبرني عن الله عزَّوَجَلَ. فقال إله واحد. فقيل له كيف هو ؟ فقال : ملك قادر . فقيل : إين هو ؟فقال: هو بالمِرصَادِ . فقال السائل لمْ أسْأَلْكَ عَن هذا . فقال: ماكان غير هذا كان صفة المخلوق، فأما صفته فما أخبرتك عنه . [3]

---

[1]منح الجليل شرح مختصر خليل، 2:248 محمد بن أحمد بن محمد عليش، أبو عبد الله المالكي (المتوفى: 1299هـ)ط: دار الفكر – بيروت.

[2] الفقه الأبسط ، 613 مطبوع ضمن العقيدة وعلم الكلام للكوثري.

[3]الرسالة القشيرية ، للإمام عبدالكريم القشيري ، 71 ط:شركة دار القدس.

یحیی بن معاذ رازی سے اللہ کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: "إله واحد" ایک الہ ہے، پھر پوچھا گیا: کہ وہ کیسے ہیں؟ فرمایا: "ملك قادر" قادر بادشاہ ہے۔

پوچھا گیا: "أين هو" وہ کہاں ہیں؟ فرمایا: وہ مرصاد پر ہے۔ سائل نے کہا کہ میں نے تو یہ نہیں پوچھا۔ تو فرمایا کہ اگر اللہ کا پوچھنا تھا تو یہی ہے جو میں نے بتایا اور اس کے علاوہ جو کچھ میں کہوں گا تو وہ مخلوق کی صفات تو ہو سکتی ہیں خالق کی نہیں۔

(5) محمد بن محبوب کا جواب

سمعت الإمام أبا بكر محمد بن الحسن بن فورك رحمه الله ، يقول : سمعت محمد بن المحبوب - خادم أبي عثمان المغربي - يقول :قال لي أبو عثمان المغربي يوما : يا محمد لو قال لك أحد: أين معبود ك ؟ إيش تقول ؟قال : قلت أقول حيث لم يزل .

قال : فإن قال : أين كان في الأزل ؟ إيش تقول؟

قال : قلت : أقول حيث هو الآن ، يعني أنه كما كان ولا مكان فهو الآن كما كان .

قال : فارتضى مني ذلك ، ونزع قميصه وأعطانيه. [1]

محمد بن محبوب کہتے ہیں کہ مجھے ایک دن اپنے شیخ ابو عثمان مغربی نے کہا اے محمد اگر کوئی آپ سے یہ سوال کرے کہ آپ کا معبود کہاں ہے تو تم کیا جواب دو گے؟ میں نے کہا کہ میں کہوں گا کہ وہ ازل سے ہے، اس نے کہا کہ اگر وہ یہ کہے کہ ازل میں کہاں تھے، پھر کیا جواب دو گے؟ میں نے کہا کہ جس طرح وہ اب ہے یعنی وہ پہلے سے موجود تھا اور اس وقت مکان نہیں تھا، فرماتے ہیں کہ وہ مجھ سے بہت خوش ہوئے اور اپنی قمیص اتار کر مجھے عنایت فرمادی۔

(6) ایک مجہول آدمی کا عجیب جواب

قا ل المسعانی فی تفسیرہ: مانصه "وروی أَن مسلمة بن عبد الْملك قَالَ

[1]الرسالة القشيرية ، للإمام عبدالكريم القشيري ، 66 ط:شركة دار القدس.

لرجل: إِنَّكُم أمرْتُم أَن تطيعونا، فَقَالَ الرجل: قد نَزعهَا الله مِنْكُم؛ حَيْثُ قَالَ: فَإِن تنازعتم فِي شيء فَردُّوهُ إِلَى الله وَالرَّسُول وَقد تنازعتم، فَقَالَ مسلمة: أَيْن الله؟ فَقَالَ: الْكتاب، وَقَالَ: أَيْن الرَّسُول؟ فَقَالَ: السّنة.'' [1]

مسلمہ بن عبدالملک نے ایک شخص سے پوچھا کہ اللہ کہاں ہے؟ اس نے جواب میں کہا کہ قرآن میں (یعنی اللہ کے اوامر و نواہی قرآن میں ہیں، اس پر عمل کرو اللہ مل جائے گا۔)

(7) علامہ طرابلسی الحنفی کا جواب

قال الإمام أبي المحاسن محمد القاوقجي الطرابلسي الحنفي (المتوفى 1305 ھ) فإذا قال لك أين الله ؟ فقل :مع كل أحد بعلمه لا بذاته . [2]

ابوالمحاسن کہتے ہیں کہ این اللہ کے جواب میں اس طرح کہو کہ اللہ ہر کسی کے ساتھ باعتبار علم وقدرت کے موجود ہے۔

(8) امام محمد بن سلیمان جزولی کا جواب

قال الإمام محمد بن سليمان الجزولي : فإن قال لك قائل : أين ربك ؟ فقل له : أصل الشرك بالله ثمانية ، وهي الكثرة ، والعدد ، والنقص والتقليد ، والعلة والمعلول ، والشبيه والنظير ، وهي منفية بقول الله عزوجل ﴿قل هو الله أحد﴾ نفى الكثرة والعدد ، ﴿الله الصمد ﴾ نفى النقض والتقليد ، ﴿لم يلد ولم يولد ﴾ نفى العلة والمعلول ﴿ولم يكن له كفوا أحد﴾ . نفى الشبيه والنظير ، فإن قال لك قائل : أين ربك منك ؟ فقل له : حيث ما كنت هو معي لقوله تعالى ﴿وهو معكم أين ماكنتم﴾ بعلمه .

---

[1]تفسير القرآن لأبى المظفر،1:144 منصور بن محمد بن عبد الجبار ابن أحمد المروزى السمعاني التميمي الحنفي ثم الشافعي (المتوفى: 489ھ)ط دار الوطن، الرياض –السعودية.

[2]مختصر الاعتماد في الاعتقاد، 9ط:مؤسسة الكتب الثقافية.

وإن قال لك قائل : هل الله عزوجل قريب منك أم بعيد؟ فقل له : قريب من غير اتصال ، بعيد من غير انفصال .[1]

امام جزولی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آپ سے پوچھے کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ تو آپ جواب کہیں، کہ شرک کی بنیاد آٹھ چیزیں ہیں کثرت ، عدد ، نقص ، تقلید ، علت ، معلول ، شبیہ ، نظیر ۔ اور یہ سارے منفی ہیں اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ﴿ قل هو الله أحد ﴾ اس کے ذریعے کثرت اور عدد کی نفی کردی ﴿ الله الصمد ﴾ سے نقص اور تقلید کی نفی کردی ﴿ لم يلد ولم يولد ﴾ سے علت اور معلول کی نفی ﴿ ولم يكن له كفوا أحد ﴾ سے شبیہ ونظیر کی نفی ہوگئی ۔ اگر کوئی آپ سے کہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے کتنے فاصلے پر ہے ؟ تو آپ جواب میں کہہ دیں، کہ میں جہاں بھی ہوں وہ میرے ساتھ ہے، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق ﴿ وهو معكم أين ماكنتم ﴾ باعتبار علم کے ۔

اگر کوئی آپ سے پوچھے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے قریب ہے یا دور ؟ تو جواب میں یوں کہہ دیں کہ قریب ہے بغیر اتصال کے اور بعید ہے بغیر انفصال کے ۔

(9) شیخ محمد مغربی شاذلی کا جواب

قال الشيخ عبدالوهاب الشعراني : سمعته (علي المرصفي) رضي الله عنه يقول : من عرف مايجب لله وما يستحيل عليه عِلِمَ لفظ الأين في الآية إنما هو تفهيم للمخاطبين في الأين اللازم لهم لا للحق تعالى فهو تعالى مع كل صاحب أين بلا أين وذلك لعدم مماثلته لخلقه انتهى.[2]

(10) دسواں تحقیقی جواب

اہل حق کو تحقیقی طور پر "أين الله" کے جواب میں اس طرح کہنا چاہیے۔

« الله موجود بلا مكان»

---

[1]عقيدة الجزولي ص 89 ، 90 بأحالة محاضرات لشيخنا سجاد الحجابي حفظه الله.

[2]ميزان العقائد الشعرانية 152 ط:كتاب ناشرون.

شیخ التفسیر والحدیث علامہ محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک تحقیقی جواب لکھتے ہیں:

پس جب انسان باوجود ہر وقت کے مشاہدہ کے اپنی حقیقت پر مطلع نہ ہو سکا تو اس وراء الوراء ثم ماوراء الوراء کی حقیقت پر کیسے مطلع ہو سکتا ہے۔ اسی وجہ سے علامہ احمد بن مسکویہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی معرفت ایجابی اور اثباتی طریقہ سے ناممکن ہے۔ ایجابی اور اثباتی طریقہ سے معرفت کی صورت یہ ہے کہ اس شئے کی حقیقت یا صفت بیان کر دی جائے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت اور کنہ کون بتلا سکتا ہے۔ رہی صفات انسان ضعیف البیان قاصر اللسان کہاں خداوند عالم کے اوصاف اور محامد بیان کر سکتا ہے۔ البتہ جو صفات ممکنات اور مخلوقات میں صفات کمال سمجھی جاتی ہیں انہی کو اپنی بساط اور مقدور کے موافق خداوند عالم کے لیے ثابت کرے گا اور ظاہر ہے کہ وہ ذات مقدس ان صفات سے کہیں اعلیٰ اور اشرف ہے۔

كما قال سبحانه وتعالىٰ عما يشركون

اس لیے کہ بندوں میں جو صفات کمال ہیں وہ سب اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں اور یہ سب کے نزدیک مسلم ہے کہ خالق اور مخلوق میں مشابہت اور مماثلت ناممکن ہے۔ لہٰذا اس خداوند قدوس کی صحیح معرفت کا طریقہ یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ وہ بے مثل اور بے چون وچگون ہے۔

كما قال تعالىٰ ليس كمثله شيء

ترجمہ: کوئی شے اس کے مانند نہیں۔

خدا کے جاننے کا سب سے بہتر طریقہ یہی سلبی طریق ہے۔ ایجابی اور اثباتی طریق میں اندیشہ ہے کہ تنزیہ کا حق ادا نہ ہو۔

والله سبحانه وتعالى أعلم [1]

تلك عشرة كاملة

نتیجه

ہم اس باب ہفتم کے دونوں مطلبوں سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ صفات متشابہات میں انتہائی احتیاط

[1]علم الکلام ص 177، 178 ط: زمزم کراچی.

سے اسلاف اُمت نے قدم رکھا ہے، حتیٰ کہ ترجمہ سے بھی اکثر اسلاف نے گریز کیا ہے اور جو نص میں وارد ہو اس پر اکتفاء کیا ہے۔ پس صفت معیت کے متعلق بھی احتیاط والا راستہ یہ ہے کہ جو نص میں وارد ہو اس پر اپنی طرف سے قیود بذاتہ یا حقیقۃ وغیرہ کی نہ لگائی جائے۔ اس میں سلامتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو گمراہی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خاتمہ

اکابرین دیوبند سے معیت علمی اور ذاتی میں تطبیقی اقوال

1: حضرت حکیم الامت کا قول

حضرت سے امداد الفتاوی میں سوال ہوا ہے:

سوال (405) قول الله تعالىٰ نحن أقرب إليه من حبل الوريد وقال وهو معكم الآية فمن الناس من يقول إن القرب بإعتبار الذات والوصف ويقول بعض الناس أن القرب بحسب الوصف فقط فأى الحزبين على الصواب وأى الفريقن على الحق وإن كان الله قريبا بالذات هل يقرب مع كون استوائه على العرش أم لا؟ ثم الذين يقولون بالقرب الوصفى يدعون بالقائلين بالقرب الذاتى إنهم كفروا بقولهم بالقرب الذاتى هل يجوز نسبة الكفر إلى من قال إن القرب ذاتى أم لا؟

الجواب: لما كان المتبادر عند العامة من المعية الذاتية هى المعية الجسمانية أنكرها العلماء وكفر بعضهم القائلين بها ولو أريد بها المعية الغير المتكيفة فلامحذور في القول بها والإمتناع في اجتماعها بالإستواء لأن الذات ليست بمتناهية والمعية ليست متكيفة ومن لم يقدرعلى اعتقادها بلا كيفية فالأسلم له أن يقول بالمعية الوصفية فقط وبهذا التقرير خرج من كل سوال وارتفع كل إشكال والحمد الله الكبير المتعال عن كل مقال وخيال. [1]

چونکہ معیت ذاتی کہنے سے عوام کا ذہن فورا معیت جسمانیہ کی طرف جاتا ہے، اس لیے علمانے ایسا کہنے سے روک دیا ہے، اور بعض نے معیت ذاتی کے قائلین کو کافر تک کہہ دیا اور اگر اس سے مراد معیت بلا کیف لی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اور معیت بلا کیف کو استوی کے ساتھ جمع کرنا ممتنع بھی نہیں ہے

[1] امداد الفتاوی 24/6۔

اس لیے کہ ذات باری تعالیٰ متناہی نہیں اور معیت متکیفہ نہیں اور جو شخص معیت بلا کیف پر طاقت نہ رکھتا ہو اس کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ صرف معیت وصفیہ یعنی علمیہ کا قائل ہو جائے۔

فائدہ

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ جو معیت ذاتیہ بلا کیف پر قادر نہ ہو اس کے لیے اسلم یہ ہے کہ معیت وصفیہ کا قائل ہو جائے۔ اب اس (من) سے مراد کون ہے اس (من) سے مراد غیر عارفین ہیں چاہے علماء ہو یا عام مسلمان۔ پس ثابت ہوا کہ ہم جیسے لوگوں کے لیے سلامتی اسی میں ہے کہ معیت علمیہ کا قول کریں جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے۔ اس عبارت میں صراحت ہے کہ معیت ذاتی کا قول صوفیہ کا ہے متکلّمین کا نہیں۔

(2) حضرت مجدد کا قول

ایک اور سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

سوال: حضرت مجدد الف ثانی در مکتوب سی ویکم مکتوبات خود فرمودہ کہ احاطہ وقرب او تعالیٰ علمی است چنانچہ مقرر اہل حق است شکر اللہ سعیہم اور آپ نے التہذیب نمبر 4 میں لکھا ہے کہ رحمت ہم کو خود محیط ہو رہی ہے، اس لیے وہ بھی محیط ہوگی ان دونوں میں سے کونسا قول راجح اور معتمد الیہ ہے یعنی احاطہ ذاتی یا علمی؟

جواب : جمہور کا قول وہی ہے جو حضرت مجدد صاحبؒ نے فرمایا ہے، لیکن تفسیر مظہری میں حضرت قاضی صاحب نے کہ وہ بھی مجدد ہی ہیں حضرات صوفیہ کا قول احاطہ ذاتی کا لکھا ہے، چونکہ نصوص بعض اوّل میں ظاہر ہے، اور بعض ثانی میں اور نص میں دوسرے کے موافق تاویل ہو سکتی ہے، لہذا ہر قول کی گنجائش ہے میرے نزدیک جن حضرات نے احاطہ ذاتی کی نفی کی ہے غالباً مقصود ان کا نفی کرنا ہے تجسیم کی یعنی احاطہ ذاتی سے متبادر محیط و محاط کا اتصال حسی ہے جو کہ عامہ کے نزدیک احاطہ ذاتی کی لوازم سے ہے پس اصل مقصود لازم کی نفی ہے اور اس کے لیے ملزوم کی نفی کر دی جاتی ہے۔[1]

---

[1] امداد الفتاوی 63/6۔

فائدہ

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ جمہور کا قول معیت علمیہ کا ہے اور معیت ذاتیہ کا قول بعض کا جیسا کہ قاضی صاحب کا ہے لیکن حضرت کی اصل عبارت ہم نے پہلے نقل کی ہے کہ جس میں تصریح ہے کہ یہ عارفین کا مسلک ہے اور غیر عارفین اس کا ادراک نہیں کرسکتے۔ لہذا اسلامتی جمہور کے قول میں ہے کہ معیت سے معنی وصفی لیا جائے۔

(3) شاہ رفیع الدین کا قول مبارک

مفسر قرآن مولانا عبدالحمید سواتی فرماتے ہیں: شاہ رفیع الدین تفسیر رفیعی میں فإني قريب کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قرب خداوندی کی کئی صورتیں ہیں مثلاً خدا تعالیٰ باعتبار ذات قریب ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تمام موجودات میں کوئی ایک ذرہ بھی ایسا نہیں جس کا قیام اور بقا خدا تعالیٰ کی وجود کے بغیر حاصل ہو جائے، خدا تعالیٰ کی صفت قیومیت کی وجہ سے ہر چیز کو وجود حاصل ہے، لہذا اللہ تعالیٰ وجود اور ذات کے اعتبار سے قریب ہے علم اور قدرت کے لحاظ سے بھی قریب ہے۔[1]

فائدہ

حضرت شاہ صاحب کی یہ عبارت اس مسئلہ کے حل میں حرف آخر سے کم نہیں کہ معیت ذاتی کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفت قیومیت کی وجہ سے ہر چیز کو وجود حاصل ہے، یعنی معیت ذاتی علت العلل کے درجے میں ہے، کائنات کے وجود کے لیے ذاتی بایں معنی نہیں ہے کہ اتصال حسی ہے جیسا کہ حلولیہ کا نظریہ ہے یا اتصال بلا کیف ہے جیسا کہ صوفیہ کا نظریہ ہے اور یا ذاتاً ہر مکان میں موجود ضرور ہے مگر بلا کیف جیسا کہ عصر حاضر کے بعض جہلا کا نظریہ ہے۔

(4) علامہ عبدالحق حقانی کا قول

اس آیت کریمہ ﴿ونحن أقرب إليه من حبل الوريد﴾ [ق:16] کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

---

[1] معالم العرفان في دروس القرآن 2:200 ط.

اور ہم انسان سے اس کی رگِ گردن سے بھی قریب تر ہیں، خدا تعالیٰ علت العلل ہے علت کو اپنی معلول کا علم حضوری ہے اس لیے وہ شہ رگ سے بھی قریب ہے کیوں کہ ورید کو تو اجزائے لحمیہ حاجب ہے خدا کا قرب مکانی قرب نہیں، بلکہ ذاتی ہے کیونکہ انسان اس کے وجود اصلی کا ظل ہے اور اس کے وجود مطلق کا تعین وہ اس کے ساتھ حلول اور اتصال صوری سے اقرب نہیں اور نہ اتحاد و عینیت سے۔

فائدہ

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ ذاتی قرب کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ ذاتاً ہر جگہ موجود ہیں بلکہ معنی یہ ہے کہ اللہ کی ذات علت العلل کے درجے میں ہے، تمام کائنات کے لیے یہ تعبیر علت العلل منطقی تعبیر ہے، لہذا یہ عقیدہ کے طور پر استعمال کرنا اور جمہور کی تعبیر غلط ٹھہرانا سراسر ظلم ہے۔

(5) مفتی اعظم حضرت مولانا محمد فرید مجددی رحمۃ اللہ علیہ

ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔ معیت علمی اور معیت ذاتی کما یلیق بشانہ میں کوئی تضاد نہیں ہے۔[1]

فائدہ: اس عبارت میں یہ الفاظ (کما یلیق بشانہ) تصریح ہے کہ معنی معیت میں تفویض ہے اور یہ معیت علمی کے متضاد نہیں۔

اس معیت ذاتی سے جو اللہ کے علم میں ہے یعنی آخر کار معیت ذاتی کی تفویض کی پس اگر اوّل وہلہ سے تفویض کی جائے تو بہتر ہوگا کیونکہ جب نص میں ذاتی کی قید لگائی پھر تفویض کی اس سے بہتر یہی ہے کہ نص پر تجاوز نہ کیا جائے اور تفویض کیا جائے۔

(6) فتاوی حقانیہ سے تطبیق

ایک سوال کے جواب میں ہے، اللہ تعالیٰ کیلئے کائنات کے ساتھ معیت ذاتی وعلمی ماننے میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ معیت علمی سے خود معیت ذاتی متحقق ہو جاتی ہے۔

---

[1] فتاوی فریدیہ 1:392.

كما قال ارشاد الله قاضي مبارك رحمه الله فالموجودات بأثرها من حيث الوجود الرابطي معلومة وصور العلمية له تعالىٰ فعلمه تعالىٰ الإجمالي تلك الأشياء نفسه ذاته تعالىٰ.[1]

اس عبارت کا مطلب بھی حضرت شاہ رفیع الدین صاحب کی عبارت کی طرح ہے، لہذا مراد یہ ہے کہ باری تعالیٰ کی معیت علت العلل کے درجے میں ہے۔

نتائج بحث

1. معیت کا مسئلہ صفات متشابہات کا مسئلہ ہے اس میں معمولی غلطی انسان کو گمراہیوں کے گڑھے میں گراتی ہے، لہذا اس میں انتہائی احتیاط سے بات کرنی چاہیے، اہل سنت کے اس مسئلہ معیت میں تین مسالک ہیں اور تینوں ہی درست اور صحیح ہیں۔

1) مسلک اوّل جمہور متقدمین اور متاخرین کا ہے کہ اللہ ہر جگہ ہے، علم اور قدرت کے اعتبار سے اور یہ اتنا مشہور قول ہے کہ اس پر اجماع ہے۔

2) مسلک دوم کہ ہم معیت کو حق مانتے ہیں لیکن بلاکیف نہ تو قیود لگاتے ہیں ذاتی وغیرہ کی اور نہ تاویل بالعلم والقدرت کے ساتھ کرتے ہیں۔ یہ حضرات متقدمین کا متداول طریقہ ہے، لیکن صفت معیت میں اکثر اسلاف سے تاویل ثابت ہے حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ اس میں تاویل کرنا تاویل ہی نہیں بلکہ آیت کی متعیّن تفسیر و معنی ہے۔

فائدہ ضروریہ

اس مسلک کو بعض اہل علم نے معیت ذاتی بلاکیف سے بھی تعبیر کیا ہے لیکن ان حضرات کا مقصد ان کی عبارات میں غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مقصد معیت ذاتی سے صوفیائے کرام کا اتصال بلاکیف نہیں بلکہ تفویض معنی ہے، علمائے دیوبند کے اکابر اہل علم سے بھی بعض ایسی عبارات منقول ہیں لیکن ان حضرات کے نزدیک تفویض ہی افضل اور راجح ہے۔ اس پر بطور تائید علامہ تھانویؒ کی ایک

[1] فتاوی حقانیہ: 2: 270 ط: جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔

عبارت نقل کرتا ہوں: حضرت سے ایک سوال ہوا ہے استواء اور معیت کے متعلق۔ حضرت نے کافی تحقیق سے جواب دیا ہے اور آخر میں لکھا ہے: باقی اسلم یہی ہے کہ اس میں گفتگو نہ کی جائے اور حقیقت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سپرد کیا جائے۔[1]

3) تیسرا مسلک جو بعض اخص صوفیہ کا ہے، یہ ہے کہ اللہ کی معیت ذاتی ہے اور عارفین کو محسوس ہوتی ہے، اس سے مراد ایک خاص قسم کا اتصال ہے جس کی حقیقت اور کیفیت تو کسی کو معلوم نہیں ہو سکتی مگر بلا کیف موجود ضرور ہے۔ اس مسلک کے متعلق ہم کہتے ہیں کہ یہ مسلک اخص صوفیائے کرام کا ہے اور یہ حلولیہ جیسا بالکل نہیں ہے، لہذا یہ بھی اہل حق کی ایک جماعت کا نظریہ ہے، اگرچہ عقیدہ نہیں بلکہ ایک ذوق ہے اور در اصل اس کا نتیجہ بھی تفویض کی طرف ہوتا ہے جو اہل سنت کے متقدمین کا مسلک ہے۔ لیکن یہ بات واضح ہے کہ تعبیرات صوفیائے کرام کا سمجھنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں، لہذا یہ مسلک انتہائی نازک ہے اور ہر کسی کی عقل کا نہیں بلکہ عارفین کا ذوق ہے جیسا کہ ہم نے بعض حضرات کی عبارات سے ثابت کیا۔ کیونکہ اس میں عام آدمی حلول کی گندی نالی میں گر سکتا ہے، اس لیے حضرت تھانوی کا قول ہے کہ عام آدمی کے لیے مناسب یہ ہے کہ معیت وصفیہ کا قول اختیار کرے۔ یعنی عام مسلمانوں کی بھلائی اس میں ہے کہ ان کے سامنے یہ تعبیر اختیار نہ کی جائے اور مخالف کے سامنے اس تعبیر کی صحیح تشریح کی جائے تاکہ اہل حق سے جو بدظن ہیں وہ بھی اپنی بدظنی سے باز آجائیں۔

صوفیائے کرام کے معیت ذاتی کے متعلق اہم فوائد

فائدہ نمبر 1:

معیت ذاتی صوفیائے کرام کا مخصوص ذوق ہے عقیدہ نہیں۔ جیسا کہ حضرت حکیم الامت نے کہا ہے۔

فائدہ نمبر 2:

صوفیائے کرام کے اس جیسے اقوال حجت نہیں، جیسا کہ امام شاہ ولی اللہ اور حکیم الامت نے فرمایا ہے۔

---

[1] بوادر النوادر، ساٹھواں غریبہ، 89 ط ادارہ اسلامیات۔

فائدہ3:

معیت ذاتی صوفیائے کرام سے کشفی خطا ہوئی ہے جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی نے فرمایا ہے۔
ان تینوں فائدوں کے لیے مسلک بعض اہل صوفیائے کرام باب اوّل ملاحظہ کرلیں۔

فائدہ4:

معیت ذاتی کا قول صرف ہندی صوفیائے کرام کا ہیں، یہ فائدہ بندہ کو معیت ذاتی کے قائلین سے معلوم ہوا، کیونکہ ہندی صوفیائے کرام کے علاوہ معیت ذاتی کے قائلین نہ ہونے کے برابر ہیں۔

2. حضرات اسلاف کے اقوال میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم معیت میں نہ تو بذاتہ کی قید لگائیں اور نہ ظاہر مراد لیں گے بلکہ یا تو جمہور کی طرح تاویل بالعلم کی جائے اور یا تفویض کی جائے۔ کیونکہ آپ نے باب ہفتم میں پڑھا کہ اسلاف نے کتنی زیادہ احتیاط کی ہے حتی کہ استوی بذاتہ کو اسلاف نے بدعت تک کہا ہے۔ جب ان اہل علم نے استوی بذاتہ کو بدعت کہا ہے باوجود اس تصریح کے کہ اگر محمل درست بھی ہو سکتا ہو، تب بھی ترک کرنا بہتر ہے تو اسی طرح معیت ذاتی میں بھی قید ذاتی ترک کرنا ہی بہتر معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر ہم صفات متشابہات میں اپنی طرف سے ایسی قیود لگائیں جو نصوص میں مذکور نہ ہوں تو یہ سراسر اسلاف کے مسلک کے خلاف ہے نیز پھر اہل باطل بھی اپنے باطل نظریات میں اس طرح کی قیود لگائیں گے یعنی بذاتہ وغیرہ کی۔ مثلاً استوی بذاتہ بلا کیف وغیرہ۔ لہذا یہ اہل باطل کو بدعت کی راہ ہموار کرنے کے مترادف ہے، اس لیے اکثر متکلّمین نے اس جیسی باطل تاویلات کا ردّ کیا ہے۔ ہم بطور نمونہ ایک عبارت نظر قارئین کرتے ہیں۔

رد ابن فورك علي من أطلق هذه العبارة(إن الله في كل مكان) مريدا بها أن الله عالم بكل شيء فقال ما نصه : فمتى رجعوا في معنى إطلاق ذلك إلى العلم والتدبير كان معناهم صحيحا واللفظ ممنوعا. ألا ترى أنه لا يسوغ أن يقال إن الله تعالى مجاور لكل مكان أو مماس له أو حال أو متمكن فيه على معنى أن عالم بذلك مدبر له. [1]

---

[1] مشكل الحديث،63بإحالة المحقق الشيخ خليل دريان الأزهري من كتابه النافع غاية البيان ص:143.

پھر علامہ ابن فورک نے اس پر بھی ردّ کیا ہے کہ جو یہ عبارت کہے کہ (اللہ ہر مکان میں ہے) اور مراد اس سے یہ لے کہ اللہ کا علم ہر جگہ ہے، کیونکہ اس کا معنیٰ تو درست ہے لیکن عبارت ممنوع ہے کیا اگر کوئی اس طرح کہے کہ اللہ ہر جگہ کو مماس ہے یا ہر جگہ میں متمکّن ہے یا ہر جگہ میں حال ہے اور اس سے مراد علم و تدبیر لے تو کیا ہم اس کو جائز کہہ سکتے ہیں۔ (نہیں کہہ سکتے تو جسطرح اس کی گنجائش نہیں تو اس عبارت کی بھی نہیں کہ فی کل مکان سے علم مراد لیا جائے)

3. چونکہ جن حضرات سے معیت ذاتیہ کا قول نقل کیا گیا ہے انہوں نے خود ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ ذوقی اور عارفین کا مذہب ہے، لہذا اس پر زور نہیں دیں گے لیکن ان حضرات کے اقوال کی صحیح تاویل کریں گے کیونکہ یہ حضرات مجسمہ اور حلولیہ نہیں تھے۔ اس پر حضرت تھانویؒ کی ایک عبارت پیش کرتا ہوں:

حضرت سے ایک سائل نے سوال کیا ہے کہ صوفیہ کا ان مسائل میں کیا مسلک ہے۔ حضرت نے جواب دیا ہے: چونکہ یہ مسائل صوفیہ کے فرض سے زائد ہیں، کیونکہ ان کا فرض مقصود تربیت ہے ان اعمال واخلاق کی جن سے اہل فتویٰ نے مفصل بحث نہیں کی اور عقائد سے وہ کافی بحث کر چکے ہیں۔ اس لیے صوفیہ نے ان سے مقصوداً بحث نہیں کی۔ اگر قدر قلیل کلام اس باب میں ان سے صادر ہوا ہے تو اس کا سبب اپنے کسی شاغل کی کیفیات وذوقیات کی تحقیق ہے۔...... ان وجوہ سے ان کا مسلک اس باب میں نہ مدون اور منضبط ہے اور نہ واضح ہے۔ اور حالات اس کے متقاضی ہیں حسن ظن کو، اس لیے اس کے مجمل یا مبہم کلام کو علماء کے اقوال کی طرف راجع کرنا واجب ہے ...... خصوصاً متقدمین کی طرف راجع کرنا راجح ہے۔ کیونکہ صوفیہ کا اصل مذہب ہی اخذ بالاحوط ہے اسی لیے مشہور ہو گیا ہے۔ الصوفي لا مذهب له...[1]

4. معیت ذاتی سے اگر یہ مراد لیا جائے جو شاہ رفیع الدین اور علامہ حقانی اور فتاوی حقانیہ کی عبارت میں گذرا کہ اللہ کا وجود علت العلل کے درجہ میں ہے تمام کائنات کے لیے تو یہ سب سے بہترین تشریح ہے معیت ذاتی کی۔ اور اس تشریح پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا بلاشک اس معیت ذاتی کا کوئی تضاد نہیں معیت علمی سے۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ ایک منطقی تشریح ہے بطور عقیدہ کسی سے نقل نہیں۔

5. معیت وقرب باری تعالیٰ کا ذکر قرآن واحادیث میں موجود ہے لیکن قید بذاتہ نہ قرآن میں ہے اور نہ احادیث میں اور نہ صحابہ کے اقوال میں نہ اسلاف متقدمین کے اقوال میں، لہذا اس کا درست محمل

---

[1] بوادر النوادر، ساٹھواں غریبہ، 618 ط ادارہ اسلامیات، امداد الفتاوی، 6 جلد، ص 46۔

اگر چہ ہو سکتا ہے، پھر بھی اسلاف نے ایسی عبارات کو عبارات مبتدعہ کہا ہے کہ جو موہم تشبیہ ہوں کمامر۔ پس اس قید کے ترک کرنے میں سلامتی ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی یہ اعتراض کرلے کہ معکم کے ساتھ قید بعلمہ بھی قرآن وحدیث میں نہیں ہیں پھر آپ کیوں یہ قید لگاتے ہو؟ ہم جوابا کہتے ہیں کہ اگر چہ یہ قید بعلمہ قرآن میں نہیں مگر احادیث سے ثابت ہے جو ہم ابن مسعود رضی اللہ عنہما اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے باب دوم میں درج کر چکے ہیں نیز اس قید بعلمہ پر اجماع بھی قائم ہے اور اجماع حجت قطعیہ ہے۔ پس اس قید بعلمہ میں ممانعت نہیں بخلاف قید بذاتہ کی کہ اس پر نہ تو اجماع ہے نہ جمہور کا قول ہے نہ نصوص میں ذکر ہے اور موہم تشبیہ بھی ہے، لہذا اس قید کے چھوڑنے میں ہی سلامتی ہے۔

6. صفات متشابہات میں دو مسلک اہل سنت کے متداول اور مشہور ہیں۔ پہلا مسلک جمہور سلف صالحین کا ہے، جس کی آسان تعبیر یہ ہے "التفويض مع تنزيه الله تعالیٰ عن مشابهة المخلوقات"، یعنی ان صفات کو ثابت مان کر یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ صفات سے یہی حقائق اور ظواہر مراد نہیں، بلکہ ان کی مراد صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ دوسرا مسلک متاخرین حضرات کا ہے جس کی آسان تعبیر یہ ہے "التأويل مع تنزيه الله تعالیٰ عن مشابهة المخلوقات" یعنی ان صفات متشابہات کے ظاہری معنی مراد نہیں لیتے بلکہ ان کا ایسا مجازی معنی مراد لیتے ہیں، جو عربی لغات کے محاورے کے مطابق ہو، اور اس میں تشبیہ اور نقص نہ ہو اس کو تاویل قریب کہا جاتا ہے۔ لہذا صفت معیت میں بھی یا تو تفویض کا قول کیا جائے جیسا کہ بعض محتاط اسلاف سے ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور یا تاویل بالعلم کا قول لیا جائے جیسا کہ ہم نے اس پر اجماع ذکر کیا ہے۔ یہی رائے حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی ہے، حضرت کی عبارت نقل کرکے اس بحث کو ختم کرتے ہیں، حضرت التکشف میں تحریر فرماتے ہیں:

> حق تعالیٰ کا قرب ومعیت اصل میں بے کیف ہے، نہ اس کو قرب ذاتی کہہ سکتے ہیں، نہ قرب مکانی، بعض متکلّمین اس کو قرب صفاتی کہتے ہیں بمعنی قرب علمی لیکن سلف کا مسلک یہی ہے کہ صفات الہیہ میں تعین نہیں کرتے بلکہ أبهموا ما أبهم الله پر عمل کرتے ہیں، اور بعض اکابر کے کلام میں جو اس قرب کی تعبیر بعنوان موهمه للتقيد آئی ہے مقصود تقید نہیں بلکہ مقصود تشبیہ بغرض تفہیم

ہے یہ حدیث اس تعبیر کے جواز کی دلیل ہے۔حیث قال: من عنق راحلته۔[1]

7. معیت ذاتی تفصیل کے ساتھ بیان کرنا کسی بھی دیوبندی عالم اور کسی بھی صوفی سے منقول نہیں یعنی اس طرح کہنا کہ اللہ ہر جگہ ہے، آسمان میں بھی ہے زمین میں بھی ہے، مومن کے دل کے اندر بھی ہے، اور العیاذ باللہ قاذورات میں بھی ہے، یہ بالکل جہمیہ سے خطرناک تعبیرات ہے اللہ ان سے ہر مسلمان کو بچائے۔

[1]حقيقة الطريقة من السنة الأنيقة ملحقة التكشف :521 ظ إداره تأليفات أشرفيه ملتان.

آخری گذارش

اس کاوش سے اگر کوئی علمی فائدہ محسوس ہو تو بندہ اور بندے کے تمام اساتذہ اور والدین کو اپنے قیمتی دعاؤں میں یاد رکھیں اور اگر کوئی غلطی نظر آئے تو بندے کو ضرور اطلاع دیں۔و أجركم على الله تعالىٰ

صلي الله تعالىٰ على خير خلقه محمدوآله و أصحابه أجمعين.

وليس لنا إلى غير الله حاجة ولا مذهب.

كتبه بلال درويش بن محمد اسلام

من أدنى تلامذة الشيخ سجاد الحجابي حفظه الله ورعاه

حيث ما كان وأين ما كان.

مصادرومراجع

1. القرآن الكريم
2. المنتقى شرح موطأ الإمام مالك
3. فتح الباري ، تحقيق الشيخ شعيب الأرنؤوط،
4. كتاب العلو،كفايت المفتى ،
5. ''اللہ ہر جگہ ہے'' اہل سنت کا عقیدہ نہیں، مفتی توصیف قاسمی لکھنوی
6. أبكار الأفكار،سيف الدين الآمدي ط:دار الكتب مصريه
7. ابن كثير؛ تفسير القرآن العظيم؛ ط: دار طيبة للنشر و التوزيع
8. أبو المنتهي شرح الفقه الأكبر، ط: المكتبة الحقانية پشاور
9. إتحاف السادة المتقين، علامة زنيدي الحنفي
10. الأربعين في أصول الدين
11. إرشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم، تفسير أبي السعود، الإمام أبو السعود العمادي، ط: دار إحياء التراث العربي – بيروت
12. استحالة المعية بالذات، محمد خضر شنقيطي، دارالبصائر،القاهرة
13. الإسعاد فى شرح الإرشاد، ابن بزيزة الحنفي، ط: دارالضياء كويت
14. الأسماء والصفات، أحمد بن الحسين البهيقي، المحقق زاهد بن الحسن الكوثري، ط: المكتبة الأزهرية للتراث
15. إشارات لمرام من عبارات الإمام ، كمال الدين أحمد بن حسين البياضي ط: دارالكتب العلمية بيروت-لبنان
16. أشرف التفاسير، حكيم الأ مت أشرف علي تهانوي ،إداره تأليفات أشرفيه ملتان
17. أصول الدين أبو اليسر محمد البزدوي ط: مكتبة الأزهرية للتراث
18. أصول الدين ط: جمال الدين أحمد بن محمد الغزنوي دارالبشائر السلامية
19. أصول الدين، عبد القاهر التميمي البغدادي، ط: دار الكتب العلمية
20. الاعتقاد والهداية إلى سبيل الرشاد على مذهب السلف وأصحاب الحديث ،

أحمد بن الحسين ، أبو بكر البيهقي، المحقق: أحمد عصام الكاتب، ط :دار الآفاق الجديدة – بيروت
21. الاقتصاد في الاعتقاد ،إمام غزالي، ط: مكتبة الأحرار مردان
22. الإقناع في مسائل الإجماع، ابن القطان الفاسي
23. أنوار التنزيل وأسرار التأويل، ناصر الدين أبو سعيد عبد الله بن عمر بن محمد الشيرازي البيضاوي، ط: دارإحياءالتراث العربي بيروت
24. إيضاح الدليل في قطع حجج أهل التعطيل:تحقيق وهبي سليمان غاوجي الألباني، ط: دار السلام للطباعة والنشر مصر،
25. البازالأشهب، ابن جوزي
26. بحر الكلام لأبى معين النسفي: ط: دار الفتح
27. البحر المحيط، ابو حيان الأندلسى، ط: دار الفكر – بيروت
28. بحرالعلوم، أبو الليث نصر بن محمد بن أحمد بن إبراهيم السمرقندي ، دار إحياء التراث
29. بوادرالنوادر،حكيم الأمت مولانا أشرف علي تهانوي ط:إداره إسلاميات انار كلى لاهور
30. بيان القرآن ، حكيم الأمت مولانا أشرف علي تهانوي ط:دار الإشاعت لاهور
31. تبصرة الأدلة في أصول الدين : ط:المكتبة الأزهريه للتراث
32. تبصرة الأدلة في أصول الدين، أبو المعين النسفي ط:المكتبة الأزهريه للتراث
33. التحرير والتنوير، محمد الطاهر، ابن عاشور التونسي، ط: الدار التونسية للنشر – تونس
34. التحقيق الجلى، تاليف مفتى نديم محمودى،ط:نوجوانان أحناف پشاور
35. التسهيل لعلوم التنزيل، الغرناطى، ط: شركة دار الأرقم بن أبي الأرقم بيروت
36. تعليم الإيمان شرح فقه أكبر،مولانا نجم الغني رامپوري:ط:مير محمد كتب خانه كراچي
37. تفسير ابن فورك من أول سورة المؤمنون – آخر سورة السجدة، جامعة أم القرى – المملكة العربية السعودية
38. تفسير القرآن (وهو اختصار لتفسير الماوردى، دار ابن حزم بيروت)
39. تفسير القرآن، للسمعانى، أبو المظفر، منصور بن محمد بن عبد الجبار ابن أحمد

المروزی السمعاني، ط: دار الوطن، الرياض – السعودية

40. تفسير الماتريدي (تأويلات أهل السنة) امام أهل السنة محمد، أبو منصور الماتريدي الحنفى، ط: دار الكتب العلمية - بيروت، لبنان
41. تفسير المراغي، الشيخ، أحمد، مصطفى المراغى: شركة مكتبة ومطلبعة مصطفى البابى الحلبي
42. التفسير المظهري، المظهري، محمد ثناء الله، مكتبة الرشدية، ط: مكتبة الرشدية
43. التفسير المنير في العقيدة والشريعة والمنهجد، وهبة بن مصطفى الزحيلي، ط: دار الفكر المعاصر – دمشق
44. تفسير الوسيط للواحدى، أبو الحسن علي بن أحمد بن محمد بن علي الواحدي ، النيسابوري، الشافعي
45. تفسير عثمانى، شيخ الإسلام شبير أحمد عثماني، ط:تاج كمپني
46. التفسيرالوسيط، مجموعة من العلماء بإشراف مجمع البحوث الإسلامية بالأزهر: ط: الهيئة العامة لشئون، المطابع الأميرية
47. التمهيد، ابن عبدالبر، ط: وزارة عموم الأوقاف والشؤون الإسلامية – المغرب
48. تنزيه الحق المعبود عن الحيز وا لحدود ، عبد العزيز عبدا لجبار الحاضري
49. تنوير الحوالك شرح موطأ مالك، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي المكتبة التجارية الكبرى – مصر
50. جامع البيان في تأويل القرآن، محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر الطبري، مؤسسة الرسالة
51. الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه ، صحيح البخاري
52. الجامع لأحكام القرآن ، تفسير القرطبي، محمد بن أحمد بن أبي بكرالقرطبي، ط، دارالحديث القاهرة
53. جمالين شرح جلالين ، محمد جمال بلند شهری،ط: زمزم پبلشرز کراچی
54. الجواهر الحسان في تفسير القرآن، ط: دار إحياء التراث العربي – بيروت
55. حاشية الكوثري على كتاب ابن قتيبه الاختلاف في اللفظ والرد على الجهمية والمشبهة ط: مكتبة الأزهرية للتراث
56. الحاوي للفتاوى، السيوطي، ط: مكتبة رشيدية

57. الحجة في بيان المحجة وشرح عقيدة أهل السنة ، إسماعيل بن محمد بن الفضل بن علي القرشي الطليحي التيمي الأصبهاني، أبو القاسم، الملقب بقوام السنة ط: دار الراية – السعودية / الرياض

58. حقيقة الطريقت من السنة الانيقة ملحقہ التكشف : ظ اداره تاليفات اشرفيه ملتان

59. حل الرموز ومفاتيح الكنوز، عز بن عبد السلام ط: مصر

60. حلية الأولياء، أبو نعيم الإصفهاني

61. حيات شيخ الإسلام ابن تيمية

62. الدر المنثور، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي ، ط: دار الفكر – بيروت

63. دَرْجُ الدُّرر في تَفسِيرِ الآيِ والسُّوَر، عبدالقاهر جرجاني، دار الفكر – عمان، الأردن

64. درس قرآن، جامع وناشر، إداره تأليفات أشرفيه

65. الدعاءالمأثوروآدابه

66. دفع شبه التشبيه بأكف التنزيه، ابن جوزي بتحقيق ، حسن السقاف، دار الإمام النووي

67. دفع شبه من شبه وتمرد ونسب ذلك إلى السيد الجليل الإمام أحمد: المشمولة في ضمن (العقيدة وعلم الكلام)للإمام الكوثري:ط: مكتبة الأحرار مردان

68. الديباج على صحيح مسلم بن الحجاج، ط:دار ابن عفان للنشر والتوزيع – المملكة العربية السعودية

69. الرد على الجهمية والزنادقة، أحمد بن حنبل دار الثبات للنشر و التوزيع

70. الرسالة القشيرية، عبدالكريم القشيرى، ط: شركة القدس،

71. رسالة إلى أهل الثغر

72. روح البيان ، دار الفكر – بيروت

73. زاد المسير، ابن جوزي، مكتبة الأحرار مردان

74. السراج المنير في الإعانة على معرفة بعض معاني كلام ربنا الحكيم الخبير، شمس الدين، محمد بن أحمد الخطيب الشربيني الشافعي، ط: مطلبعة بولاق (الأميرية) – القاهرة

75. سنن أبي داؤد مكتبة البشرى كراتشي

76. سنن الترمذي، مكتبة البشرى كراتشي
77. سير أعلام النبلا،للإمام الذهبي مؤسسة الرسالة
78. شرح أصول اعتقاد أهل السنة، دارلكتب العلمية
79. شرح السيوطي لسنن النسائي، عبدالرحمن ابن أبي بكر أبو الفضل السيوطي، مكتب المطلبوعات الإسلامية حلب
80. شرح العقيدة الطحاوية للبابرتي، مكتبة محموديه مردان
81. شرح العقيدة الطحاوية للغزنوي ، ط زمزم دارالإحسان
82. شرح العقيدة الطحاوية للميداني، ط زمزم ببلشرز
83. شرح العقيدة الطحاوية للهرري الحبشي،: ط زمزم دارالإحسان
84. شرح العقيدة الواسطيه للعثيمين
85. شرح العمدة في عقيدة أهل السنة والجماعة المسمي الاعتماد في الاعتقاد ، أبوالبركات النسفي ط: مكتبه أزهريه للتراث
86. شرح الفقه الأكبر للإمام أبى الليث سمرقندي ، ط:دائرة المعارف النظاميه حيدر آباد دكن
87. شرح المواقف ، سيد شريف جرجانى منشورات صهيب حسن شافعي أشعري
88. شرح النووي بهامش مسلم ، مكتبة البشرى
89. شرح النووى على صحيح مسلم
90. شرح سنن أبي داؤد، مكتبة الرشد – الرياض
91. شریعت وطریقت ، حکیم الامت تھانوی ط: مکتبۃ البشری کراچی
92. صفات متشابها ت اور سلفي عقائد ، ط :مجلس نشريا ت اسلا م
93. عارضة الأحوذي شرح ترمذي
94. عارضةالأحوذي شرح ترمذي
95. عقائد الثلاث وسبعين فرقة
96. العقيدة الحسنة (مترجم اردو) ملحقه مجموعه رسائل امام شاه ولى الله :ط: شاه ولى الله انسٹیٹیوٹ دہلی
97. علماء دیوبند کے عقائد و نظریات:ط:جمعیت پبلکیشرز
98. عمدة القاري شرح صحيح البخاري، دار إحياء التراث العربي – بيروت

99. غاية البيان فی تنزيه الله عن الجهة والمكان، الشيخ خليل دريان
100. غرائب القرآن ورغائب الفرقان، دار الكتب العلمية – بيروت
101. فتاوى حقانية : ط:جامعة دارالعلوم حقانية اکوڑہ خٹک
102. فتاوی دارالعلوم دیوبند جلد ط: مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان
103. فتاوى عالمگيريه ، مكتبة رشدية
104. فتاوى محمودية: إدارة الفاروق
105. فتاوى مظاهر العلوم المعروف فتاوى خليلية ، ط مكتبة الشيخ
106. فتح الباري لابن رجب
107. فتح الملهم، شرح مسلم ، شيخ الإسلام شبير أحمد عثماني
108. الفرق بين الفرق، لأبي منصور عبد القاهر بغدادي، ط: مكتبه إعزازيه بشاور
109. الفقہ الاکبر مع ترجمہ اردو از مولانا صوفی عبد الحمید سواتی ۔ط:ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ
110. فیض الباری، انورشاہ کشمیری ط: رشیدیہ کتب خانہ
111. فيض القدير شرح الجامع الصغير من أحاديث البشير النذير العلامة محمد عبد الرؤوف المناوي، دار الكتب العلمية،بيروت
112. الكاشف عن حقائق السنن، شرح الطيبي على مشكاة المصابيح، ط: مكتبة نزار مصطفى الباز (مكة المكرمة - الرياض)
113. كتاب التوحيد، أبو منصور ماتريدي ، ط: دار الكتب علميه
114. كتاب العظمة لأبي الشيخ الاصفهاني، باب الأمر في التفكر في أية الله
115. الكشف والبيان عن تفسير القرآن، ط: دار إحياء التراث العربي، بيروت – لبنان
116. كمالين شرح جلالين ، ط، دارالاشاعت
117. گلدستہ تفاسیر ،ادارہ تالیفات اشرفیہ
118. اللباب في علوم الكتاب، ط: دار الكتب العلمية - بيروت / لبنان
119. لسان العرب
120. لطائف الإشارات،الإمام عبد الكريم ،القشيري،الهيئة المصرية العامة للكتاب مصر-
121. لمعات التنقيح مكتبه علوم إسلاميه،

122. مجمع الأنهر، إبراهيم بن محمد بن إبراهيم الحَلَبي الحنفي
123. محاضرات علم كلام،محقق العصر شيخ سجاد الحجابي
124. المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز، ابن عطية الأندلسي، ط: دار الكتب العلمية بيروت
125. مدارك التنزيل وحقائق التأويل (تفسير النسفي أبو البركات عبد الله بن أحمد بن محمود حافظ الدين النسفي الحنفى
126. مراح لبيد لكشف معنى القرآن 2:489دار الكتب العلمية بيروت،
127. مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح،دار الفكر، بيروت – لبنان
128. المسالِك في شرح مُوَطَّأ مالك، ط: دَار الغَرب الإسلامي
129. مسائل الإمام أحمد ، أبو داؤد
130. مسند أحمد، إمام أحمد بن حنبل
131. المسند الحميدي ، بتحقيق المحدث حبيب الرحمن الأعظمي، ط: دار الكتب پشاور
132. المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، صحيح مسلم
133. مسئلہ صفات کے چند اہم پہلو اور اہل سنت والجماعت کا مسلمہ موقف: محقق العصر شیخ سجاد الحجابی
134. مشكل الحديث وبيانه ، عالم الكتب – بيروت
135. مشكل الحديث وبيانه ، عالم الكتب – بيروت
136. معارف القرآن مفتی محمد شفیع عثمانی ادارۃ المعارف کراچی مکا تیب رشیدیہ،
137. معالم التنزيل في تفسير القرآن = تفسير البغوي، محيي السنة ، أبو محمد الحسين بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوي الشافعي ط: دار إحياء التراث العربي –بيروت
138. معالم السنن، وهو شرح سنن أبي داود، المطلبعة العلمية – حلب
139. معالم العرفان،ط:مکتبہ دروس القرآن گوجرانوالہ
140. معانى القرآن للزجاج ، ط: عالم الكتب بيروت
141. المُعْلم بفوائد مسلم، أبو عبد الله محمد بن علي بن عمر التَّمِيمي المازري المالكي ط:الدار التونسية للنشر

142. مفاتيح الغيب، فخرالدين الرازى

143. مفردات للراغب الأصفهاني:ط، دار نشر اللغة العربية كراتشي باكستان

144. المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم،القرطبي ،محمد بن أحمد

145. مقالات الإسلامين، أبو الحسن أشعري

146. *مکاتیب رشدیہ، رشید احمد گنگوہی ادارہ اسلامیات*

147. مكتوبات إمام ربانى

148. الملل والنحل، عبدالكريم شهرستاني:ط:مكتبة الحقانية پشاور

149. نظم الدرر في تناسب الآيات والسور، دار الكتاب الإسلامي، القاهرة

150. النهاية في غريب الحديث والأثر

151. النهر الماد

152. الوسيط في تفسير القرآن المجيد، دار الكتب العلمية، بيروت –لبنان

153. اليواقيت والجواهر، إمام عبدالوهاب شعراني ط: دار إحياء التراث العربي بيروت